پنجابی سورما

حصہ اول

سکھوں کے دس مقدس روحانی بادشاہ
اور اُن کے دلچسپ۔ دردناک اور پُراثر تذکرے

تصوف کا ہے نسخہ مخزن اسرار نہانی ہے
حقیقت کی حقیقت ہے کہانی کی کہانی ہے

مصنفہ

شیوبرت لال ورمن ایم۔ اے

ایڈیٹر سادھو لاہور

سنہ ۱۹۰۸ء

بھارت لٹریچر کمپنی لمیٹڈ لاہور نے شایع کیا

باہتمام حافظ سلطان احمد پرنٹر

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

التماس

پنجابی سورما کے اس حصہ میں دس گوروؤں کے حالات مختصر مگر واضح پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں دوسرے حصہ میں سکھوں کے مصایب کی کہانیاں سنائی جاوینگی جن کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہونگے۔ حقیقت یہ ہے کہ سکھوں سے زیادہ دلیر جان پر کھیلنے والی سر بکف رہنے والی قوم سطح عالم میں کوئی نہیں ہوئی اس حصہ میں انکی قربانیاں نہایت عبرت انگیز۔ رقت خیز اور پُرجوش عبارت میں بیان کیجاینگی * تیسرے حصہ میں سکھوں کی دنیاوی بادشاہت اور سکھ دہرم کے عروج و زوال کی تصویر ہوگی جسمیں ہری سنگھ نلوہ وغیرہ شیر مردوں کی غیر معمولی و عجیب قسم کی بہادری کے نظارے دکھائے جاوینگے۔ چوتھے حصہ میں پنجابی ریاستوں کے جانباز و سرفروش بہادروں کے کارنامے قلمبند ہونگے۔ آخری یعنی پانچویں حصہ میں اُن بیر پرشوں کے دلچسپ سبق آموز زندگیوں کے بیانات کا شمول ہوگا جو پنجاب میں رامائن اور مہابھارت کے زمانہ سے لیکر گورو نانک صاحب کے وقت کے پہلے پہلے گذرے ہیں مگر موجودہ حصہ کی قدردانی پر اور حصوں کی اشاعت کا انتظام سوچا جائیگا اس لئے اس طرف پبلک کی توجہ خصوصیت کے ساتھ منعطف کرائی جاتی ہے *

(مینیجر بھارت لٹریچر کمپنی)

فہرست مضامین

دیباچہ

(ظلم اور ظلم کی بیخ کنی)

مذہب - کاروبار - گورنمنٹ - سوسائٹی - وغیرہ جتنے ارکین ہیں - سب ایک خاص مقصد کی تکمیل کے ضروری سامان ہیں - جو کچھ انسان کرتا ہے - سب کا مآل کار یہ ہے - کہ اس کو 'سکھ' نصیب ہو - 'سکھ' دراصل ایک اس قسم کی خواہش ہے - جو سب کی کوششوں کا مرکز بنا ہوا سب کو ایک خاص قاعدہ کے اندر قایم رکھنے کا اہتمام کرتا ہے -

'سکھ' کی تشریح آسان کام نہیں ہے - مگر 'سکھ' کی مراد کا ذہن نشین ہونا اس قدر مشکل نہیں ہے - کیونکہ جتنے ذی حس مخلوق ہیں - سب میں کم و بیش سکھ کا احساس موجود ہے - نباتات چاہتے ہیں کہ ان کو کوئی شخص خواہ مخواہ نہ چھیڑے - بعض تو انسان کے انگلی کے اٹھتے ہی اس کی مقناطیسی دھار کو محسوس کر کے ناراض ہو جاتے ہیں - اور اپنے پتے - ٹہنی اور شاخوں کو سکوڑ لیتے ہیں - حیوان کی بھی یہی حالت ہے - وہ بھی سکھ کا خواہشمند ہے - انسان کا تو کہنا ہی کیا ہے! جس طرح اس کی عقل میں نسبتاً ترقی ہوتی جاتی ہے ویسے ہی اس کے 'سکھ' کے دائرہ کو وسعت ملتی ہے - اس کے تمام کاروبار نوعیت کے لحاظ سے وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر سب کا مقصد سکھ ہی ہوا کرتا ہے - اور اس 'سکھ' سے اس وقت اس کو بہرہ ور ہونے کا زیادہ موقع ملتا ہے

جب اندر باہر - دل - دماغ - گھر دوار - سب جگہ شانتی اور راستبازی کی حکومت ہوجاتی ہے -

تجارت کا مُدعا یہ ہے - کہ انسان کی ضرورتیں مہیا ہوکر اس کو سُکھ پہونچاویں - اس غرض کے پورا کرنے کے لیئے ضرورت ہے وہ ایمانداری کے اصول کے موافق برتاؤ کرے - دل کا صاف رہے - لوگوں کا اعتبار کرے - اس کے دل میں مکر و فریب کی جگہ نہ ہو - دل کا وسیع - دماغ کا اعلےٰ - ہمت کا بلند - یہ تاجر سوداگر اور ساہوکاروں کے کام ہونے چاہئیں - جب تک وہ ایسے ہیں - جب تک ان کے بیوہار میں فرق نہیں آتا - وہ خود سُکھی ہوتے ہیں اوروں کو سُکھ پہنچاتے ہیں اور نہ صرف زندگی بلکہ موت میں بھی سکھی رہتے ہیں - لیکن اگر اصول میں فرق آگیا - دل میں کثافت نے جگہ کرلی - ایمانداری کی جگہ بے ایمانی نے لے لی - تو کیا نتیجہ ہوتا ہے ؟ اس کی زندگی خود خراب ہوجاتی ہے - لالچ - حرص اور ہوس کا بازار گرم ہوتا ہے - لڑائیاں ہوتی ہیں - جھگڑے ہوتے ہیں - بدتمیزی کے طوفان برپا ہوتے ہیں - سخت ہلچل مچ جاتی ہے - اور دنیا کو اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے - آج کل بھی دنیا کی خرابی میں بہت بڑا حصہ اسی تجارت کا ہے چین میں ہزاروں تہہ تیغ ہوئے ٹرنسوال میں کیسے کیسے اودھم مچے - ہماری خود مفلسی - فاقہ کشی اور تباہی میں اس تجارت کا ہاتھ کیا کچھ نہیں کر رہا ہے ! کیونکہ وہ وسیع اصول جو تجارت کی جان ہے نہیں برتے جاتے - اور معدودے چند آدمیوں کے حرص اور دولت کی ہوس پوری کرنے کے لیئے کروڑوں

گورنمنٹ کے حسن و قبح

معصوم آدمیوں کا خیال نہیں کیا جاتا۔ یہ کاروبار و تجارت کے نقص کی خرابی ہے۔

گورنمنٹ آدمیوں کی ہے آدمیوں کے لیئے ہے آدمیوں کے لئے ہونی چاہیئے۔ اس کا بھی مدعا یہ ہے۔ کہ لوگوں کو سکھ ملے سب سکھی رہیں۔ انتظام خلایق میں فتور واقع نہ ہو۔ ہر قسم کے خیالات۔ جذبات کے نشو ونما کا موقع رہے۔ صنعت و حرفت کی قدردانی کی جائے۔ علم و ہنر کی سرپرستی ہو۔ بلاتمیز قومیت و ملت سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے۔ ایسی گورنمنٹ کیا کچھ نہیں کرسکتی؟ ملک بہشت کا نمونہ بنجاتا ہے۔ رعایا فرشتہ سیرت ہو جاتی ہے۔ خوشحالی بڑھ جاتی ہے لیکن جہاں گورنمنٹ چند خاص آدمیوں کے ہاتھ میں آئی۔ معدودے چند آدمیوں کے مفاد کے خیال سے ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کے حقوق ساقط ہونے لگے۔ عنان سلطنت جب چند مخصوص آدمیوں کے ہاتھ میں آگئی۔ تو وہ گورنمنٹ بھی بے اصولی ہو جاتی ہے۔ اور برکت کے عوض وہ باعث خرابی ثابت ہوتی ہے۔ انقلابات پیدا ہوتے ہیں۔ خانہ جنگی کی نوبت آتی ہے۔ شہر کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ "اندھیر نگری چوپٹ راج" کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ روس کی خرابی فرانس کا انقلاب یہ سب اس قسم کی نظیریں ہیں۔ جنوبی امریکہ کے دیسیوں کی بربادی۔ میکسیکو والوں کی بنجکنی یہ گورنمنٹ کی خرابیوں کے باعث ہوئی۔ افریقہ میں کانگو نامی ایک جگہ ہے جس پر یورپ کی ایک گورنمنٹ قابض ہے۔ وہاں زہر پیدا ہوتا ہے۔ جس سختی سے دیسیوں

سے کام لیا جاتا ہے۔ وہ حرکت شیطان کے بھی نادم کرنے کی کافی ہے۔ اس آدمی سماتش یوروپین قوم کے مرد و عورت جو شراب پیتے ہیں۔ یا غذا کھاتے ہیں۔ وہ انسان کا خون اور گوشت ہے۔ یہ بے ایمانی۔ سفاکی و بیرحمی کی سخت خوفناک نظیر ہے۔ یہ گورنمنٹ کے نقص کی خرابی ہے۔

سوسایٹی کا مدعا یہ ہے۔ کہ تمام افراد اتفاق و اتحاد کے شیرازہ میں کسے ہوئے اپنے سوشیل قوت کا نظارہ دکھاتے ہوئے ہر طرح اپنے ممبروں کے حقوق کی چھیننے اور دست برد کرنے کا موقع نہ ملے اور سب لوگ سکھی اور بشاشت رہ کر خوشی کی زندگی بسر کریں۔ وہ انسانی قالب میں آکر خانہ داری کے آرام۔ اور سوسایٹی کی برکتوں سے بہرہ یاب ہوں۔ ان کے بہتر جذبات کو نشو و نما پانیکا موقع ملے۔ وہ انسان رہ کر فرشتوں کے سے اوصاف اپنی ذات میں پیدا کر سکیں۔ لیکن اگر اس کے اصول میں فرق آگیا۔ باہمی اعتبار جاتا رہا۔ خودغرضی نے دلوں میں جگہ پالی "میرا تیرا" ہونے لگا تو مخالف قوتیں موقع پاکر اس کو دبا لینگی وہ کمزور ہو جائیگی۔ تب اس کا ایک ایک ممبر فٹ بال کی طرح پاؤں کے ٹھوکر کھاتا ہوا لڑھکتا رہیگا۔ اور زندہ سوسایٹی کے عوض وہ مردہ سوسایٹی ہو جائیگی۔ جس سے سکھ اور خوشی چھین لی جائیگی۔ وہ سوشیل برکتوں سے محروم ہو جائیگی اور جب تک کوئی مضبوط اور طاقتور جماعت غالب آکر اُس کو اپنے میں جذب نہ کریگی وہ لڑ لڑ کر حیوانیت۔ نفسانیت اور دنایت کے منظر دکھاتی رہیگی۔ یہہ

حال اس وقت ہمارا ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہم سوسایٹی کی اہمیت کو نظر انداز کر گئے۔ چند قوم پرست بزرگوں نے چاہا۔ ہم سُدھر جائیں۔ مگر سدھرنے کو کون کہے فروعات میں پھنس کر لڑ رہے ہیں۔ اور کمزور ہو کر جان کندنی کی حالت میں پڑے ہیں۔ کہاں کا سُکھ۔ کہاں کی شانتی۔ بھائی بھائی کا دشمن۔ باپ بیٹے کا حاسد۔ یا ایشور۔ کیا یہ انسان کے اوصاف ہونے چاہئیں۔ یہ سوسایٹی کے نقص کی خرابی ہے۔

مذہب کا مُدّعا یہ ہے کہ انسان حیوانی۔ شہوانی۔ ونفسانی غلبات کو پامال کرتا ہوا۔ اصلی ودایمی سُکھ کے حاصل کرنے کی تدبیر سوچے۔ مذہب میں آکر انسان کے سکھ کی شکل بدل جاتی ہے۔ اس کا آیڈیل اونچا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے حصول کے لئے اُس کو اخلاق۔ تہذیب نفس۔ چال چلن کی درستگی۔ خیالات کی وسعت۔ دل کی اولوالعزمی۔ اور ہمت کی بلندی۔ دماغ کی بلند پروازی کی طرف دھیان دینا پڑتا ہے۔ انسان ایک قسم کا وجود ہے۔ جس میں الوہیت اور حیوانیت دونوں کے خمیر موجود ہیں۔ آزاد عقل و آزاد خواہش والا! چاہے وہ نیچے کی طرف جُھکے۔ خواہ اوپر روحانیت کے بلند طبقات کی سیر کرے۔ یہ بالکل اُس کے اپنے سمجھ پر موقوف ہے۔

مذہب کی اہمیت طول داستان ہے۔ جب تک یہ مدد نہیں دیتا نہ اچھے خوش اخلاق اور نیک چلن آدمی پیدا ہوتے ہیں نہ کسی کام میں بغیر اس کے پورا پورا فایدہ حاصل ہوتا ہے۔ غارت ہو گا وہ مُلک جس کے باشندے کسی مذہب کے پیرو کار نہیں! ناکارہ ہو گی وہ گورنمنٹ

جس کا حکمران اور جس کی رعایا مذہب کی اطاعت کا دم نہیں بھرتی! تجارت ہو یا سوسایٹی - خانہ داری کی زندگی ہو یا عامہ خلایق کی بھلائی - جس شخص نے کسی مذہب کے زیر اثر آکر اپنے دل کی تربیت نہیں کر لی جسنے تقدیس، وخیر و برکت کی سمجھ نہیں حاصل کر لی. جس کا دل، وسیع نہیں ہے وہ کیا خاک بلند حوصلگی اور راستبازی کا تماشا دکھلاویگا؟

این خیال است و محال است و جنون

مذہب کی برکتیں ایک دو نہیں - سینکڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں بلکہ بیشمار ہیں - دنیاوی مفاد - سوسایٹی کا انتظام - گورنمنٹ کی باقاعدگی تجارت میں ایمانداری کے اصول کی پابندی - خانہ داری کی خوشیاں یہ سب مذہب پر موقوف ہیں - جن کو ذرا بھی تمیز ہے وہ نگاہ کو اونچی کر کے بطور خود اس کی عظمت کو دیکھ سکتے ہیں - روحانی فائدہ جو مذہب کی پیروی میں عطا ہوتا ہے - اس کا تو کہنا ہی کیا ہے یہ روحانیت کا علم بخشتا ہے - اس کی مدد سے انسان اپنے دل میں گھس کر آتما کی چھپی ہوئی طاقتوں کو دیکھ سکتا ہے - ان سے کام لے سکتا ہے - اور وسیع دل وسیع خیال وسیع فہم ہو کر وہ اس لامحدود طاقت کو اپنے اندر جذب کرنے کا شایق بنجاتا ہے جو محیط کل - سروانترامی سروبھوت انتر آتما - سرو رکشک - سرو ویاپک ہے - جس کو رشی منی - سنت - مہاتما ست چت آنند کہتے ہیں - انسان مذہب کے توسل سے روحانی ترقی کرتا ہوا آخر میں اس پرم سکھ سے واصل ہوتا ہے - جو آنند سرور محض ہستی محض - علم محض ہے - یہ مذہب کی حد ہے

لیکن اگر مذہب کے پیرو کار بے اصولے ہیں حقیقت کو نہ سمجھ کر سفلی جذبات - حیوانی شہوات و ذاتی اغراض کے دام میں مبتلا ہو کر مذہب کو ان کے حصول و تکمیل کا ذریعہ بنا لیتے ہیں - اُس وقت دنیا کی جو حالت ہوتی ہے - ناگفتہ بہہ - ایشور پناہ دے! ملک ویران ہوتے ہیں - بربادی پھیلتی ہے - قحط ہوتے ہیں - وبا آتی ہے - بندگان خدا کے سر ناحق بلا جرم بلا قصور بلا سبب مولی اور گاجروں کی طرح سرد مہری اور بیدردی سے کاٹے جاتے ہیں - ننگ و ناموس کا خیال بالائے طاق! شیطنت کے کون سے کام ہیں جو اس کے سلسلہ میں نہیں کئے جاتے - خواہ نہیں کئے گئے! عیسےٰ جو خدا کا فرزند ہو کر صُلح کل اور امن خلایق کا جھنڈا بلند کر کے دنیا کو راستبازی کا سبق سکھلانے آیا تھا - خاص اُسی کے شاگرد جہادی تلوار لیکر نکلے اور خون کی ندیاں بہا دیں - میز پر کھانے کے عوض . . . . کا گوشت چُنا گیا - رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ مذاہب کی خونریزیوں کے واقعات سُنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں زندہ آدمی جلائے گئے - مارے گئے - ہزاروں مصیبتیں دی گئیں - مسلمانوں نے تیغ اسلام ہاتھ میں لیکر کیا کیا جور و ستم نہیں کئے - ہمارے خاص ملک میں جو اپنی سلیم طبعی اور غیر معمولی قوت برداشت کے لئے مشہور ہے مذہب کی زیادتیوں کے واقعات اکثر لوگوں کو یاد ہیں - کمارل بھٹاچاریہ* بودھوں اور جینیوں کا شاگرد ہو کر ان کو کھولتے ہوئے تیل میں جلانے کا

* اس شخص نے بعد کو افسوس کے خیال سے جلتی چتا پر بیٹھ کر خودکشی کر لی تھی +

فتوے دیتا ہے۔ کتنے بودھ مارے گئے۔ جلاوطن ہوئے۔ شربت شہادت کو پیا۔ جینیوں کی درگت کیگئی۔ بودھ تو اس زیادتی سے گھبرا کر تبت کے درّوں میں جا چھپے۔ الغرض جب مذہب سے بحیثیت مذہب کام نہیں لیا جاتا جب انسان تنگدل بنکر ایشور کو اپنا محکوم سمجھ کر اس کے نام پر زیادتیاں کرتا ہے۔ اس کی کارروائیاں مذہب کے دامن پر بدنما دھبہ بنجاتی ہیں جن کے صاف کرنے میں زمانہ کا ہاتھ بھی ناکامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ مذہب کے نقص کی خرابیاں ہیں٭۔

مذہب کے نام پر بدعت

اور خرابیوں کی نسبت، تو اس قدر خیال بھی نہیں کیا جاتا لیکن جب مذہب بدعت پر اُتر آتا ہے۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ دنیا میں کیسے حادساہت قایم ہو۔ کیسے بیوہار و بیوپار میں ایمانداری کا اصول برتا جائے۔ کیسے سوسایٹی کے آدمی نیک بنیں۔ انسان کی عالمگیر اخوت کی جگہ نفرت، ظلم اور حقارت لے لیتی ہے۔ دنیا سے یک قلم شانتی کی حکومت اُٹھ جاتی ہے اور پھر دینی سکھ کو کون کہے دنیاوی سُکھ خواب میں بھی نظر نہیں آتا۔ کیونکہ گورنمنٹ۔ سوسایٹی۔ تجارت وغیرہ سب میں ہلچل مچ جاتی تھی۔ ہر جگہ شیطان کا عمل دخل ہو جاتا ہے۔ جن بدعتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اُن کے اظہار کے لئے انسان کی لغت میں کوئی لفظ نہیں ملتا۔ کمزور آدمی کچلے جاتے ہیں مارے جاتے ہیں۔ ستائے جاتے ہیں۔ انصاف کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ ایمانداری کا

٭ یہاں ہم نے عمداً اپنے خیالات کو صرف چار باتوں تک محدود رکھا ہے یہی کیفیت کم و بیش اور باتوں کی بھی ہے

کوسوں پتہ نہیں - خود غرضی اور شیطنت کا سِکّہ بیٹھ جاتا ہے -

اسلام؟

عرب کا اسلامی مذہب جس کی تہہ میں ایشور جاننے حق پرستی تھی یا پولٹیکل کارروائی تھی - ہم اس موقع پر اُس پر غور کرنا نہیں چاہتے اس کی بنیاد میں کس قسم کے جذبات تھے اُسکا حال صرف بانئے اسلام یا اُن کے چار خلیفوں کو معلوم ہوگا - گو انصاف پسند صوفی اپنے بے نظیر کتابیں، ایک موقع پر دبے ہوئے لفظوں میں حضرات صحابہ کی اخلاقی حالت کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ وہ عربی رسول کے عکس اور سایہ سمجھے جاتے ہیں محقق کو اصلیت تک پہونچنے میں تھوڑی سی مدد مل جاتی ہے - حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:-

چوں صحابہ جاہ و حشمت یافتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

یہ الفاظ ہمارے نہیں ہیں وہ ایک ایسے بزرگ کے کلام ہیں جن کی مسلمان سب سے زیادہ عزت کرتے ہیں - ان سے کچھ حقیقت اور اصلیت کا پتہ مل جاتا ہے - مگر ہم پھر بھی اس پر مزید بحث نہیں کرنا چاہتے +

اسلام کی جابرانہ کارروائیاں

اسلام ایشیا کے جن ملکوں میں گیا - بادسموم کا جھونکا ثابت ہوا - قدیم تہذیب کی دیوار بیخ و بنیاد سے اوکھڑ گئی - اور اس کی جگہ جو پودہا نصب کیا گیا - اس کے لگانے میں ہزاروں قسم کے ناجایز و جابرانہ کارروائیاں عمل میں آئیں - مکان جلائے گئے - معبد و مندر مسمار کرائے گئے - شہر اور قصبے لوٹے گئے - کتب خانوں کو آگ دیدی گئی - ایک ایک

اسلام کا سلوک ہندوستان کے ساتھ

وقت لاکھوں کی تعداد میں آدمی قتل کئے گئے۔ معصوموں کی عورتیں اور لڑکیاں زبردستی چھینی گئیں۔ مرد اور لڑکے یا تو غلام بنا کر مویشیوں کی طرح بازاروں میں بکے یا سب بیدردی سے تہہ تیغ کیے گئے۔ دنیا میں مذہب کی شکل میں جو اودھم اسلام نے کیا وہ کبھی تواریخ میں پہلے سننے میں بھی نہیں آیا۔

ہندوستان پر گوروں کا احسان

ہمارے ملک میں اسلام کی سخت گیری اور جبر و تعدی کی یاد اب تک دلوں سے نہیں بھولی۔ اب تک ظلم و ستم کی داستانیں نہ صرف تواریخوں میں محفوظ ہیں۔ بلکہ جس شہر کے قدیم مندروں کو دیکھئے وہ زبان حال سے اب تک اسلام کے جور و ظلم کی فریاد کرتے ہوئے ملینگے ان سب واقعات کی بالتوضیح صراحت کرنا فضول ہے۔ مگر ہم جس خیال کو لیکر اس رسالہ کی ترتیب دے رہے ہیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عہد کی تواریخ پر کچھ براہ نام روشنی ڈالی جائے تاکہ پڑھنے والے کم از کم اتنا سمجھ جائیں کہ پنجاب کے گوروں کے وجود کا سبب مسلمانوں کا جور و ستم ہے۔ ہم ان باتوں کو کسی کے دل دکھانے کی نیت سے نہیں لکھ رہے ہیں۔ ایشور معاف کریں۔ اس سے زیادہ کمینہ خیال اور کیا ہو سکتا ہے! مطلب صرف یہ ہے کہ لوگ اس کو پڑھ کر کم از کم اتنا سمجھ جائیں کہ گورو صاحبان کی تعلیم کس قدر بابرکت ثابت ہوئی اور انہوں نے کیسے وقتوں کے ساتھ مخالف خیالات کا مقابلہ کر کے پنجاب کے ہندو قوم کی ہستی کو مرنے دفنا ہونے سے بچا لیا۔
کیانی بادشاہوں کی تہذیب ملیا میٹ ہوگئی۔ رستم اور زال کی طاقتور

نسل جو ایران و افغانستان میں بستی تھی۔ اسلام کی لپیٹ میں آکر نیست
و نابود ہو گئی۔ تُرک، و تاتار۔ مغل وغیرہ کے ابائی مذہبوں کا کہاں پتہ ہے
مگر ہم اب تک موجود ہیں۔ اس کا خاص سبب گورو صاحبان کی اعلےٰ
مقدس تعلیم ہے۔ ابتدا میں پنجاب میں اسلام کی سپرٹ آئی۔ اگر پنجاب
پامال ہو جاتا تو ہندوستان کے اور حصوں میں بھی وبا پھیل جاتی۔ مگر
گورو صاحبان کی برکت سے اس نے کل ہندوستان کے لئے شہر پناہ
کا کام دیا۔

اسلام کے ابتدائی حملے

سب سے پہلے اس ملک میں خلیفہ ولید نامی مسلمان سنہ ۷۰۵ء
میں آکر خوب نوچا کسوٹا۔ پھر خلیفہ مامون آیا۔ مگر اس نے شکست فاش
کھا کر پھر یہاں دوبارہ حملہ نہیں کیا۔ اور قریب ڈیڑھ سو برس تک پھر
امن و امان رہا۔ اس کے بعد سنہ ۹۷۷ء میں محمود سبکتگین حملہ آور ہوا۔
جے پال دہلی کا راجہ تھا شکست کھا گیا۔ سبکتگین تو لوٹ مار کر چلا گیا۔
جے پال کو اپنے ملک کی محفوظیت کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں آراستہ
کیں۔ جے پال نے خود غزنی میں جا کر حملہ کیا۔ نتیجہ خراب ہوا جے پال
پکڑا گیا۔ مگر اس زمانہ کا ایک مورخ لکھتا ہے۔ ہندو اس وقت تک اپنی
قومیت کو سمجھتے تھے۔ عورتیں چرخہ کات کر اس کی آمدنی راجہ کو لڑائی کے
وقت پہونچاتی تھیں۔ بعضوں نے ناک کے نتھ تک بیچ کر ملک کی
حفاظت کے خیال سے مدد دینا دھرم کا کام سمجھا تھا۔ چھوٹے چھوٹے
کشتریوں کے لڑکے لڑائی میں عمداً شوق سے شریک ہوتے تھے مگر افسوس!
کیا اب بھی ہم میں وہ دیش بھگتی ہے!

ہندو مسلمانوں میں ملتان کے میدان میں سخت معرکہ ہوا۔ ہندو کمزور ہو چلے تھے۔ مارے گئے۔ جے پال شرم سے چتا پر بیٹھ کر جل گیا۔ سبکتگین بیس برس تک متواتر اس دیش کو لوٹتا رہا۔

محمود غزنوی کے حملے

سبکتگین کے بعد محمود غزنوی نے سنہ ۱۰۰۱ء میں متواتر حملہ کئے۔ اس کے حملوں میں ہزاروں لاکھوں مرد و عورت خانماں آوارہ ہوئے۔ لاکھوں مندر توڑے گئے کروڑوں کا مال لوٹ لیا گیا۔ کہتے ہیں تیسرے حملہ میں جوالامکھی کے مندر سے ساٹھ لاکھ مہر۔ سات سو من سونا و چاندی کی اینٹیں۔ دو سو من سونا خالص تیس من جواہرات موتی مونگے ہیرے اس کے ہاتھ لگے۔ اس کا پانچواں حملہ کورکشتر پر ہوا۔ شہر کو آگ لگا دی اور کثیر التعداد ہندوؤں کو غزنی پکڑ لیگیا۔ آٹھویں حملہ میں جو متھرا پر ہوا تھا۔ یہی سلوک کیا گیا۔ اور پینتیس ہزار آدمی پکڑ لیگیا۔ اس کا سب سے ہولناک حملہ پٹن سومنات کا ہے۔ جس میں لاکھوں گھر تباہ ہو گئے۔ اور بڑی دولت لوٹ میں ملی۔

محمد غوری کے حملے

محمود کے پیچھے محمد غوری کی فوجکشی میں ہندوستان کا آخری مہاراجہ پرتھوی راج مارا گیا۔ اُس وقت سے ہمیشہ کے لئے اس بدنصیب دیس کی پیٹھ ٹوٹ گئی۔ اور اس کا کوئی ولی وارث نہیں رہا۔ محمد غوری نے بھی قنوج وغیرہ کے لوٹنے اور ہندوؤں کے ستانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

پٹھان اسلامی سلطنت

اب تک تو ہندو قوم کا کوئی نہ کوئی سرتاج تھا۔ اور یہ حملہ آور صرف مار دھاڑ۔ لوٹ پاٹ کر کے چلے جایا کرتے تھے۔ اب جب کہ

قوم کا کوئی سردار نہیں رہا تو محمد غوری کا ایک غلام دہلی کا شاہنشاہ بن بیٹھا۔ اور یکے بعد دیگرے بہتّے مسلمان بادشاہ اس سلسلہ میں دہلی کے تخت پر بیٹھے ہندوں کو ستانا۔ ان کے مندر گرانا۔ مال و اسباب لوٹنا ننگ و ناموس کو برباد کرنا۔ ان کا ایک طرح پر مذہبی اصول بنگیا۔ اس نامبارک عہد کی تواریخ خون کے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ نہ صرف معصوم اور بیگناہ ہندؤں کے ستانے ہی کی قسم کھا کر آئے تھے۔ بلکہ بد اخلاق ہونے کی وجہ سے اکثر بادشاہوں نے اپنے چچا کو ہاتھ سے قتل کیا۔ باپ کو اندھا کر کے قید میں رکھا۔ سارے بھائی اور اُن کی اولاد کو تلوار کے گھاٹ پر اوتارا۔ اور خون کی سیڑھیوں پر قدم جماتے ہوئے تخت پر نشمست کی۔ غلام۔ خلجی۔ تغلق۔ سید۔ مغلیہ۔ غرضیکہ کوئی بھی ایسا خاندان نہیں ہوا۔ جس نے ہندؤں کے ناحق ستانے میں سرگرمی سے کام نہ لیا ہو۔ ان میں صرف ایک جلال الدین اکبر ایسا بادشاہ بیشک ہوا ہے۔ جس میں کٹرپن اور تعصب نہیں تھا۔ ورنہ سب کے سب ہندؤں کے لیۓ ایک مزاج اور ایک قسم کے تھے اورنگ زیب کے زمانہ میں ظلم کا پیالہ لبریز ہوا۔ جور و ستم کی حد ہو چکی۔ اور اسی وقت تعلیم کا وہ سلسلہ جس کی ابتدا گورو نانک صاحب سے ہوئی گورو گوبند سنگھ صاحب کی قابل تعظیم و پاک شخصیت میں مکمل ہو گئی اور مسلمان سلطنت کی بنیاد نہ صرف لغزش میں آگئی۔ بلکہ اُس کی جڑ کھوکھلی کر دیگئی اور پرماتما نے ان سے حکومت چھین لی۔

ایک ایک بادشاہوں کے ظلم کے واقعات کو کوئی کہانتک بیان

اسلامیہ مورخین کے بیانات

کرے کتابوں کی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اس لئے ہم ان سے درگذر کر کے ہندو مورخین کے بیانات کو یہاں دیدہ و دانستہ شامل نہیں کرتے صرف مسلمان مورخین کے مستند نوشتہ جات سے دکھلانا چاہتے ہیں کہ ہماری قوم نے کیسی کیسی مصیبتوں کو برداشت کر کے اپنی ہستی قایم رکھی ہے۔

غیاث الدین کا ظلم

غیاث الدین کا ذکر ہے۔ اس نے رانا مل بھٹی کی خوبصورت لڑکی کا حال سنکر اس کو سخت ستایا۔ ایک مرتبہ جیسلمیر میں آٹھ ہزار راجپوت عورتیں ایک ساتھ اس کے حملہ کے وقت چتا پر بیٹھ کر جل گئیں۔ دوسری دفعہ اسی طرح کے جوہر کے وقت چوبیس ہزار معصوموں نے آگ میں جلکر اپنی عصمت کو دھبہ سے بچایا۔ فیروزشاہ کے زمانہ میں ٹیکس کی وہ بھرمار تھی کہ لوگ بمشکل گذران کر سکتے تھے۔

تیمور کا ظلم

تیمور کا حال سنیئے اُس نے دیال پور کے پانچ ہزار۔ اجودھیا کے چودہ ہزار۔ بنارس کے تیس ہزار ہندوؤں کو محض بت پرستی کے الزام میں قتل کر دیا تھا۔ ان سب مقتولوں کے لڑکے بالے۔ عورت اور بچوں کو غلام اور لونڈی بنایا۔ بھٹنیر کے شہر میں ایک موقع پر جب محصول کے معاملہ میں تکرار ہوئی تو اس نے انتیس ہزار ہندؤں کو مکان میں قید کر کے آگ لگا دی۔ ان میں سے دس ہزار آدمی بھاگ نکلے۔ ان کو پکڑوا کر سرد مہری سے قتل کرا دیا۔ لوگ زندگی سے بیزار ہو رہے تھے۔ کتنے آدمی پہلے اپنے بچوں کو زہر کھلا کر پھر خودکشی کر بیٹھتے تھے۔ اس نے ایک لاکھ پچیس ہزار ترکی سپاہی اس لئے رکھے تھے کہ ہندوؤں کو لوٹا کریں دستیاب

چند دنوں کے بعد اُن کے پاس اتنی دولت اکٹھا ہوگئی کہ پھر وہ نوکری چھوڑ چھوڑ کر اپنے اپنے ملک کو چلے گئے - وہ کہا کرتا تھا- میں بادشاہی کرنے کو نہیں آیا- صرف ہندوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے آیا ہوں اس نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہندو قتل کئے- میرٹھ کے حملے کے وقت کتنے مندر توڑ ڈالے ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے سے ہمیشہ عار تھا- یہ زبردستی ان کے منہ میں گائے کا گوشت ڈال کر بیدین کروایا کرتا تھا- تزک بابری میں لکھا ہے- جو ہندو لڑائی میں گرفتار ہوکر آتے تھے وہ بادشاہ کے سامنے قتل کئے جاتے تھے- ایک مرتبہ اتنے آدمی مارے گئے کہ بادشاہ کو اپنی قیام کی جگہ تبدیل کرنی پڑی- ہندوستان میں جو جابجا ویران ٹیلے نظر آتے ہیں- یہ اسی وقت کے ظلم کی یادگاریں ہیں یہ سب آباد شہر تھے- اب اجاڑ ویرانے ہیں-

ہندوستان کے قدیم شہر کیسے آباد تھے- ایک مورخ لکھتا ہے-

قنوج ویران

قنوج میں بتیس ہزار صرف تنبولیوں کی دوکانیں تھیں- شہاب الدین نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی- اب وہ قنوج کہاں رہا!

متھرا تباہ

متھرا پچیس مربع میل آباد تھا- محمود غزنوی نے اس کو اجاڑ کر زمین دوز کر دیا- محمود کا میر منشی ایک مندر کی نسبت لکھتا ہے- ایسے مندر کی تعمیر میں کروڑوں دینار خرچ ہوئے ہونگے- اس کی شان و کت کے بیان میں زبان قاصر ہے- محمود شاہ کے ہاتھ میں یہ مکان کیا لگا- دولت کی کان مل گئی - فوج نے اتنا لوٹا کہ سب کے دل کو آسودگی ہوگئی-

بہلسا کا مندر

بہلسا کا مندر ایک سو پچاس گز اونچا- اور آدھا کوس چوڑا تھا

متعدد سالوں میں یہ کروڑوں روپئے خرچ کر کے بنایا گیا ہوگا۔ اس کو شمس الدین نے خاک میں ملا دیا۔ امیر خسرو لکھتے ہیں اس شیوالہ کے توڑنے میں لاکھوں آدمی مارے گئے۔ خون کی ندیاں بہہ نکلیں کروروں کے جواہرات ہاتھ لگے۔ دیواروں کے نقش ونگار میں جواہرات اور قیمتی پتھر لگے تھے۔ اس کی جگہ مسجد بنائی گئی جو اب تک موجود ہے۔

محمد موسےٰ اپنی کتاب تواریخ سندھ میں لکھتا ہے محمد قاسم نے جب شمس آباد کو اُجاڑا تو لاکھوں ہندؤں کو جان سے قتل کیا بیس ہزار ہندو غلاموں کی حیثیت میں بغداد بھیجے گئے۔ اُن کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں جو شاہی نسل سے تھیں۔ جب بغداد کے خلیفہ نے ان کو اپنے حرم میں رکھنے کا ارادہ کیا لڑکیوں نے کہا "حضرت! ہم کو محمد قاسم نے خراب کر دیا ہے۔ حرم سرا میں رہنے کے قابل نہیں ہیں"۔ خلیفہ نے غصہ میں آکر حکم دیا "محمد ابن قاسم کی کھال زندہ کھینچی جائے اور اس کو بیل کی کھال میں بند کر کے بھیجدیا جائے"۔ ایسا ہی ہوا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر لڑکیاں کھل کھلا کر ہنس پڑیں "حضرت! یہ کیا کیا؟ ہم کو تو دھوکے وفریب سے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کرانا تھا۔ مگر آپ نے دانائی سے کام نہیں لیا۔ اس نے ہماری عصمت دری نہیں کی تھی" بادشاہ کو سخت تعجب ہوا اور ان کو بھی اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

میر معصوم اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ملک سندھ کے بھاٹیا۔ لوانا۔ جاٹ کوریوں وغیرہ کے لئے خلیفہ عمر کا حکم تھا۔ نہ اچھا کپڑا پہنیں نہ اچھا کھانا کھائیں۔ نہ گھوڑے پر سوار ہوں نہ دو منزلے مکان بنوائیں

محمد قاسم کا ظلم

خلیفہ عمر کا قانون

خوبصورت لڑکے لڑکیوں کو گھر میں نہ رکھیں یا تو بادشاہ کی نذر کردیں۔ یا کسی مسلمان کو دیدیں ÷

چچنامہ کی گواہی

تواریخ چچنامہ میں مرقوم ہے۔ کہ جب سندھ دیش کا قلعہ راوڑ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ وہاں تین ہزار ہندو مرد و عورتوں کو قید کر کے غلام و لونڈی کی حیثیت میں خلیفہ ولید کے پاس بغداد بھیجا گیا۔ ان میں سے کچھ تو فروخت ہوئے۔ کچھ مسلمانوں کو انعام میں دیدیئے گئے خلیفہ ولید نے بغداد سے محمد ابن قاسم کو لکھا۔ تم سے جہانتک ہو سکے۔ کافروں کو چین نہ لینے دو۔ جیسے ہو سکے مسلمان بناؤ۔ اگر نہ مانیں قتل کرو۔ اس نے اس طرح حکم پاکر شہر دیپالپور کے تمام بڑے بڑے مندر مسمار کرا دیئے اور لاکھوں روپیہ کی دولت بغداد کو بھیجی۔

تیمور کا روزنامچہ

تیمور شاہ اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے" ہندوستان میں آنے کا میرا مطلب یہ ہے کہ اول ہندوؤں کو مسلمان بنایا جائے۔ دوسرے ان کا مال لوٹ کر مسلمانوں کو دیا جائے" مسلمان مورخین لکھتے ہیں کہ جب تیمور کو پتہ لگا کہ سارے قیدی کافر ہیں۔ تو ان میں سے ایک لاکھ کو چن کر قتل کر دیئے"۔

اورنگ زیب کا ظلم

اوپر کے بیانات صرف معدودے چند ہیں۔ مسلمانوں کے ظلم کا پیالہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں چھلک اوٹھا۔ بلکہ ایسا کہنا چاہیئے۔" بنیاد ظلم در جہاں اول اندک بود۔ ہر کہ آمد بران مزید کرد اورنگ زیب از ہمہ ظالمان گوئے سبقت برد" اس بادشاہ کا عہد تھا۔ جب سوا من جنئو اُتروا لیتا تو صبح کا ناشتہ کھایا کرتا تھے

پر چندن لگانا منع تھا۔ جس طرح سکندر لودی نے ایک براہمن کو محض
اس بات کے کہنے پر کہ ہندو مسلمان دونوں کا دین سچا ہے۔ زبان کٹوا کر
قتل کرایا تھا۔ اسی طرح اورنگ زیب نے رگھوناتھ جوگی کے ساتھ سلوک
کیا۔ پہلے اس کو مسلمان ہونے کی لالچ دی۔ مگر جب اس نے نہیں
مانا تو قتل کروا کے اس کا سر دہلی کے چاندنی چوک میں لٹکا دیا گیا۔

گورو تیغ بہادر جن کا بیان آگے آویگا اس کے ظلم کی دوسری مثال
ہے۔ اورنگ زیب کے وقت میں ہر مہینہ سینکڑوں کا نو زبردستی
مسلمان کئے جاتے تھے۔ راجپوت۔ جاٹ۔ لوانے وغیرہ سب اسی
وقت کے مسلمان کئے ہوئے ہیں۔

اورنگ زیب نے ہندوؤں پر جو ظلم کئے ہیں۔ اُن کو یاد کر کے
ہندو اب تک آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں۔ مگر اس کا ظلم اوروں پر کیا کم ہوا
ہے؟ اس نے اپنے باپ شاہجہان کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اندھا کر
دیا۔ اور اس کے جیتے جی تخت چھین کر اس پر قابض ہو بیٹھا۔ داراشکوہ
جس نے اُپنشدوں کا ترجمہ فارسی میں "سترِ اکبر" کے نام سے
کیا تھا۔ اور جو کسی حد تک ہندوؤں کے مذاہب کی تعظیم کرتا تھا جلاد
کے سپرد کیا گیا۔ شجاع و مراد جو اورنگ زیب کے حقیقی بھائی تھے۔ دھوکے
سے پکڑے گئے اور مار دیئے گئے۔ اس نے کتنے سادھوؤں اور فقیروں کو
بے قصور ہلاک کیا۔

سرمد ایک مسلمان صوفی فقیر تھا۔ عشق الٰہی میں مست رہ کر
ننگ دھڑنگ پھرا کرتا تھا۔ اورنگ زیب کی نگاہ اس پر پڑی۔ قاضی کو حکم دیا

رگھوناتھ کی شہادت

گورو تیغ بہادر کی شہادت

شاہجہان اور اس کی اولاد

اس شریعت کے دشمن کو کہو لباس پہنے۔ شاہی حکمنامہ جلدی ہوا سرمد نے پڑھ کر قلم اٹھائی اور اس کی پشت پر یہ رباعی لکھدی۔

٭ آں کس کہ ترا کُلاہ سلطانی داد
مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کہ را عیبے دید
بے عیباں را لباس عُریانی داد

اور لباس کو واپس کر دیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت غضب میں حکم دیدیا کہ دار پر دو۔ سرمد معصوم جس کو مسلمان بھی ولی کامل کہتے ہیں منصور کی طرح ناحق اسلام کے ظلم کا شکار ہوا۔ شاہزادہ دارا شکوہ بھی اس سرمد کا معتقد تھا۔

کوئی کہانتک بیان کرے۔ ان بادشاہوں کے ظلم کی دردناک کہانیاں جن کو دیکھنی ہوں۔ خود مسلمانوں کی تواریخ فرشتہ۔ تزک بابری چچنامہ۔ تواریخ خفی خان وغیرہ کو مطالعہ کرے۔

یہ سب حالات مسلمان مورخین بڑے ذوق شوق اور خوشی سے لکھے ہیں سوائے خفی خان کے جس کا اصلی نام غالباً دنیا کو معلوم نہیں ہوا۔ سب کو مسلمان بادشاہوں کے ایسے جابرانہ۔ ظالمانہ اور قاہرانہ کارروائیوں پر ناز تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو شخص کافر ہندوؤں کو اس طرح ستاتا تھا اس کے نام بہشت کا استمراری پٹہ لکھدیا جاتا تھا۔ حور و غلمان خدمت کے لئے بہشت میں ملتی تھیں دنیا میں عمدہ عیش و آرام کی زندگی نصیب ہوتی تھی۔ یہ صرف دین اسلام ہی ہے جس میں بندگانِ

٭ ترجمہ جس نے تجھ کو تاج شاہی اسی نے مجھ کو اسباب پریشانی دیا۔ جس میں عیب دیکھا
لباس پہنایا۔ بے عیبوں کو [illegible]

خدا کے اس طرح بیرحمی سے قتل کرنے ستانے اور لوٹنے پاٹنے کا حکم ہے۔ اے خدا! کیا سچ مچ اس دین کی ابتدا تجھ سے ہے! سوچنے و سمجھنے والے جان سکتے ہیں کہ اسلام کا حق مذہب کہلانے کا کس حد تک ہے۔ یہ مسلمان مورخ اس طرح ان کارروائیوں پر اترائے ہیں۔ جس کا حد و حساب نہیں۔ مگر ان کی تحریر کو پڑھ کر اب اس زمانہ کے لوگ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسلام اپنی جور و تعدی کے سیلاب میں کس طرح بربادی مچاتا ہوا آیا تھا۔ باغ جنگل ہو گئے۔ ہری بھری کھیتی اجاڑ ہو گئی۔ زرخیز زمین بنجر بن گئی۔ تندرستی کے لالے پڑ گئے۔ موت کا خوف ہر وقت سامنے رہنے لگا۔ ننگ و ناموس۔ جان و مال سب خطرہ میں تھے۔ قحط و وبا عالمگیر تھے۔ مندر ڈھائے گئے۔ معصوم جاتری جاترا کے وقت ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں مار دیئے جاتے تھے۔ کوئی اپنے مذہبی رسم کو ادا نہیں کر سکتا تھا۔ شادی بیاہ کے وقت سب کو ڈر رہتا تھا۔ لوٹ پاٹ کا وہ عالم کہ ایشور کی پناہ۔

ہندؤں نے جس جوانمردی اور ہمت سے ان سب ظلموں کے سیلاب کو اپنے سر سے گذر نے دیا اور اپنی ہستی کو قایم رکھا وہ دراصل اس بدنصیب قوم کے سخت جان ہونے کی دلیل ہے۔

مسلمان بادشاہوں نے جو ظلم کئے۔ اس کا سبب اور کوئی نہیں تھا۔ صرف مذہب کی غلط تعلیم اس کی بنیاد میں تھی۔ اور جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے جب مذہب کا رُخ مفسدہ پردازی کی طرف ہوتا ہے تو پھر دنیا میں فساد خرابی و تباہی کی جو وارداتیں نہ ہوں وہ

ایشور کی مدد

تھوڑی ہیں۔

ایسے وقت میں دھرم کا ابھاو ہو جاتا ہے۔ انصاف کا خون ہوتا ہے۔ ناحق کو حق پر غلبہ ملتا ہے۔ اور جب ایسی حالت آتی ہے مظلوم معصوم اور مفلوک بندگانِ خدا کی فریاد کی آواز اوپر جاتی ہے۔ اور ایک ایسی عجیب و غریب طاقت خود بخود اپنا ظہور کرتی ہے۔ جس کو دیکھ کر ظالموں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔

بہ ترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

شری کرشن بھگوان ارجن کو اپدیش دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति
भारत। अभ्युत्थानम धर्मस्य तदा-
त्मानं सृजाम्यहम् ॥ ७॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दु-
ष्कृताम् धर्म संस्थापनार्थाय संभवा-
मि युगे युगे ॥ ८॥

ترجمہ۔ اے بھارت! جس وقت دھرم کی گلانی اور دھرم کا ابھاو ہونے لگتا ہے۔ اسی وقت میں سادھوؤں کی رکشا کے لئے و دُشٹ آدمیوں کے مارنے کے واسطے میں اپنے کسی ایک شریر کو دھارن

کرتا ہوں "

گورو نانک صاحب اور ان کے سلسلہ کے دیگر گورو صاحبان کو اسی قسم کی پاک شخصیتیں سمجھنا چاہئے۔ بھائی گورداس جی نے ٹھیک کہا ہے :-

"سُنی پکار۔ داتار پربھو گورو نانک جگ ماہنہ پٹھا ئے"

یعنی پرماتما نے بھگتوں کی فریاد سُنی اور گورو نانک کو جگت میں بھیجا تاکہ ظلم کی جڑ کاٹ دیجائے اور ایشور کے بندوں کو ظلم سے نجات ملے۔ یہ کام کس طرح عمل میں آیا۔ گورو صاحبان کی تعلیم اور زندگی کے مطالعہ اور اس بدنصیب آفت زدہ ملک کے حالات پڑھنے سے واضح ہوگا۔ اس کی ابتدا صلح کل کے اصولوں سے ہوئی۔ بعد کو اس کی حالت میں تبدیلی آتی گئی نانک مجسم راستی مجسم صلح پسندی اور مجسم نیکی بن کر آئے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیم نیک خیالات سے بھری ہوئی ہے۔

گورو صاحبان نے تعلیم کا جو سلسلہ جاری کیا تھا۔ وہ ہر طرح کے تعصب سے بری ہے۔ سوائے بنی نوع کے روحانی اصلاح کے اور کسی طرح کا خیال ان کے دلوں میں متحرک نہیں ہوا تھا۔ انسان کا دل خاص قسم کا برتن ہے اس میں جیسے خیالات بھر دیئے جاتے ہیں وہی جھلکتے اور باہر نکلتے رہتے ہیں جسطرح خیالات کی کثافت و تنگدلی کی وجہ سے اسلام نے تمام دنیا کو زیر و زبر کر دیا تھا۔ گورو صاحبان نے بھی ابتدا میں اپنی تمام کوشش خیالات کی مدد سے انسان کے دل و دماغ کی اصلاح کی طرف رجوع کی۔ اُن کے کلام حقانیت کے مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی ایک شبد کو

گورو صاحبان کی تعلیم

لے لو۔ وہ علم معرفت۔ روحانی غوامض اور اسرار الوہیت سے بھرا ہوا ملیگا۔ وہ سب کے سب عشق الٰہی سے مامور تھے۔ اس وجہ سے اُن کے کلام بھی اتنے موثر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں کسی خاص فرقہ یا خاص نسل انسان سے خصومت ہو۔ سب کو وہ ایشور کا بال بچا سمجھتے ہوئے ہدایت اور رہبری کے کام میں سرگرمی سے مصروف رہے۔ گو اصلیت کی تعلیم کی طرف ان کی توجہ ہمیشہ مبذول رہی۔ مگر دلآزاری کے خیال سے سخت پرہیز سے اور پریم بھگتی سے بھرپور ہونے کی وجہ سے کہیں بھی اُنہوں نے سختی کے ساتھ کسی خاص عقیدہ کا کھنڈن نہیں کیا۔ وہ جانتے تھے جب انسان اصلیت کی طرف جُھکیگا۔ خود فروعات سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ یہ خصوصیت آپ کو گورو نانک کی تعلیم کے سلسلہ میں نظر آویگی۔ اُن کی تعلیم خلاصہ تھی یوگ۔ ویدانت۔ اور نیاد کی۔ تصوف اس کی روح رواں تھی۔ پرماتما کے پریم کے سوا اور کسی بات کا اس میں شمول نہیں ہے۔ وہ نورتی مارگ ہے پرورتی سے کم تعلق رہا ہے۔ مگر وہ اس سے خالی بھی نہیں ہے۔ بے تعصبی و انسان کے دل کا ہر وقت خیال رکھنا یہ اصول نانک صاحب کے سلسلہ تعلیم میں زیادہ خصوصیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہوا ملیگا۔ وہ اس قسم کے گیانی تھے جن کی اصل کی طرف نگاہ رہتی تھی۔ فروعات کو اکثر نظر انداز کرتے تھے۔

وہ زمانہ بھی ایک خاص قسم کا وقت تھا تصوف کی لہریں۔ اسلام کے جور و ستم کے ساتھ ساتھ تمام دنیا میں پھیل گئی تھیں۔ اسلام تصوف کا دشمن بنکر آیا تھا۔ جب وقت اس نے پارسی مذہب کی دیوار کو منہدم

تصوف کی لہریں

کیا جو اصل میں آریہ دھرم کی ایک شاخ تھا۔ اس کو سخت ٹھوکر کھانی پڑی پارسی مذہب کے کرم کانڈ کو موت نصیب ہوئی مگر اس کا تصوف زندہ رہا جسم کو ظلم نے پائمال کر دیا۔ مگر روح لافانی تھی۔ اس کے لئے دوسرا جسم بنانا لابدی تھا۔ وہ پارسیوں سے نکل کر اس طرح اسلام سے چمٹ گئی جیسے کسی کو بھوت لگتا ہے۔ اور اسلام کی ساری شنخی کو کرکرہ کر کے اس کا پیوند بنگئی اور اس طرح اس سے بدلہ لیا۔ اسلام مردم پرستی پیر پرستی سلف پرستی کے برخلاف علم بلند کر کے نکلا تھا۔ مگر دیکھئے کیا نتیجہ ہوا؟ گو پارسی مذہب کے جسم پر اس کو غلبہ مل گیا۔ مگر اُس کا علم تصوف کس طرح آجتک کام کرتا ہے۔ یہانتک کہ اس کی تمام باتیں موجود ہیں اور کوئی سُنّی مسلمان پکا مسلمان اور دیندار نہیں سمجھا جاتا جبتک کسی صوفی کے ہاتھ جو اصلیت کے لحاظ سے پارسی ہے بیعت نہیں کر لیتا۔ آدمی پرستی۔ اسلام کی جان بنگئی۔ کس کو طاقت ہے کہ اس کو اس سے علیحدہ کر سکے۔ پارسی صوفی جو مسلمان بنگئے تھے۔ قرآن کی آیتوں کو لیکر صوفیانہ طرز میں اس کی تاویل شروع کی۔ اور اسلام پر اپنا سکہ بٹھا کر کس تمسخر کے لہجہ میں شرعی و اصلی مسلمانوں کے ساتھ مخول کرتے ہیں

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند

روز و شب در لق لق و در زق زق اند

تو چہ دانی سرِّ حق از جاہلی

تو گرفتاری ابو بکر و علی

ترجمہ۔ یہ دنیا والے کافر مطلق ہیں جو رات دن بکواس مارتے

رہتے ہیں تو اپنی جہالت سے خدا کا بھید کیا جانیگا تو ابو بکر و علی کا پابند ہے۔

صوفیوں کا دعویٰ — صوفیوں کا دعوےٰ ہے۔ حقیقت کا جوہر صرف ان کے ہاتھ میں ہے۔ مغز حقیقت کے وارث صوفی ہیں۔ خشک ہڈی کے لئے لڑنے جھگڑنے والے اور لوگ ہیں۔

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

ترجمہ۔ میں نے قرآن سے مغز نکال لیا۔ اور ہڈیاں کتوں کے سامنے ڈال دیں۔

اسلام میں تبدیلی — اسلام وہ اسلام نہیں رہا جو عرب سے نکلا تھا۔ پارسیوں نے اپنا بدلہ اس سے لے لیا۔ صوفی مذہب نے کس شکل میں مرشد پرستی کی تعلیم دی ہے۔ وہ ذیل کے دو ایک اشعار پر غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آجاویگا۔ وہ چھپے ہوئے لفظوں میں قرآن و قرآن کے تمام قیود سے انسان کو آزاد کرتے ہیں۔ صرف مرشد کی خدمت میں رہ کر بالواسطہ اس سے سینہ بسینہ تصوف کے علم کا سکھلانا مقصود ہے۔ مولوی روم فرماتے ہیں:-

در بشر روپوش کردست آفتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
گو نشین اندر حضورِ اولیا

ہمنشینی ساعتے با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ ۔ انسان میں آفتاب چھپا ہوا ہے تو سمجھ لے اللہ اعلم بالصواب

جو کوئی خدا کی قربت کا خواہشمند ہو اس سے کہو اولیا کی صحبت اختیار کرے۔ اولیا کی صحبت میں ایک ساعت بیٹھنا سو برس کی خالص بندگی سے بہتر ہے۔

مسجد اور کعبہ کی برخلاف کس زوردار پیرایہ میں اُن کی تعلیم دی گئی ہے کیا مزے کا کھنڈن ہے جس سے شریعت والے مسلمانوں کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں۔

مسجدے ہست اندرون اولیا

سجدہ گاہِ جملہ ہست آنجا خدا

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

دل گذر گاہِ جلیل اکبر است

کعبہ بتگاہِ خلیل آذر است

ترجمہ ۔ مسجد (صرف) اولیا کا دل ہے وہی سب کا سجدہ گاہ ہے اور وہاں ہی خدا ہے۔ دل کو ہاتھ میں لا۔ یہی بڑا حج ہے۔ ایک دل ہزاروں کعبوں سے بہتر ہے۔ دل خداء اعظم کی گذر گاہ ہے۔ کعبہ خلیل آذر (بت تراش) کا بتخانہ ہے۔

صوفی کہتا ہے یہ ظاہری کعبہ بت پرستی کی جگہ ہے اور جو لوگ

مسلمانوں کے اکودپرستی اور زمزم پرستی وغیرہ سے واقف ہیں۔ وہ
سمجھیں گے کہ اوپر کا کلام کس حد تک درست ہے۔
مسلمان اس طرح صوفیوں کے زور کو دیکھ کر اس کی ابتدا حضرت
علی سے بتانے لگے مگر جنہوں نے پارسیوں کی کتابیں پڑھی ہیں۔
اور تصوف کی تواریخ سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ یہ بناوٹی
باتیں ہیں۔ تصوف کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تصوف اسلام
میں صرف پارسیوں کے چوبیس نسخہ جات سے آیا ہے۔ جو سفرنگ وساتیر
کی ایک جلد میں شامل ہیں۔ اور زردشت کی ژندجس کا ایک نامہ کہا
جاتا ہے۔ اسی طرح اس میں سکندر بادشاہ کا بھی ایک نامہ موجود ہے
جو حسب عقیدہ پارسیاں اس پر نازل ہوا تھا۔
اسلام کے داروگیر کو پارسیوں نے بھی جس تکلیف کے ساتھ
محسوس کیا ہے وہ اُن کے یاس اور سوز کے کلام سے ظاہر ہے محب
الوطن زندۂ جاوید فردوسی نے اپنے لافانی نظم شاہنامہ میں عجیب طرح پر پُرسوز
پیرایہ میں اپنے ہموطنوں کے خیال کو ظاہر کیا ہے!

زشیرِ شتر خوردن وسوسمار
عرب را بجائے رسانید کار
کہ مُلکِ عجم را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

ترجمہ۔ اونٹ کے دودھ پینے والے۔ اور نیولے (کا گوشت)
کھانے والے عربوں کو یہ حوصلہ ہوا کہ پارس (کے ایسے شایستہ ملک)

کی آرزو کریں۔ اے گردش کرنے والے آسمان تجھ پر لعنت ہے!

تصوف کے خیالات کی وہی لہریں رشیوں کے مقدس سرزمین میں بھی لہرا رہی تھیں۔ سب سے پہلے پرم سنت کبیر صاحب نے ان کو محسوس کر کے چاہا کہ ہندو و مسلمان دونوں کے لئے ایک مذہبی پلیٹ فارم بنا دیا جائے۔ اور ان کے بارہ شاگردوں نے جا بجا منتشر ہو کر سنت کی زندگی ہی میں دوارکا سے لیکر بنگال تک مدراس سے لیکر کشمیر تک ان خیالات کو دم کے دم میں پھیلا دیا۔ اور کثیر التعداد ہندو جو اسلام کے مادی اور غضبی سیلاب میں بہہ جاتے رُک گئے۔ وہ خیالات پنجاب میں بھی کثرت سے پھیل گئے تھے۔ اور جب ہم قابل تعظیم گورو صاحبان کے گرنتھ صاحب کے ورقوں کو اولٹتے ہیں تو صریح دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے ناموں سے نہ صرف ناآشنا ہی نہیں تھے بلکہ ان کے نام کی عزت بھی کرتے تھے۔ کننگھم صاحب سکھ تواریخ کا مصنف گورو نانک صاحب کو کبیر صاحب کا شاگرد بتاتا ہے اور ایک سنت نے بھی ایک جگہ لکھا ہے:۔

نانک نام کبیر متا ہے۔ سو گور پرگٹ جنائی
دھرو پرہلادیہی رس ماتے۔ شیو رہے تاڑی لائی

سنت کبیر صاحب اور گورو نانک صاحب کے زمانہ پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کبیر ان سے بہت پہلے پیدا ہوئے۔ کبیر صاحب کی پیدائش سمت ۱۴۵۶ بکرمی میں ہوئی۔ نانک صاحب ۱۵۲۶ میں پرگٹ ہوئے۔ کبیر صاحب کے تعلیم کا سلسلہ مندرجہ ذیل بادشاہوں

کے عہد میں برابر جاری رہا۔

محمود تغلق۔ ۱۳۹۴ء تا ۱۴۱۴ء

سید خضر خاں۔	۱۴۱۴	۱۴۲۱ -
مبارک شاہ۔	۱۴۲۱	۱۴۳۵ -
محمد شاہ۔	۱۴۳۵	۱۴۴۵ -
علاؤالدین۔	۱۴۴۵	۱۴۵۰ -
بہلول لودی۔	۱۳۵۰	۱۴۸۸ -
سکندر لودی۔	۱۴۸۸	۱۵۱۷ -
ابراہیم لودی۔	۱۵۱۷	۱۵۲۶

کہا جاتا ہے کہ کبیر صاحب ۱۲۰ برس کی عمر میں گپت ہوئے تھے۔

گورونانک صاحب کے ہمعصر بادشاہ حسب ذیل ہیں۔

سکندر لودی۔

ابراہیم لودی۔ اور

ظہیرالدین محمد بابر۔

اس سے ظاہر ہے کہ کبیر بہت پہلے گذرے۔ گورونانک صاحب اور ان کے گھرانے میں کبیر صاحب کی جو عزت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ طرز تعلیم۔ طرز اظہار خیالات۔ شبد۔ بانی۔ شغل واشغال۔ سب ایک طرح کے ہیں۔ علاوہ اور مہاتماؤں کے کبیر صاحب کے بھی بہت سے کلام گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہیں۔ جن کو لوگ شردھا اور بھگتی

سے پڑھتے ہیں۔

لیکن گورو صاحبان کی سوانح عمریوں سے بطور خود اس خیال کے متعلق تائیدی حوالہ جات نہیں ملتے۔ کہ آیا ان کو کبیر صاحب کے گھر سے فیض پہونچا تھا یا نہیں۔ اس لئے قطعی رائے قایم کرنا آسان نہیں ہے۔ تاہم یہانتک تو ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے کہ گورو نانک صاحب فقیر کامل تھے۔ کبیر صاحب کی طرح ولی مادرزاد تھے۔ لڑکپن سے ہی ان میں پرمارتھی بدھی تھی۔ اور اگر اُن کو ان سادھوں سے استفادہ ہوا ہو جن کو اُنھوں نے اپنی تجارت کا زر اصل نذر کیا تھا تو کوئی تعجب بھی نہیں۔ ممکن ہے۔ یہ سادھو کبیر صاحب کے گھرانے کے رہے ہوں۔ یا اور کوئی رہے ہیں۔ بہر حال یہ مضمون آیندہ زمانہ کے محققین کے لئے چھوڑ دینا مناسب ہوگا۔

گورو صاحبان نے بھی تصوف ہی کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ ان کا اصول صلح کل تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ وہ چاہتے تھے۔ انسان نیک و دھرماتما بنے۔ وہ خود جیوں کے اُدھار کیلئے پرگٹ ہوئے تھے۔ ہند و مسلمان دونوں ان کو پیارے تھے۔ کیونکہ دونوں اُن کی نظریں ایشور کے پُتر تھے۔ وہ مسلمانوں کے مخالف نہیں تھے اُن کا سدھار منظور تھا۔ لیکن جب اسلام کی زیادتیاں حد سے زیادہ تجاوز کرنے لگ گئیں۔ خلق خدا مصیبت میں گرفتار ہوئی۔ پرتھوی تراہ مان تراہ مان کرنے لگی۔ اور جب گورو تیغ بہادر صاحب کا بیجا خون گرادیا گیا۔ کو تار کو زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ اس خون کی ایک ایک بوند

سے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں سنگھ پیدا ہو گئے - ان میں سلسلہ کے آخری گورو۔ گورو گوبند سنگھ صاحب بھی تھے جن کے نام کا ترجمہ اردو زبان میں "شیر خدا" ہے - اور یہ تمام شیر۔ "شیر خدا" کے زیر ماتحت سنگھ ناد کرتے ہوئے جب میدان میں آئے - جور و ستم کی جڑ ہمیشہ کے لئے کٹ گئی - پھر از سر نو شانتی کا راج قایم ہوا اور گوروں کی تعلیم کا مقصد اس طرح حاصل ہوا -

ان صفحات میں انہیں زندہ دل - زندہ جاوید - زندہ نام قابل تعظیم بزرگوں کے مختصر سوانحات قلمبند ہیں - جنہوں نے مردوں کو جلایا جلتی ہوئی زمین میں امرت کی بوندیں چھڑکیں - ڈرپوک - نکمے - بزدل گیدڑوں کو شیر مرد بنایا - جن کی وجہ سے پنجاب کی زمین سے گئی ہوئی زندگی پھر واپس آ گئی -

ایشور کرے - یہ مبارک نام ہم میں نئی روح پھونکیں - ہم سب - گورو صاحبان کا احسان مانتے ہوئے ان کے قدم پر چلیں اور آخری گورو کی مثالیہ زندگی سے مفید سبق سیکھتے ہوئے دینی و دنیوی مفاد کو پیش نظر رکھیں - کیونکہ اکیلا آتما بغیر جسم کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتا - اگر سینکڑوں پڑھنے والوں میں سے کسی ایک کے دل میں بھی یہ خیال مضبوطی سے قایم ہو گیا تو میں اپنی محنت کو مشکور سمجھونگا *

شیو

پنجابی سورما

پہلی پادشاہی

باب پہلا گورونانک صاحب

گورونانک صاحب کالو ویدی کے گھر ترپتا دیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے کالو کوئی بہت معزز آدمی نہیں تھا۔ پشتہا پشت سے اس کے خاندان میں پٹواریگری کا کام ہوتا چلا آیا تھا۔ وہ معمولی ہندی جانتا تھا۔ حد درجہ کا تلخ کلام۔ غصہ ور اور لالچی تھا۔ سفلی جذبات اسمیں اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرے تھے کہ اس کے حالات سننے والوں کو یقین بھی نہیں آویگا۔

مگر مالک کی شان! اس کے دونوں اولاد نانک اور نانکی دیوی دونوں سچے حق پرست اور شاندار طبیعت والے نکلے۔ قرینہ ایسا کہتا ہے کہ ان دونوں پاک شخصیتوں میں ماں کے اوصاف کا خمیر زیادہ تھا۔ کیونکہ مائی ترپتا نہایت نیکبخت۔ نیک چلن۔ خوشخو اور قناعت پسند تھی +

یہاں انسانی چال چلن کے مطالعہ کے لئے ایک نہایت موثر سبق ملتا ہے۔ نانک میں کالو اور مائی ترتپا دونوں کے اوصاف موجود تھے۔ جہاں ایک طرف ثابت قدمی مستقل مزاجی۔ اپنی بات پر قایم رہنے کی عادت یہ سب ان کو باپ کی طرف سے وراثت میں ملے تھے۔ دوسری طرف ان میں مائی ترتپا کی حق پسندی۔ پرماتما کی بھگتی۔ عجز و انکسار۔ عملی انسانی ہمدردی کے تمام علامات نمایاں صورت میں نظر آتے تھے

تحقیقات کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بیدیوں کی نسل کا تعلق شری رامچندر سے ہے۔ اور یہ اس لئے رگھو بنسی اور مہاراجہ اکشواکو کی اولاد ہیں۔ رام چندر جی مہاراج کے دو لڑکے تھے۔ لو اور کش۔ روایت (وِشت کتھا) سے معلوم ہوتا ہے ان اولوالعزم شہزادوں نے پنجاب میں آکر دو قصبے اپنے اپنے نام سے آباد کئے تھے۔ لو نے لوکوٹ (لاہور) اور کش نے کشاوتی (کشنور یا قصور) آباد کیا۔ ان کی اولا نیہاں حکومت کرتی تھی۔ اتفاق سے ایسا وقت آیا کہ کشاوتی کے راجہ کی نیت میں فتور واقع ہوا۔ اس نے فوج کثیر ساتھ لیکر لوکوٹ پر حملہ کر دیا۔ اس کے راجہ نے اپنی راجدھانی چھوڑ کر دکشن کے کسی راجہ امرت کی پناہ لی۔ امرت نے اس کو عزت و توقیر کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اور اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اور مرتے وقت اپنے راج کا وارث قرار دیا۔ امرت کی لڑکی کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام سدھی راؤ تھا۔ یہ حد درجہ کا عقیل ہونہار اور بہادر تھا۔ باپ کے مرتے ہی اس نے قرب جوار کے راجاؤں کو شکست دیکر اپنی سلطنت کو رونق دی۔ ایک وقت اس کے عروج کا سورج نصف النہار پر چمکتا تھا۔ دیوان نے کہا "راجن! مانا آپ بہت ملکوں کے راجہ ہو۔ مگر آپ کا باپ پنجاب کا فرمانروا تھا۔ آپ کے چچا نے صرف اس کا راج ہی نہیں چھین لیا۔ بلکہ جلاوطن کر دیا تھا۔ کیا ضروری نہیں کہ آپ اس سے اپنے باپ کا انتقام لیں؟" راجہ نے یہ بات مان لی اسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ لاہور

پرچڑھ دوڑا۔ کُش بنس کے اس راجہ کو شکست دی جس کا نام کل پتر تھا۔ اس کل پتر نے تخت وتاج سے محروم ہو کر مزید خونریزی کو ناحق اور فضول سمجھا۔ اور سنیاسی بن کر کاشی کا راستہ لیا۔ یہاں آکر اس نے وید پڑھنے شروع کر دیئے۔ یہاں اس نے ایک شاستر میں لکھا ہوا دیکھا "ظلم کرنے والے کی خیریت نہیں ہے جو ظلم کرتے ہیں۔ وہ اس پُل کو توڑ دیتے ہیں۔ جس پر سے ان کو خود گذرنے کی ضرورت پڑتی ہے"۔ یہ پڑھکر اس کے دل کو صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے دل میں کہا "میں نے ظلم کیا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ناحق کا کشت وخون کیا گیا۔ اب سدّی راؤ نے ظلم کیا۔ اس کا بھی انجام بخیر نہ ہوگا اس لئے چلو ہم مل جُل کر رہیں۔ اور ایک دوسرے کے قصور کو معاف کر دیں۔ یہ سوچکر کُل پُتر لاہور میں آیا۔ سدّی راؤ نے چچا کی آمد وارادہ سے اطلاع پائی۔ اور خوشی سے اس کو گھر لے آیا۔ اور اس کے قصور کو معاف کر کے از سر نو لاہور کی گدی پر بٹھایا۔ چونکہ اس کل پُتر نے کُل (ویدوں کا مطالعہ یا سوادھیائے) کیا تھا۔ اور سدّی راؤ کے پاس آکر ویدوں کے منتر پڑھے تھے۔ اس لئے کُل پُتر کے آئندہ اولاد کا نام ویدی خواہ بیدی رکھا گیا۔ اس لئے چونکہ کالو بھی اُسی کل میں پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے ویدی کہلاتا تھا۔

کالو غریب مگر باحرمت شخص تھا۔ گاؤں کی پٹوارگری جس کے گذارہ کی صورت تھی۔ کالو کا باپ شیو آرام اور ماں بناسی تھی۔ اس کا ایک بھائی بھی تھا۔ اس کا نام لالو تھا۔ کالو کی پہلی اولاد ایک لڑکی

تھی جس کا نام نانکی تھا۔ یہ سلطانان نامی گاؤں میں جو کپورتھلہ کے راج میں واقع ہے۔ جے رام نامی ساہوکار سے بیاہی ہوئی تھی۔ کالو کی شادی نانا کو چان نامی گاؤں میں جو لاہور سے دکن کی طرف دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ہوئی تھی۔ جس گاؤں میں اس کی سکونت تھی۔ وہ تلونڈی رائے بھوئی کی لاہور سے دس میل مغرب کی طرف واقع ہے۔ نانک صاحب سمت ۱۵۲۶ بکرمی میں پیدا ہوئے تھے

جس وقت نانک صاحب پیدا ہوئے بہت سے خلاف قیاس و عجیب و غریب واقعات کا اظہار ہوا ممکن ہے یہ صحیح ہوں۔ ممکن ہے مابعد کے بھگتوں نے اُنکی زندگی کو زیادہ عجیب ثابت کرنیکے لئے ان کو گھڑ دیا ہو لیکن اگر ان کو صحیح نہ بھی تسلیم کیا جائے تو نانک صاحب کی پاک مقدس زندگی کیا کم تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

جہاں یہ پیدا ہوئے تھے وہ جگہ اب اُنکی تعظیم میں ننکانہ کہلاتی ہے وہاں ایک تالاب واقع ہے گوردوارا اب تک موجود ہے اور کاتک کے مہینہ میں پورنماشی کے دن میلہ لگتا ہے

ان کی طبیعت ابتدا عمر ہی سے اعلیٰ درجہ کی تھی۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

عالم طفولیت میں اُنکی تعلیم دینے والے پنڈت اور مولوی اُنکی تیز فہمی دیکھکر متحیر تھے۔ اُنکو فارسی عربی اور سنسکرت میں تعلیم دی گئی تھی۔ مگر لڑکپن کے ایام میں وہ علم عرفان کے متعلق ایسے حیرت انگیز کلام کیا کرتے تھے۔ جس کو سنکر سامعین کی روح وجد میں آجایا کرتی تھی۔ علم لدنی جو دراصل جنم جنمانتر کے سنسکاروں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اور اگر اس خوبی و قابلیت کے انسان ولی مادرزاد کہلائے جائے

کے مستحق ہیں، تو نانک سچ مچ ایسے مادرزاد ولی تھے۔

رُباعی

نانک کی تھی ذات مظہر فیض عمیم . تھی ان میں نمایاں قدرت شان خدا
مردان خدا خدا نہیں ہیں لیکن عاقل نہیں انکو حق سے کہتے ہیں جدا

ویراگ (ترک دنیا) جو فقیر کیلئے سب سے ضروری چیز ہے۔ ان میں پہلے ہی سے موجود تھا۔ زہد کے پابند۔ ایشور سے ڈرنے والے حقیقت کے متلاشی کون سے اوصاف ہیں۔ جو کم سنی کے زمانہ میں ان میں نظر نہیں آتے تھے۔ مابعد کی زندگی میں ان کا نشوونما ہوا۔

تعلیم سے فرصت پاکر کالو کی خواہش ہوئی۔ کہ نانک کاروبار میں مصروف ہوں۔ سب سے پہلے ان سے کاشتکاری کی طرف رجوع ہونیکی امید کی گئی۔ نانک نے کھیت تو بو دیا۔ اناج خوب پکا۔ لیکن رکھوالی کون کرے۔ غلہ پکنے پر آیا۔ امید تھی فصل خوب ہوگی۔ غلہ پکنے کے ساتھ ہی پرندوں کا جھنڈ اس طرف جھکنے لگا۔ اور بالعوض اس کے کہ نانک ان کو ہانکتے رہتے وہ پرندوں کو دانہ چگتے دیکھ کر خوشی سے کہنے لگے۔

رام دی چڑیاں رام دا کھیت
کھالو چڑیو بھر بھر پیٹ

کھیت اُجڑ گیا۔ ایک دانہ بھی گھر نہ آیا۔ کالو کو اس نرالی طبیعت کی وجہ سے جو صدمہ پہنچا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ وہ دل میں مکدر رہا سخت و سُست کہا۔ اور آخر خاموش ہو کر بیٹھ رہا۔

بالا نامی ایک جاٹ بیوپار کی غرض سے باہر جا رہا تھا۔ کالو نے

سمجھا" ممکن ہے ہمارا الہڑ جوان بیوپار کے کام میں دلچسپی لے"۔ چالیس روپئے دیئے۔ اور نصیحت کر کے سفر میں بھیجا۔ مگر وہاں تو اور ہی دُھن سوار تھی۔ راہ میں فقیروں کا ایک گروہ ملا۔ گمان غالب ہے یہ کبیر پنتھی ہونگے۔ کیونکہ ان سے پہلے اور کسی فرقہ نے اس طرح گھوم پھر کر اپدیش کا سلسلہ جاری نہیں کیا تھا نانک ان کو دیکھکر خوش ہوئے۔ خیال کیا۔ سادھوؤں کے کھلانے سے بہتر اور کیا بیوپار ہوگا۔ چالیس روپے ان کی خورش و پوشش میں صرف ہو گئے اور ان کی صحبت نے وہ اثر پیدا کیا کہ نانک کے دل سچا پریم پرگٹ ہوا۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما - اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوامی نخوت و ناموس ما - اے تو افلاطون و جالینوس ما

مذہب عاشق ز مذہبہا جدا است - عاشقاں را ملت و مذہب خدا ست

جب سوداگر کے آئے باپ کے ڈر سے درخت کی آڑ میں چھپ رہے۔ کالو اس انوکھے بیوپار کا حال سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ آئندہ زمانہ کے مبارک نفس نجات دہندہ پر دو مار دھاڑ پڑی کہ الاماں مگر کیا وہ جنون کا بھوت ان کے سر پر سے دفع ہوا؟ نہیں۔ بلکہ خیال میں اور مضبوطی پیدا ہو گئی۔

ملامت شحنۂ بازار عشق است

ملامت صیقل زنگار عشق است

جب رائے بلار کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ اس نے باپ کو بلا کر تنبیہ کی اور اپنے پاس سے خسارہ کا روپیہ ادا کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد گورو صاحب کے علوی جذبات عجیب طور پر

نشو و نما پانے لگے۔ وہ بلا تمیز مذہب و ملت فقیروں کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور اپنا وقت تصوف اور ویدانت کے مسایل کے حل میں صرف کرتے رہے۔

کالو نے یہ کیفیت دیکھ کر غیظ و غضب کی حالت میں ان کو گھر سے علیحدہ کرنا چاہا۔ آخر وہ اپنی بہن نانکی کے گھر کپورتھلہ میں چلے آئے۔ اور ان کے بہنوئی جے رام نے نواب لودی خاں کے مودی خانہ کا منتظم مقرر کرا دیا۔ نانک کی وضع قطع اور ان کے فیاضانہ برتاؤ کو دیکھکر ہر چہار طرف سے شکائیتیں ہونے لگیں۔ مگر جب کبھی حساب کیا گیا۔ مودی خانہ کی رقم میں ایک پائی کا بھی فرق نہیں نکلا۔ یہ ان کے فرض کی پابندی کا بدیہی ثبوت ہے۔

انیس برس کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ مگر باوجود خانہ داری کے تعلقات کے دل بایار دوست بکار پر ان کا عمل رہا۔ وہ ملک کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ اصلیت سے ناواقف ہندوؤں کے مذہبی رجحان کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر وہ ایسے اصولوں کا وعظ کرنے لگے۔ جو سب میں عام ہیں۔ نانک کا سب سے پہلا شاگرد بھاگیرتھ دیوی کا اپاسک تھا۔ اس کے بعد اور لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ نانک کے شاگردوں میں ہندو مسلمان کی تمیز نہیں تھی۔ ہر دو فرقہ کے لوگ ان کو مرشد سمجھتے تھے۔

گورو صاحب کے دو لڑکے تھے۔ شری چند اور لکھمی داس ان میں سے شری چند اداسیوں کے پنتھ کا موجد ہوا ہے اور

لکھمی داس کی اولاد کے ویدی پنجاب میں بہت کثرت سے ہیں۔

جس جس طرح گورو صاحب کی عمر بڑھتی گئی۔ فقیرانہ اصول دل میں استحکام کے ساتھ جگہ پکڑتے گئے۔ آخر وہ دبا ہوا اسنسکار۔ جو دل میں ترقی پا رہا تھا۔ ابھر کھڑا ہوا۔ اور نانک کو گھر بار ترک کرنے کے لئے مجبور کیا۔ ہر جگہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نانک نے فقیرانہ وضع اختیار کر لی۔ ان کا سسر سمجھانے آیا۔ مگر وہ کب کسی کی سننے والے تھے۔ اس نے لوگوں سے کہا۔ ان کو آسیب کا فساد ہے۔ جھاڑ پھونک منتر جنتر۔ فلیتہ۔ ٹوٹکے سب کچھ کئے گئے۔ نانک نے سب مصیبتیں جھیلیں۔ مگر وہ بھوت نہ اترا۔ پر نہ اترا۔

ہندو اور مسلمان دونوں اپنے اپنے طور پر ان کے تکذیب و تخریب کے در پے ہوئے۔ مگر نانک کے آہنی استقلال کے سامنے ان کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اور وہ تعلقات کے رشتہ کو کمزور دھاگوں کی طرح توڑ کر محویت کی حالت میں رہنے لگے۔

تعلق حجاب است و بیحاصلی

چو پیوند ہا بگسلی واصلی

ایک مسلمان مرید مردانہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہا۔ وہ ایک موقعوں پر سفر کے صعوبت سے گھبرا کر اس نے گورو صاحب کی آوارہ گردی کی رفاقت سے پہلوتہی کرنے کی کوشش کی۔ اور ایک دو دفعہ اجازت لیکر چلا بھی گیا۔ مگر اس کو گورو صاحب کے قدموں میں کچھ ایسی عقیدت مندی تھی اور گورو صاحب اس طرح پر مہربانی

فرمایا کرتے تھے کہ ان کے بغیر اس کے دل کو چین نہیں ملتا تھا۔

گورو صاحب اس سفر میں رہ کر دیش کو جتاتے رہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا ہے۔ کہ آپ شمشان۔ مرگھٹ اور سنسان جنگل میں رہ کر یاد الہیٰ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ کئی برس تک قصبہ ایمن آباد میں ایک جگہ کنکروں کے فرش پر شب بیداری کرتے رہے اس مقام کو اب روڑی صاحب کہتے ہیں۔

گورو صاحب کی سوانحمری اور نیز ان کی کثیر التعداد یادگاری دھرم شالاؤں کو دیکھ کر اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے ملک کے اس سرے سے اس سرے تک سفر کیا۔ اور ہزار ہا دل الشیور کے بندوں کو فیض پہنچایا۔

ان کا اخلاق اعلیٰ درجہ کا تھا۔ تہذیب نفسانی میں کمال تھا۔ کلام میں جادو تھا۔ صلح کل اصول کے حامی تھے۔ اپنے قول و فعل سے کسی فرد بشر کی دل آزاری نہیں روا رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندو و مسلمان دونوں ان کو مرشد تسلیم کرتے تھے۔

ہندوؤں کے جتنے پاک مقامات ہیں۔ قریب قریب سب جگہ ایک نہ ایک دھرم شالہ ملیگی۔ حتیٰ کہ بنارس۔ الہ آباد۔ جگن ناتھ تک ہیں۔ اس قسم کی پاک یادگاریں موجود ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیت بند رامیشور میں بھی ایک دھرم شالا ہے۔ مگر اس کے متعلق زیادہ حالات نہیں معلوم ہوتے۔ گورو نانک صاحب کا گذر جس جگہ یا جس مقام میں ہوا۔ اسی کو لوگوں نے غیر معمولی تقدیس دیگر تعظیمانہ

نام عطا کیا۔ جس برگد کے درخت کے تلے آپ ایک دفعہ بیٹھے تھے۔
وہ بابا کا بڑھ کہلایا۔ جس دوکان میں کاروبار کرتے تھے۔ وہ ہاٹ صاحب
اور جس گھاٹ میں ایک دفعہ سنان کیا تھا۔ وہ گھاٹ صاحب کہلاتا ہے
دوران سفر میں ایک راجہ شیو ناتھ کو سُرت شبد یوگ یعنی اناہت
شبد مارگ کا اپدیش دیکر اپنا شاگرد بنایا۔

اس صاحب کمال عامل بزرگ کی زندگی اس قدر اثر انداز ہوئی
کہ اُس زمانہ کے اکثر عورت و مردوں کی طبعیتیں تصوف پسند ہو گئیں۔
ان کی خود بیوی اور نانکی جی بھی اس اثر سے خالی نہیں رہیں۔

باب دوسرا

نانک جی کی تعلیم میں ایک زبردست خصوصیت یہ نظر آتی ہے
کہ انھوں نے بالعموم خراب سے خراب آدمیوں کو اپنے اپدیش کیلئے چُن کر
ان کی زندگی کی کایا پلٹ کر دی تھی۔ ایمن آباد کا لالہ ٹھاکر داس اور
جالندہر کا مشر روپیہ لعل جو اس زمانہ میں جابر اور ظالم مشہور تھے۔
بطور مثال پیش کیئے جا سکتے ہیں۔

نانک جی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ افغانستان۔ عربستان۔
فارس اور بغداد وغیرہ بھی گئے تھے اور وہاں بھی بہت آدمیوں کو راہ
حق کی تعلیم دی تھی۔

اس حقانی تعلیم کا سلسلہ گورو صاحب کے ستر برس کی عمر تک

جاری رہا۔ کثیر التعداد آدمی ان کے اپدیش سے فیضیاب ہوئے۔ بھارت ورش کے کل حصوں میں نانک نرنکاری کی برگزیدگی اور رسائی کا چرچا ہونے لگا۔ اور تعلیم کا یہ سلسلہ اس وقت کے لئے کچھ ایسا ہردلعزیز ثابت ہوا کہ غٹ کے غٹ ہندو مسلمان ان کے معتقدین کے زمرہ میں شامل ہوئے۔

ان کے مذہبی اصول یہ تھے۔ خالق محیط کل۔ قادر مطلق علیم و پاک ہے ذات پات کا جھگڑا بیہودہ ہے برہمن صرف وہ ہے جو برہم کو پہچانے۔

سو برہمن جو برہم بچارے۔ آپ ترے سگل کل تارے

کشتری وہ جو دھرم بیر ہو۔ دھرم کی قربانی چھوٹے خدمات انجام دینا شودر کا کام ہے +

جوگ شبد نگ گیان شبد نگ۔ وید شبد نگ برہما

کھتری شبد نگ سو شبد نگ شبو شبد نگ پراکرمی

سرب شبد نگ ایک شبد نگ جے کو جانے بھیو

نانک تاکا داس ہے سوہی نرنجن دیو"

بت پرستی پاپ ہے انسان کو بھرم میں پھنسانا گمراہی ہے پرماتما کی اپاسنا کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ بھوساگر سے پار ہونیکا ذریعہ سرت شبد یوگ کا ابھیاس ہے۔

جیسے جل میں کنول نرالم مرغابی نشانے

سرت شبد بھوساگر تریئے نانک نام بکھانیئے

نانک صاحب کی تعلیم میں سب سے زیادہ زور مالک کی بھگتی پر دیا گیا ہے۔ تاہم معمولی سے معمولی طبیعت کا آدمی ان کے پاکیزہ

کلام کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ ایک خاص قسم کی معجون مرکب ہے۔ جس میں بھگتی اور گیان کے اجزا کے ساتھ سرت شبد یوگ کی بھی آمیزش ہے۔

اگر ان کی تعلیم کا ماحصل سمجھ کر لوگ اس سے پورا پورا فایدہ اٹھا سکتے تو کیا کہنا تھا۔ مگر یہ بات ہر کس و ناکس کی قسمت میں نہیں ہے۔ یوگ گیان اور بھگتی یہ تینوں مل کر نہایت خوبصورت شکل میں اظہار کرتی ہیں اور ان کی مدد سے انسانی زندگی کا مقصد بہ آسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ پرند کے اُڑنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے دو پر اور ایک دُم۔ اور یہ کشتیاں جو ندیوں میں تیرتی رہتی ہیں۔ انہیں کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں۔ ان میں دو ڈانڈے ہیں اور ایک پتوار ہوتا ہے جس سے کشتی کو مختلف سمتوں میں متحرک کر سکتے ہیں۔ پرندوں میں بھی ان کی دُم یہی کام دیتی ہے۔ بھگت کا ایک پر گیان ہے دوسرا بھگتی ہے اور یوگ دُم ہے جو اس کی باقاعدہ رکھنے اور دونوں کو برابر حالت میں قایم رکھ کر پرماتما کی طرف اُڑنے کا سہارا دیا کرتا ہے۔ مبارک ہیں وہ انسان جن میں یہ تینوں باتیں موجود ہیں۔ نانک صاحب میں یہ سب موجود تھیں۔ لیکن ان کی تعلیم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان میں ان تینوں کا ہونا غیر ممکن ہے تو وہ کسی ایک کو لیکر زندگی کی ابتدا کر دے۔ آہستہ آہستہ اس کے کام کا سلسلہ جاری ہو جائیگا۔

نانک صاحب مرشد پرستی کے حق میں تھے۔ بلکہ یہی بنیاد ہے جس پر ان کے تمام تعلیم کی عمارت قایم کی گئی ہے۔ یہ صرف نانک صاحب ہی کی تعلیم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں جس ملک میں جس فرقہ میں تصوف کی تعلیم ہوگی وہاں سب سے پہلے گورو کی خدمت اور تعظیم کے متعلق تاکیدی احکام دیکھنے میں آوینگے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں۔

ست گور سیون سنگ بھرم چوکاوے
ست گور آکھے کار سو کار کمائے
ست گور ہوئے دیال تا نام دھیائے
لاہا بھگت سو سار۔ گورمکھ پائے

ترجمہ۔ یعنی گورو کی خدمت سے بھرم دور ہوتا ہے۔ گورو جیسا بتاوے ویسا برتاؤ کریں۔ گورو مہربان ہو تو نام کا دھیان آوے۔ بھگتی کا فائدہ صرف ان کو ملتا ہے۔ جو گورو کو مکھ جانتے ہیں!!

گورو صاحب ایک پرماتما کے معتقد تھے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ دایم اور قایم بالذات نہ کوئی اس کا ساتھی ہے۔ نہ سنگ ہے۔ نرنکار۔ نراکار۔ اکال۔ اجنما۔ امر۔ اننت۔ دیالو۔ یہہ سب، اس کے اوصاف ہیں۔

گورو گرنتھ صاحب میں ایشور کی آرتی کے متعلق بہت سے شبد آئے ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں درج کیا جاتا

ہے۔ جن سے گوروں کے خیال کی بلند پروازی ظاہر ہوگی ؎
گگن میں تھال روِی۔ چندر۔ دیپک بنے۔ تارکا منڈل جنک جوتی
دہوپ ملسیاں لو پون چوروکرے یسکل بنراے پھولنت جوتی
کیسی آرتی ہوئے بھوکھنڈنا تیری آرتی انہتا شبد باجنت بھیری
سہس تو نین۔ تن نین ہے توہے کو سہس مورت ننا ایک توہی
سہس پد بمل نن ایک پد گندہ بن سہس تو گند، او چلت سونی
سب مہ جوت جوت ہے سوئی۔ تسدے چانن سبھ چانن ہوئی
ہر چرن کمل مکرند لوبھت منوانِد نو موہ آہی پیاسا
کرپا جل دیہہ نانک سارنگ ہوئے جاتے تیرے نام واسا
ترجمہ۔ یعنی یہ سب آکاش تھال ہے سورج اور چاند چراغ ہیں اور ستارے خوبصورت موتی ہیں۔ ملیاگر کا چندن دہوپ ہے۔ ہوا چنور کرتی ہے۔ اور سب نباتات نفیس پھول ہیں۔ انہد شبد باجے بجتے ہیں۔ اے خوف کے دور کرنیوالے (الشور)! یہ تمہاری کیسی عمدہ آرتی ہورہی ہے۔ تمہاری ہزاروں آنکھیں ہیں اور ایک بھی نہیں۔ ہزاروں شکلیں ہیں اور ایک بھی نہیں۔ ہزاروں ناک ہیں اور ایک بھی نہیں تمہارے ان عجائبات سے میں تمہاری طرف کھنچ گیا ہوں۔ جو روشنی سب میں ہے۔ وہ روشنی تم ہو۔ اور تم ہی سے سب جگہ اُجالا ہوتا ہے۔ گورو کے اپدیش سے وہ جوت ہم پر ظاہر ہوتی ہے۔ جو تمہیں بھاوے وہی تمہاری آرتی ہے۔ تمہارے کنول جیسے قدموں کی طرف

بھنورے کی طرح دن رات جی للچاتا ہے۔ تمہاری ہی مجھے پیاس ہے۔ (نانک) بھنورے کو یہ عنایت کا پانی دے کہ تیرے نام میں واس ہو جاوے ٭

نانک صاحب کرم۔ تناسخ۔ وغیرہ کو ویسے ہی مانتے رہے ہیں۔ جیسے اور ہندو مانتے ہیں۔ وہ اوتاروں کے بھی معتقد تھے اور جا بجا۔ ویدانت کے وحدانیت کے سبق کی بھی جھلک ان کی تعلیم میں موجود ہے۔ مگر سب سے زیادہ خوبصورت تعلیم ان کے یوگ کی ہے جس سے آج کل گورو گھرانے کے لوگ بالکل غافل اور ناواقف ہیں۔ نانک صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

تصوف

۱۔ گھر میں گھر میں دکھلائی دی سو ستگورپرکھ سجان۔ پنج شبد دھنکار دھن باجے شبد نشان
۲۔ دیپ لوہ پاتال تہاں کھنڈ منڈل حیران۔ تار گھور باجنتر اجہاں سانچ تخت سلطان
۳۔ سکھمن کے گھر راگ سن سن منڈل لو لائے۔ اکتھ کتھا بچارئے منسا من ہی سمائے
۴۔ الٹ کنول امرت بھرے یہ من کت ہو نہ جائے۔ اجپا جاپ نہ بسرے آدجگاد سمائے
۵۔ سب سکھیاں پانچوں ملیں گورمکھ نج گھر باس۔ شبد کھوج یہ گھر لہے۔ نانک تا کا داس

نانک صاحب دوسرے بھگتوں کے کلام کی بھی بڑی عزت کرتے تھے حتیٰ کہ آدی گرنتھ صاحب میں کبیر صاحب۔ ریداس جی۔ میرا بائی وغیرہ بزرگ مہاتماؤں کے کلام بہ کثرت شامل کئے گئے ہیں۔ جہانتک دیکھا جاتا ہے۔ ریداس بھگت یا میرا بائی کے بھجن سوائے گورو گرنتھ صاحب اور جگہ نہیں محفوظ نہیں کئے گئے ہیں۔ یہ ہندی زبان اور نیز بھگتی اور فلاسفی

کے اس طریق پر جو سنتوں سے مخصوص و منسوب ہے۔ نانک صاحب کا بہت بڑا احسان ہے۔ گو گورو گرنتھ صاحب میں پنجابی زبان کے شبد بہت ہیں مگر نانک صاحب ہندی کے شبد بھی بہت بولتے تھے مثال کے طور پر ایک ذیل میں درج ہے۔

چتاولی

جگت میں جھوٹی دیکھی پریت (ٹیک)

۱۔ اپنے ہی سکھ کو سب لاگے کیا دارا کیا امیت
۲۔ میرو میرو سب ہی کہت ہیں ہت سے باندھیو چیت
۳۔ انت کال سنگی کوئی ناہیں۔ یہ اچرج ہے ریت
۴۔ من مورکھ اجھوں نہیں سمجھت سکھ دے ہاری نیت
۵۔ نانک بھوجل پار پرے جب گاوے گورو کے گیت

گورو صاحب خاندانی و نشتی گورو ائی کے سلسلہ کے مخالف تھے۔ آپ نے اپنے صاحبزادوں میں سے کسی کو اس کام کیلئے مامور نہیں کیا۔ بلکہ قابلیت کے معیار کو کافی و ضروری سمجھ کر بھائی لہنا کو جو بعد میں گورو انگد صاحب کے نام سے مشہور ہوئے تعلیم و تلقین کیلئے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور جب ہر طرح سے اطمینان ہو گیا آپ نے نہایت شانتی سے ہوش و حواس کے ساتھ سمت ۱۵۹۶ میں خرقہ خاکی کو معمولی پوشیدنی لباس کی طرح اتار دیا اور پرم دھام کو سدھار گئے۔ اور وہ نور جو دنیا کو روشن کرنیکے لئے آیا تھا۔ اپنا اصلی اجالا دکھا کر اس طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب بھی در و دیوار سے نانک نانک شبد کی آواز سنائی دے رہی ہے اور پرماتما کی بھگتی کا سبق سکھلانیکا

دوسری بادشاہی

گورو انگد صاحب

سوامی سیوک ایک مت جو مت میں مت مل جائے
چتُرائی ریجھیں نہیں۔ ریجھیں من کے بھائے
کبیر صاحب

بیساکھ کا مہینہ اکادشی کا دن اور سمت ۱۵۶۱ بکرمی تھی۔ جب گورو انگد صاحب کا ظہور ہوا۔ اس وقت ہندوستان کے تخت پر سکندر لودی اجلاس کرتا تھا۔ آپ کے باپ کا نام پھیرو مل اور ماں کا شبھ رائی جی تھا۔ آپ کا گھر متی کی سرائے نامی گاؤں میں تھا۔ جو مکتسر کے علاقہ میں واقع ہے۔ ان کی شادی کھندور میں چھیبی بی بی کے ساتھ کی گئی۔ اور یہاں ہی ان کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

سمت ۱۵۸۸ بکرمی میں گورو انگد صاحب نے نانک صاحب کی شاگردی اختیار کی۔ اور اس طرح دنیا میں گورو بھگتی۔ گورو سیوا۔ اور گورو بھاؤ کی نظیر قایم کی جو ادر جگہ شاذ نظر آویگی۔ سنتوں کے

طریق میں گورو کی عزت اور خدمت کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے
تصوف کی جہاں کہیں تعلیم ہوگی۔ وہاں ہی یہ خصوصیت نمایاں
شکل میں نظر آویگی۔

مولوی روم کا قول

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر — دامن آن نفس کش را سخت گیر
چون بگیری سخت آن توفیق ہوست — ہر کہ قوت در تو آید جذب اوست
درمیانِ جان ایشان خانہ گیر — ہر فلک خانہ کن اے بدر منیر

ترجمہ۔ سوائے گورو کے سایہ کے مایا کسی طرح نہیں مرتی
اس لئے اُس تپسوی کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے
اُس کے دامن کا پکڑنا خدا کی توفیق سے ہوگا۔ اور
جو قوت تجھ میں آویگی۔ اسی کے جذب و کشش کا نتیجہ ہوگی
(پہلے) ان کی جان کے اندر گھر کر لے۔ پھر روشن چاند
کی طرح آسمان پر چڑھ کر چمکنے لگ جا۔

گورو انگد صاحب قدرتی طور پر مرشد پرست تھے۔ ہر وقت
ہر جگہ اور ہر حالت میں اپنے آپ کو نانک صاحب کی رضا جوئی
پر نثار اور قربان کئے ہوئے تھے۔ اس بھگتی کا یہ نتیجہ ہوا کہ نانک
صاحب نے اپنے صاحبزادوں میں سے کسی کو گدی نہیں عطا کی
گورو انگد کو اُس کا سب سے زیادہ مستحق سمجھا۔

جب نانک صاحب کے جانشین قرار دئے جا چکے۔ انگد
صاحب اپنے قدیم وطن کھڈور میں واپس چلے آئے۔ اور ایک

تالاب کے کنارہ کنکروں کے فرش پر بیٹھ کر مدت تک سخت ریاضت کی۔ کھانے پینے تک کا خیال کم رکھا۔ صرف دن میں ایک مرتبہ قلیل مقدار میں دودھ پی لیا کرتے تھے۔ اسی تپسیا کی یادگار در عظیم میں اب وہ جگہ پختہ بن گئی ہے۔ اور اس کا نام تپانا صاحب مشہور ہے۔

اگر ان کو گورو نانک کا دوسرا ظہور کہا جائے تو شاید نامناسب نہ سمجھا جائیگا۔ گورو کے تمام اوصاف چیلے میں موجود تھے۔ وہی سادگی۔ وہی فیاضی۔ وہی نفس کشی! آپ کی ریاضت کی شہرت سن سن کر دور دور سے ہزاروں آدمی آنے لگے۔ جو زیارت کو آتا تھا۔ شاگردی قبول کرتا تھا۔ اس قدر ہجوم پروانہ کی طرح اس حقیقی شمع معرفت کے اردگرد جمع رہنے لگا۔ کہ لنگر خانہ کے ہر وقت جاری رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہر کس و ناکس کے لئے ان کے رسوئی خانہ کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ قومیت و ملت کی کوار تمیز نہیں کی جاتی تھی۔ اور سب کو خوان نعمت سے فیض پہونچا کرتا تھا۔

گورو صاحب کو پہلی بادشاہی کے حالات و سوانحات اکٹھا کرنے کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے نانک صاحب کی زندگی ہی میں گورمکھی حروف ایجاد کئے۔ جو دیوناگری سے کچھ مختلف ہیں۔ بھائی بالا جو ہمیشہ نانک صاحب کے دوران سفر میں ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اُن کو نام بانڑا کے حالات سنایا کرتا تھا انکے تمام معلومات سے ہم نے دیکھے۔

سمت ۱۰۱۶ میں آپ نے بڑی محنت سے پہلی بادشاہی کے حالات قلمبند کئے اور اس کا نام "گورو نانک جی کی جنم ساکھی" رکھا جو اب تک پنجاب میں بڑے شوق اور پریم سے پڑھی جاتی ہے۔

گورو انگد جی میں جہاں بہت سے اوصاف موجود تھے۔ وہاں ایک خوبی بہت زیادہ تھی۔ کسی شخص کی نسبت ان کی زبان سے ناشایستہ کلمہ کبھی نہیں نکلا۔ "اپنی نفس کی برائی اور گورو کی بڑائی" یہ ان کی زندگی کا اصول بنگیا تھا۔

گورو نانک صاحب پر ان کو کس قدر وشواس تھا اور کس طرح ان کے حکم کی پابندی کرتے تھے۔ طول طویل داستان ہے۔ مگر ذیل کے چند واقعات اس قسم کے ہیں جو ان پر زیادہ روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ ایک مرتبہ نانک جی جس وقت تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے چھت پر سے مُردہ چوہا گر پڑا۔ آپ نے اُسی وقت صاحبزادوں کو یاد کیا۔ اور جب وہ آ گئے۔ مردہ چوہے کے پھینکنے کا حکم دیا۔ ان کو کراہیت معلوم ہوئی۔ نوکروں کو بلانے لگے۔ گورو انگد جی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو بھی حکم دیا گیا۔ انگد صاحب نے اسی وقت اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔

۲۔ دوسرے مرتبہ گورو صاحب کے ہاتھ کا پیالہ کیچڑ میں گر

صاحبزادوں نے نکالنے میں پس وپیش ظاہر کیا۔ کیونکہ کپڑوں کے خراب ہو جانے اور کیچڑ میں پھنس جانے کا خوف تھا۔ مگر جس وقت نانک جی نے ان کی طرف ارشاد کیا۔ یہ بلا تامل اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو لاکر اپنے رومال سے صاف کر کے گورو صاحب کے حوالہ کیا۔

سیوک سیوا میں رہے سیوا کرے دن رات
کہیں کبیر گو سیو کا سنگ کھ نا ٹھہرات

۳۔ ایک مرتبہ شاگردوں کی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے گورو نانک صاحب دریا کے کنارے سیر کر رہے تھے۔ دور سے کوئی چیز بہی ہوئی آ رہی تھی۔ جس کو سب مردہ سمجھ رہے تھے۔ آپ نے صاحبزادگان کو فرمایا "کیا اگر میں حکم دوں تو تم اس کو کھالو گے؟" وہ بولے "ہم مردار خور نہیں ہیں۔" نانک جی نے انگد جی سے ہنس کر کہا "کہو جی! تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم بھی اسی طرح کا خیال رکھتے ہو؟" انہوں نے کہا "کرپا ساگر! جس گورو کی مدد سے بھوساگر پار جاتا ہے اگر اس کے بچن میں پرتیت نہ ہو تو پھر کس کا کہنا ماننا چاہیئے۔ آپ جو فرماوینگے میں اس کو سر و آنکھوں سے بجالاؤنگا۔ خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔" نانک جی نے خوش ہو کر کہا "اچھا۔ جاؤ۔ دریا سے اس کو کھینچ لاؤ۔ اور میرے سامنے اس کو کھا ڈالو۔" یہ اسی وقت کود پڑے اور اس کو لاکر کھانے لگے اصل میں وہ مردہ نہیں تھا۔ بلکہ پکوان تھا۔ فاصلہ سے مردہ کا وہم ہوتا

تھا۔ پھر تو سب کا جی للچایا۔ نانک صاحب ہنسکر کہنے لگے بیٹا
انگد کے وشواس کا امرت بھوجن ہے سب میں تقسیم کر دینا
ایسا ہی ہوا۔ اور جنہوں نے کھایا تھا۔ مدت العمر تک اس کی
لذت کی تعریف کرتے رہے۔ حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے

به مے سجاده رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
که سالک بے خبر نہ بود ز راه و رسم منزلہا

ترجمہ۔ "اگر گورو حکم دیتا ہے تو جانماز کو شراب میں
تر کر لو۔ کیونکہ سالک منزل کے راہ و رسم سے ناواقف
نہیں ہوتا"

۴۔ ایک مرتبہ گورو صاحب نے اپنی حالت میں سخت تبدیلی
پیدا کر لی۔ لوگ ان کو مجذوب اور دیوانہ سمجھنے لگے۔ اور سچ مچ
ان کی کیفیت اس قسم کی ہو گئی کہ عورت مرد۔ لڑکے بالے سب
بھاگنے لگے۔ صاحبزادوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ صرف انگد
ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ گورو صاحب نے ان کو کئی مرتبہ جھڑکا
دیں لعنت ملامت کی۔ مار بھی دیا۔ مگر کبھی انہوں نے ساتھ نہیں
چھوڑا۔ کیونکہ یہ جانتے تھے۔

مرترا دشنام دسیلئے شہان
بہتر آید از ثنائے گمرہان

مولوی رومی

ترجمہ۔ بادشاہ (گورو) کی گالی اور گردنی دینا بھی گمراہوں

کے تعریف سے بہتر ہے۔

سیوک سیوا میں رہے۔ انت کہوں نہیں جائے
دکھ سکھ سر اوپر سہے کہیں کبیر سمجھائے

۵۔ روایت ہے ایک مرتبہ نانک صاحب نے اپنے بڑے بیٹے شری چند کو بلا کر کہا "بیٹے! تجھ کو کس چیز کی رغبت ہے؟" انہوں نے جواب دیا "ایشور بھگتی کی" نانک جی نے آشیرباد دیکر کہا "جا تو ایشور بھگت ہوگا" اس کے بعد چھوٹے لڑکے لکشمی چندر کو یاد کیا اور ان سے بھی وہی سوال کیا یہ کہنے لگے "جب تک انسان میں ردھی سدھی نہ ہو تب تک کچھ نہیں۔ زندگی فضول ہے۔" نانک جی ہنسے "خوب۔ جا تیرے بنس میں ردھی سدھی چلیگی"۔ سب کے پیچھے انگد جی کو بلایا "کیوں جی۔ تم کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے تعظیم کے ساتھ سر جھکا کر کہا "دینا ناتھ! میں گورو کی اور گورو کے سیوکوں کی سیوکائی چاہتا ہوں۔ تاکہ سب کے چرنوں کی سیوا کر کے اپنے من کو پوتر کروں۔

بھگتی دان موہے دیجئے۔ گوردیون کے دیو
اور نہیں کچھ چاہیئے۔ نس دن تیری سیو"

نانک جی کی آنکھ سے پریم کے آنسو بہنے لگے "پتر! ایشور تیری کامنا پوری کریں جو پرماتما کے بندوں کی سیوا کرتا ہے وہی سردار ہے اسی کا حکم سب کوئی مانتا ہے۔ سیوا ہی بھگتی ہے سیوا ہی سب کچھ ہے"

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

ترجمہ "جس نے سیوا کی وہ عزت والا بنا جس میں غرور آیا وہ عزت سے محروم رہا" گورو نے انگد کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا اور اپنے کلیجے سے لگا لیا۔ اور اُسی دن ان کو خود اپنے ہاتھ سے گدی پر بٹھا کر اصلی سیوا کرنے کا کام سپرد کیا۔ تاکہ خلایق کی خدمت کا سلسلہ جس کی ابتدا اُن سے ہوئی تھی۔ جاری رہے۔

عبادت بہ از خدمت خلق نیست
بہ تسبیح سجادہ و دلق نیست

انگد جی لڑکپن سے بردبار اور سلیم الطبع تھے۔ لڑکوں میں کھیلنا کم پسند تھا۔ اوایل عمر سے ہی بڈھوں کی صحبت میں رہکر کتھا وارتا سنا کرتے تھے۔ سادھوں سے خاص طرح کا پریم تھا۔ اپنی آمدنی کا کثیر حصہ سادھوں کی بھینٹ میں صرف کر دیا کرتے تھے حتی الوسع کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی کی مدد کرنے کا موقع نہ ملتا تو بسا اوقات افسوس بھی کرتے تھے۔

سمت ۱۵۷۸ بکرمی میں جب بابر شاہ نے چڑھائی کی منجملہ اور بستیوں کے ان کا گاؤں بھی اجاڑ ڈالا گیا۔ وہ بربادی کا سیلاب جدہر سے ہو کر گذرا وہاں ہی ویرانگی اور بربادی پھیل گئی۔ ہزاروں گاؤں اس وقت کے اجڑے ہوئے ابتک ظلم و ستم کی یادگار بنے ہوئے زبان حال سے عبرت کی کہانیاں سنا رہے

ہیں۔ اس گاؤں میں بھی ایک اونچا ٹیلہ اب تک موجود ہے
اس پر اُن کے نام سے ایک دہرمسالہ بنادیگئی ہے۔ اس کی
تعمیر دیوان حکم چندر نے سمت ۱۸۶۲ میں کی تھی۔
انگد جی کا باپ فقیر پرست۔ اور دانا شخص تھا۔ یہ فیروز پور
کے حاکم کا کارندہ تھا۔ جب اس کا گاؤں اجڑ گیا۔ یہ کنبہ قبیلے
کو ساتھ لیکر بیٹے کے سسرال میں چلا آیا۔ اس گاؤں کا
نام پہلے ہی کھنڈور بتا چکے ہیں۔ یہ شخص دیوی کا پکا اپاسک
تھا۔ اس کی وفات کے بعد گورو انگد صاحب نے بھی خاندانی
رسم کو جاری رکھا۔ ان کی بھگتی ظاہری خواہ رسمی نہیں تھی۔
بڑی سچائی سے آپ دیوی کے درشنوں کو جاتے۔ اور جو کچھ
کپڑے لتے۔ روپیہ پیسہ پاس ہوتا۔ دیوی کے بھگتوں کو
دان کر دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ یہ ویشنو دیوی کے درشن کو جا رہے تھے۔
اتفاق سے راہ میں لوگ گورو نانک صاحب کا تذکرہ کرنے
لگے۔ کوئی کہتا تھا۔ وہ اوتار ہیں کوئی ولی بتاتا تھا۔ کوئی کرامات
والا سادہو بیان کرتا تھا۔ اتفاق یا خوش قسمتی سے ایک سادھو
جس سے نانک جی کی صورت ملتی تھی۔ ان کے ساتھ ہو گیا۔
انگد جی گھوڑے پر سوار تھے۔ سادہو پاپیادہ تھا۔ بات چیت
کا سلسلہ شروع ہوا۔ گیان اور کرم کی بڑائی پر سوال وجواب
ہونے لگے۔ اسُ نے نظیر و مثالیں دے دے کر اُن کے سوالوں

کی صراحت کرتا ہوا وہاں لے آیا۔ جہاں نانک جی کا ڈیرہ پڑا تھا۔ جب سب نے قیام کرلیا۔ یہ مہاتما کے درشن کے لئے گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہی سادھو جو گھوڑے کے ساتھ بنفسہ وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ سخت تعجب ہوا۔ دل میں پریم و بھگتی پیدا ہوئی کہ پھر جب بات چیت کا وقت آیا۔ ان کے دل میں خود بخود ایسی کشش کا اظہار ہونے لگا۔ جو سرور اور آنند کی حالت بخشتی ہے سمجھے کہ یہاں ہمارا کام بنیگا۔ نانک جی نے جو کلام فرمایا وہ ان دوہوں سے مشابہ تھا۔

دوسرا

ایک نام کو جان کر دوجا دیئے بہائے چھوڑ دے
تیرتھ ورت جپ تپ نہیں ستگور چرن سمائے
سب آئے اُس ایک میں ڈال پات پھل پھول
اب پاچھے کہو کیا رہا۔ گہہ پکڑا جب مول

یہ کلام سنکر پرماتما کے چرنوں میں پریم پیدا ہوا۔ اسی وقت دیوی کے درشن کا خیال دل سے جاتا رہا۔ اور پھر کبھی یاترا نہیں کی۔ اور اسی وقت نانک جی کے چرنوں پہ گر پڑے ان کی شرن لے لی۔ اور دربار میں حاضر رہکر بھجن سیوا کرنے لگے۔

انگد جی کا یہ دستور تھا کہ آدھی رات کے وقت اُٹھ کر نہا دھو کر کسی ایکانت ستھان میں بیٹھ جاتے تھے۔ اور سورج نکلنے سے پہلے جپ اور سمرن سے فارغ ہوکر نانک صاحب کے بانی کا پاٹھ کرتے تھے۔ دل میں بھگتی تھی۔ جب محو ہوکر گوروبانی کو

گانے لگتے۔ سننے والوں کو وجد آجاتا۔ سینکڑوں کی بھیڑ ارد گرد جمع ہو جایا کرتی۔ اس طرح انگد جی نے بیشمار آدمیوں کو گورو صاحب کا شاگرد بنایا۔ سب کے مشتبہات خود ہی رفع کر دیتے تھے۔ یہ دس بجے تک کیفیت رہتی تھی۔ دس بجے کے بعد نقارہ پر چوب دیکر لنگر خانہ کے کھلنے کا اعلان کرتے اور ہندو مسلمان جو کوئی آتا سب کو کھانا تقسیم کراتے۔ کہتے ہیں ان کے یہاں سے کبھی کوئی شخص خالی نہیں گیا۔ حلوا۔ کھیر۔ جو کثرت سے بچ جایا کرتی تھی وہ آس پاس کے غریب لوگ آکر لیجایا کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ اتنے معتقد ہو گئے تھے کہ ہر شخص ہفتہ میں ایک دن اپنا تمام دودھ ان کے لنگر خانہ کو دے آیا کرتا تھا۔ دور دور سے کھانے پینے کی چیزیں آجاتی تھیں۔

انگد جی کی پارسائی کی نظیر دنیا میں کم ملیگی۔ آپ نے کبھی خیرات کا مال اپنے گھر کے کام میں صرف نہیں کیا۔ دھرم کا روپیہ بڑی سختی سے دھرم کے کام میں خرچ ہوتا تھا۔ لڑکوں کو حکم تھا "خبردار! لالچ نہ کرنا۔ بیوپار سے دھن کماکر اپنا پالن پوشن کرو۔ یہ مال گرہستیوں کے لئے زہر کا خواص رکھتا ہے۔" آپ بھی لنگر خانہ کی چیز کے استعمال سے بچتے تھے۔ ان کی بیوی۔ سوبھرائی دیوی جی اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتیں ایک ہلکا پھلکا جس میں گھی وغیرہ کچھ نہیں لگا رہتا تھا۔ جب وہ لاکر دیتیں وہی اس سچے دھرماتما سادھو کے آٹھ

پھر کی غذا تھی۔ دن میں صرف ایک ہی دفعہ کھاتے تھے۔ ہزاروں آدمی خدمت کے لئے ہاتھ باندھے تیار۔ مگر اپنے کھانا پکانے کی خدمت صرف اس نیکبخت دیوی کے سپرد کر رکھی تھی۔

دونوں وقت دربار لگتا تھا۔ خلقت کی ٹھٹ کی ٹھٹ جمع رہتی تھی۔ زیادہ وقت اسی میں صرف ہوتا تھا۔ تن آسانی کی ہوا تو اس مرتاض کو کبھی چھو بھی نہیں گئی۔ دل کی فیاضی اور سیر چشمی کا یہ حال کہ جو کچھ آیا سب غریبوں و محتاجوں کو دیدیا۔

ان کے حالات سکھوں کے سورج پرکاش نامی گرنتھ میں لکھے ہیں۔ مگر چونکہ کرامات و معجزات کی روائتیں اکثر بھگتوں ہی سے مخصوص سمجھی جاتی تھیں۔ ان کا تذکرہ اس موقع پر عمداً فروگذاشت کیا جاتا ہے۔

کسی قدر آپ کو شعر و سخن کا بھی مذاق تھا۔ مگر بہت کمی کے ساتھ۔ گرنتھ صاحب میں ان کی جگہ بہت محدود ہے لیکن کلام اتنے رسیلے ہیں کہ طبیعت پر بیساختہ اثر کرتے ہیں۔ خیالات کی بلند پروازی اور بھگتی بھاو کی جذبات کے خیال سے وہ اور کسی سے کم نہیں ہیں۔

سمت ۱۵۹۷ بکرمی میں شیر شاہ سور سے ستائے جانے پر ہمایوں بادشاہ پنجاب کی طرف بھاگ آیا۔ اس نے انگد جی کی نسبت اکثر بہت کچھ سن رکھا تھا۔ دل میں ان سے ملنے

کی خواہش ہوئی - جب وہ دریاء ویاس کنارے آیا گورو صاحب دھیان میں محو تھے - ان کو بادشاہ کے خیر مقدم کا خیال نہیں ہوا - غصہ کی حالت میں اس نے تلوار کھینچ لی - اتفاق سے اسی وقت ان کی آنکھ کھل گئی - ہنس کر فرمانے لگے "حضرت سلامت ! شیر کے مقابلہ میں یہ تلوار کدھر چلی گئی تھی - سبحان اللہ کیا کہنا ہے - دشمن کے مقابلہ میں تو یہ میان میں رہتی ہے اور معصوم فقیروں کے لئے باہر آتی ہے - کیا تلوار تم کو اسی لئے سپرد ہوئی ہے ؟" ہمایوں نے شرم سے گردن نیچی کر لی - فقیر کی آنکھوں سے جلال کا نور برس رہا تھا - اس نے معافی مانگی - اپنی سرگذشت کہہ سنائی اور درخواست کی "میرے حق میں دعا خیر کیجئے "

انگد جی نے فرمایا :-

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست

مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

اور لوگ کہتے ہیں - انہوں نے اس کو یہ بھی امید دی کہ تیری نسل بہت دنوں تک دہلی پر حکمرانی کریگی -

گورو انگد کا نام یہ اصلی نہیں ہے نانک جی ان کو اپنا انگ سمجھتے تھے - اس لئے یہ نام بخشا تھا - انگد جی اس قدر نرم مزاج تھے - کہ لوگوں کے دکھ کو دیکھ کر بڑی سچی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے - ان کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو اس خیال کا مخالف ہو ہاں یہ ضرور ہوا کہ

ایک جوگی کو البتہ کچھ سزا دیگئی تھی - مگر اس میں گورو صاحب کا ذرا بھی ہاتھ نہیں تھا - اس کا قصہ یہ ہے :-

سمت ۱۶۰۱ میں بارش نہ ہونے کے سبب سے جاٹ اور زمینداروں میں سخت بے چینی پھیل گئی - انگد جی ہمیشہ مالک کی سوج پر صابر رہنے کی تعلیم دیتے تھے - بھلا جاہل لوگ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں - پشوناتھ نامی ایک کن پھٹا یوگی وہاں رہا کرتا تھا - جو ان کی نیک نامی اور بزرگی کی شہرت سنکر دل میں کڑھتا تھا - اس نے موقع پاکر لوگوں کا مزاج ان کے برخلاف مشتعل کر دیا - اس نے ان کو ہدایت کی " یا تو اس سادہو سے جو نانک کا جانشین بنا ہے پانی برسانے کی درخواست کرو یا اس کو نکال دو - جب یہ نہ رہیگا - میں پانی برسا دونگا " نادان جاٹ چکمے میں آگئے اور اکٹھا ہوکر گورو صاحب کے نکالنے کے درپے ہوئے - مگر ابھی راہ میں ہی تھے کہ بہت آدمیوں کا دل پھر گیا - کوئی کہنے لگا - ایسے نیک عابد پر ظلم کرنا گناہ ہے - کسی کی رائے ہوئی جوگی مکار ہے - اس کی بات نہ مانو ! آخر سب لوگ پس و پیش کرنے کے بعد اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے - کسی قسم کی بدعت نہیں ہونے پائی -

کہنے والوں نے گورو انگد جی کو بھی یہ واقعہ کہہ سنایا - آپ فرمانے لگے " ہم تو لوگوں کی بھلائی کے لئے آئے ہیں - اگر

کسی کے دل کو ہمارے رہنے سے رنج پہونچتا ہے تو ہم یہاں رہنا خود گوارا نہ کرینگے"۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل کر اپنے پرانے بھگت بھائی پریما کے گھر چلے آئے۔ جو کہان رجادا نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ اور وہاں ہی لوگوں کو ست سنگ کرانے لگے۔

یہاں ناتھ نے لوگوں سے خوب روپیہ وصول کیا۔ سب کچھ کیا گیا۔ مگر پانی نہیں برسا۔ اب تو جاٹ اس سے بگڑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اس پاپی نے ہم کو دھوکا دیکر ایک پاک شخص پر ظلم کرایا۔ اتفاق سے گورو امرداس جی بھی ادھر آ نکلے۔ آپ مذاق سے کہنے لگے "اگر ناتھ کی ٹانگیں پکڑ کر کھیتوں میں اس کو گھسیٹا جائے تو جہاں جہاں یہ گھسیٹا جائیگا۔ وہاں وہاں پانی ضرور برسیگا"۔ بھولے بھالے جاٹوں نے اس مذاق کو نہیں سمجھا۔ اس کو پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ وہ تو مر گیا۔ مگر حسن اتفاق بارش بھی اسی دن ہوئی۔ جاٹ گورو صاحب کے پاس آئے اور واپس چلنے کی درخواست کی۔ گورو صاحب نے جب ناتھ کا حال سُنا۔ مغموم ہوئے۔ کیونکہ انگد جی دیا مجسم تھے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ آخر جب بہت پرارتھنا کی گئی تو وہ پھر کھنڈور میں واپس آکر رہنے لگے۔

گورو صاحب کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام واسو۔ اور دوسرے کا دتو تھا۔ یہ گدی کے قابل نہیں تھے۔ اس لئے

اُنھوں نے گورو امرداس کو اپنا گدی نشین کیا۔ اور سمت ۱۶۰۹ بکرمی میں پرم دہام کو سدھار گئے۔

جس وقت یہ گدی پر بیٹھے تھے۔ پینتیس ۳۵ برس دو مہینہ نو دن کی عمر تھی۔ بارہ برس نو مہینہ پانچ دن تک آپ نے لوگوں کو ست سنگ کرایا۔ اور ۴۷ برس ۱۱ مہینہ ۱۵ دن کی عمر میں چولہ چھوڑ دیا۔

کھنڈور میں ان کی سمادہ موجود ہے۔ جس کو اُنھوں نے خود اپنی عمر ہی میں بنوایا تھا۔ سال میں دو مرتبہ یہاں میلہ لگتا ہے۔ ایک ساون میں اور دوسرا کنوار میں۔ ایک ہزار چارسو اٹھاون روپیہ کی جاگیر اس مکان کے ساتھ گورنمنٹ نے معاف کر دی ہے اور اس کی آمدنی سے سدابرت تقسیم ہوتا ہے۔ ان کے لڑکوں میں داتو جی کی اولاد میں کوئی نہیں ہے واسو جی کے لڑکے سمادھوں کے باوے ہیں۔

یہ اس پوتر اور مبارک زندگی کے مختصر حالات ہیں۔

تیسری بادشاہی

گورو امرداس صاحب

گورو بھگتی اتی کٹھن ہے جیون کھانڈے کی دھار
بنا سانچ پہونچے نہیں مہا کٹھن بیوہار
کبیر صاحب

دنیا میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔ جب تک کوئی مہان پرش اپنے تعلیمی اصول کی مجسم تصویر بن کر دکھا نہیں دیتا۔ تب تک اس کے اصول کی پیروی بھی زور شور کے ساتھ نہیں ہوتی گورو امرداس صاحب اخلاق۔ تہذیب نفس۔ اور ایشور بھگتی مجسم بنکر آئے تھے۔ اُن کی زندگی شروع سے آخر تک اس خاص قسم کے سبق سکھاتی ہے۔ جو اور کسی عظمت والے انسان میں مشکل سے نظر آویگی۔ جو جو اوصاف نمایاں صورت میں اس بزرگ و پاک نفس عابد کی ذات میں جھلکتے ہیں یعنی وہ مطالعہ کرنے سے نا امید اور زندگی سے ہاتھ دھونے والوں کے لئے امید اور ہمت کی مشعل کا کام کرتے ہیں۔ تاکہ بھولے

بھٹکے مسافر گمراہ نہ بنیں مگر سچے راہ پر قائم رہیں۔

"انسان کے لئے کوئی بات کبھی غیر ممکن نہیں ہے" اس کا سوشٹ سبق اگر ہم کو کہیں بھی مل سکتا ہے تو ہم گورو امرداس جی میں دیکھتے ہیں۔

یہ جانا جاتا ہے بیساکھ شدی چودس سمت ۱۵۳۶ بکرمی میں شکروار کے دن ضلع امرتسر کے باسرکے نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ باپ کا نام تیج بھان اور ماں کا سولکشنی تھا۔ سمت ۱۵۵۲ بکرمی میں ان کی شادی ہوئی۔ بیوی کا نام رام کنور تھا اس ماتا کے پیٹ سے چار اولاد پیدا ہوئی۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔

گورو امرداس جی لڑکپن ہی سے دھارمک خیال کے تھے کہتے ہیں ۲۰ مرتبہ ننگے پاؤں چل کر آپ نے ہردوار میں گنگا اشنان کیا تھا۔ سادھو اور فقیروں کے ساتھ بڑا پریم تھا۔ مگر ۶۲ برس کی عمر ہو چکی تھی کسی کو گورو دھارن نہیں کیا تھا۔ اس وقت ان کی بھگتی صورت تھی۔ یہ گورو مت نہیں تھے۔ فقیروں اور سنتوں کے مارگ میں جو نگورے ہوتے ہیں یا کسی کے چیلے نہیں ہوتے وہ پاک نہیں سمجھے جاتے۔ نہ وہ کسی حالت میں تصوف کے راستے کے ادھیکاری خیال کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ہردوار کو جا رہے تھے۔ ایک برہمچاری تھا۔ ان کے چہرے کے جلال کو دیکھ کر کہا "آپ کو تو راجہ ہونا چاہئے"

امرداس جی نے اس کی باتوں سے خوش ہو کر کچھ دان دینا چاہا
اس نے کہا "آپ کا گورو کون ہے؟" امرداس جی نے کہا "اب
تک گورو دھارن کرنے کا موقع نہیں ملا" برہمچاری نے
کہا "میں ایسے آدمی کے ہاتھ سے دان نہ لونگا۔ تم کو گورو دھارن
کرنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک تمہارے روحانی سنسکار
نے پلٹا نہیں کھایا۔ بغیر گورو کے انسان کی خودی دور نہیں ہوتی
نہ وہ مالک کے چرنوں تک پہنچ سکتا ہے۔

دھنت[2] بن ترشن کی بیکھی۔ گورو امرت کی کھان نہر[1]
سیس دیئے جو گورو ملیں تب بھی سستا جان
گورو بنا تب جانئے۔ منہ موہ سستا پیا
ہر ترشنا شوک بیاپے نہیں۔ تب گورو آپے آپ خوشی[3]

ان معمولی باتوں سے گورو صاحب کے دبے ہوئے اور
سوئے ہوئے روحانی سنسکار جاگ اٹھے۔ دل میں فکر پیدا
ہوئی۔ برہمچاری نے کہا "جس کے بچن کو سنکر تم کو تشفی ہو
اس کو جا کر گورو کرو۔ پھر جب میں کبھی ملونگا تب آپ کے ہاتھ
سے دان قبول کرونگا"

برہمچاری تو یہ کہکر اپنی راہ چلا گیا۔ امرداس صاحب
کو گورو کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت ہندو سادھو اور
مسلمان فقیر بکثرت تھے۔ گوروجی سب کے پاس گئے۔ شردھا
اور بھگتی سے ملے۔ مگر برہمچاری کی بتائی ہوئی کسوٹی پر کوئی

بھی شبد پڑھا "گورو کیجے جان - پانی پیجے چھان" یہ پورانی کہاوت ہے - برہمچاری نے بہت ٹھیک کہا تھا۔

دیکھ (۱) گورو کا پرکھ آنکھ اور ماتھا
ست کا نور رہے جس ساتھا

نشان (۲) اس چنہہ دیکھ کریں پہچان
گورو پد کا جن ہردے گیان

(۳) جنہیں پرکھ کا بھید سناویں
آسمان نبھ کی اور سرشٹی دکھاویں

(۴) جو گورو پرکھ نہ پاوے گیٹ میں
راہ ست تو جانے اکیلا بٹ میں

مجبور مایوس ہوکر گھر چلے آئے - مگر فکر دور نہیں ہوئی۔ مالک مسبب الاسباب ہے - جس کی تلاش باہر کی جاتی ہے اس کا سامان اکثر گھر ہی میں مل جاتا ہے - امرداس جی کا ایک بھتیجا گورو انگد صاحب کی صاحبزادی سے بیاہا تھا - اس نیکبخت لڑکی کا یہ قاعدہ تھا - جب سب لوگ ابھی سوتے رہتے تھے - وہ نہا دھوکر گورو نانک صاحب کی امرت بانی کا پریم کے ساتھ پاٹ کیا کرتی تھی - اس کے شبد کی بھنک بوڑھے کے کانوں میں پڑی - آہا - اس بانی میں تو امرت کا خواص پایا جاتا ہے - وہ شوق سے اور پریم سے دو چار دن سنا کئے آخر نہ رہا گیا - لڑکی کے پاس جا کر بولے "نیک بخت! یہ کس

بزرگ کا کلام ہے؟ اور تو نے کس سے سیکھا ہے؟" لڑکی نے جواب دیا" یہ شبد گورو نانک دیو کا ہے جو جگت کے چتانے کو آئے تھے۔ میرے باپ گورو انگد جی اب اُن کی گدی پر ہیں۔ میری ماں نے یہ باتیں مجھ کو یاد کرائی تھی!"

امرداس جی نے کہا" بیٹی! مجھ کو بھی تیرے پتا کے درشن کی ابھلاشا ہے" وہ بولی" وہاں تو ہمیشہ دربار لگا رہتا ہے۔ دھرم کے بھوکے پیاسے ہزاروں کی تعداد میں آتے ہیں۔ آپ جلدی کیجئے۔ وقت کا ضایع کرنا اچھا نہیں۔ کیا جانے آج کل کے درمیان کیا ہو جائے!"

لڑکی سچ کہہ رہی تھی۔ وقت آچکا تھا۔ پریرنا کرنے والا مالک اُس لڑکی کے منہ سے بول رہا تھا۔ امرداس جی اس کو ساتھ لیکر جو ما تھا کے درشن کو گئے۔ دیکھتے ہی دل چرنوں کی طرف جھکا۔ انگد جی نے رشتہ دار سمجھ کر عزت کی۔ مگر اس سلسلہ میں جو شبد اُن کی زبان سے نکلے تیر کا کام کر گئے۔ اور وہ بوڑھے کے کلیجے کے وار پار ہو گیا۔

ستگور مارا تان کر شبد سُرنگی بان   نمبر
میرا مارا جو جئے۔ تو کہئیں آہوں کمان
ستگورساسچا سورما۔ تکھ سکھ مارا پور
باہر گھاؤ نہ دیکھیے۔ انتر چکنا چور

پروانہ شمع کے گرد بیخودی کی حالت میں طواف کرنے لگا

سچائی کا نور موجود تھا۔ اس کی روشنی نے دل کے تاریک پردے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور عاشق صادق نے اپنے پریتم کو درشن کیا۔ امرداس گورو انگد جی کے شاگرد ہو گئے۔ یہ سمت ۱۵۹۰ کا واقعہ ہے۔ امرداس وقت سے پورے ۱۱ برس تک نہایت سچائی اور پریم سے گورو کی ٹہل اور سیوا کرتے رہے اور ایک دم کے لئے خدمت سے دور نہیں ہوئے۔

سیوک سیوا میں رہے انت کہوں نہیں جائے
جہاں جائے تہاں کال ہے کہیں کبیر سمجھائے

جس محبت سے جس پریم سے اور جس سچائی سے بوڑھا امرداس گورو کی سیوا کرتا تھا۔ اس کی نظیر یا تو وہ خود ہی تھا یا اس زمانہ کے پاک نفس بزرگ ہاسے سالگرام صاحب بہادر کی دیکھی گئی ہے۔ کون کہاں تک بیان کرے امرداس نے رات دن گورو کی سیوا کی۔

ان کا یہ معمول تھا کہ آدھی رات کو اٹھ کر تین کوس کے فاصلہ سے ایک گھڑا پانی ویاس ندی سے بھر لاتے تھے اور اسے کو گرم کر کے انگد جی کو نہلایا کرتے تھے۔ گورو کا ادب اس قدر تھا کہ دریا جاتے وقت الٹے پاؤں چلتے تھے۔ تاکہ پیٹھ پھیرنے کی بے ادبی نہ ہو۔ آتے وقت سیدھے پاؤں آتے تھے۔ پھر لنگر خانہ کے اہتمام میں صرف ہوتا تھا۔ جب گورو صاحب خواب گاہ میں جاتے تھے۔ تب یہ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ

بیٹھے آرام کرتے تھے۔ یہ بارہ برس تک یک مشت ان کا معمول بنگیا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ ساون بھادوں کا مہینہ تھا۔ رات سخت اندھیری تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا۔ موسلا دھار بارش ہورہی تھی۔ آدھی رات کے وقت بڈھا بھگت اٹھا معمول میں کیسے فرق آوے! سردی سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر رہے تھے۔ کسی طرح ہتا کا ٹوٹا ہوا اٹھا عاجز دریا کے کنارے پہنچا۔ پاؤں کے تلے کی زمین کھسک جایا کرتی تھی۔ برسات میں دریا کے کنارے اکثر گرتے رہتے ہیں۔ اس نے کسی طرح بمشکل تمام گھڑا بھر لیا۔ اور بصد شوق وہاں سے چلا۔ گورو صاحب کے مکان کے قریب ایک جولاہا رہتا تھا۔ اس وقت بارش تھم گئی تھی۔ مگر غار گڑھے۔ کھیت میدان سب پانی سے بھر گئے تھے۔ اندھیرے میں رستہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جولاہے کے مکان کے قریب پاؤں ڈگمگایا۔ امرداس بھی گر پڑے۔ مگر داد دی ہمت! گھڑے کو سنبھال لیا۔ کیونکہ وہ گورو کی خدمت کی چیز تھی۔

سمرن کی رہ ڈھیلوں کرو۔ جیوں گاگر پنہار۔ پانی بھرنیوالی
ہالے ڈولے سرت میں کہیں کبیر بچار

دھماکے کی آواز سنکر جولاہے نے کہا "کون گر پڑا ہے؟" ایسے اندھیرے میں کون اٹھا ہوگا! ابھی تو پہر رات باقی ہے کون اٹھنے والا

جولاہنی بولی " سوائے اناتھ امرو بیچارے کے دوسرا کون اس وقت اٹھ سکتا ہے - وہ ہی غریب روز بیاس سے پانی لیکر آیا جایا کرتا ہے وہی گرا ہوگا"

جولاہنی کی بات گورو انگدجی کے کانوں تک پہنچی - اس وقت کچھ نہیں بولے - چیلے کی خدمت سے بہت خوش ہوئے یہانتک کہ آنکھوں سے پریم کے آنسو خود بخود ٹپکنے لگے - صبح کے ساتھ سنان کیا - جب دربار لگا اور سب لوگ حاضر ہوئے گورو انگد نے حکم دیا " جس جولاہنی نے امرداس جی کی شان میں نامناسب کلمے کہے ہیں اس کو حاضر کرو "

وہ ڈرتی کانپتی ہوئی آئی - گورو صاحب نے کہا " مائی آج صبح تو نے ہمارے پریمی امرداس کی بابت کیا کہا تھا" جولاہنی کے چہرہ کا رنگ مارے خوف کے زرد پڑ گیا - گورو جی نے فرمایا " خوف نہ کر - جو کچھ تو نے کہا ہے - لفظ بلفظ سنا دے میں اس کو سننا چاہتا ہوں "

اس وقت امرداس جی وہاں حاضر نہیں تھے - نیچے بیٹھے ہوئے باجہ بجا کر بھجن گا رہے تھے -

جولاہنی بولی " مہاراج ! ہم لوگ غریب ہیں - ہم کو بات بنانا بھی نہیں آتا - آج صبح آپ کا شاگرد امرداس ہماری کھڈ میں گر پڑا تو میں نے اپنے شوہر کے پوچھنے پر یہ کہا کہ اناتھ امرو بیچارے کے دوسرا کون اس وقت اٹھ

سکتا ہے - وہی غریب روز بیاس سے پانی لایا کرتا ہے - وہی کما ہو گا - مہاراج ! بات صرف اتنی ہے جو چاہئے مجھ کو سزا دیجئے "

ابھی بات مشکل سے ختم ہوئی تھی کہ امر داس بھی آ پہونچے - گورو انگد جی بہت پرسن ہو کر سنگھاسن سے اٹھے اور آنکھوں سے پریم کے جل برساتے ہوئے اس مجمع کے درمیان امر داس کو اپنی چھاتی سے لگا لیا -

گورو سمرتھ سر پہ کھڑے کیا کمی تو ہی داس کیا
رِدّھ سِدّھ سیوا کریں سکتی نہ چھانڈے پاس
داس دکھی تو ہیں دکھی - آنند ہو کال
پلک ایک میں پرگٹ ہوئے چھن میں کر دیں نہال

اور اسی وقت انگد جی نے گدگد بانی سے سب کو سنا کر کہا سنو - یہ امرو نہیں ہے - گورو امر داس ہے - یہ اناتھ نہیں ناتھوں کا ناتھ ہے غریب نہیں اس کے پاس پرمارتھ کا قیمتی خزانہ ہے - یہ بیچارہ اور بےعزت نہیں ہے - یہ بڑا عزت والا ہے لاوارثوں کا وارث بیکسوں کا دستگیر عاجزوں کی پشت پناہ ہے "

اسی دن گورو انگد جی نے سمت ۱۶۰۹ گورو امر داس صاحب کو اپنی گدی عطا کی - اور آپ تھوڑے دنوں پیچھے پرم دھام کو سدھار گئے -

گورو امر داس صاحب نے دریائے ویاس کے قریب جا کر

اپنے رہنے کی جگہ آباد کی یہ گاؤں پہلے گوبند نامی ایک کھتری کا تھا۔ اس نے بادشاہوں کو روپیہ دیکر خرید اتھا۔ مگر لٹیروں کے خوف سے وہ کبھی آباد نہیں ہوا۔ مجبوراً اس نے گورو انگد جی کو نذر کیا۔ امرداس جی نے اس کو خوب بسایا۔ یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی وہاں آکر آباد ہو گئے۔ اور ہر وقت لنگر جاری رہنے لگا۔ اور امیر و غریب سب کو ان کا فیض پہونچتا تھا۔

گورو امرداس صاحب نہایت جفاکش۔ ریاضت پسند اور نفس کش سادھو تھے۔ دیوار میں ایک کھونٹا گاڑ رکھا تھا۔ اسی کو پکڑ کر رات دن مالک کی یاد کرتے تھے۔ سو برس کے قریب عمر ہو گئی تھی۔ پھر بھی کھاٹ پر نہیں سوتے تھے۔ ان کی ریاضت کی شہرت دور دور تک پہونچی۔ ہندو مسلمان کتنے ہی پیر ہو گئے مسلمان فقرا ان سے اکثر ملنے آتے تھے۔ یہ ہیں شیخ محمد طاہری۔ سید شاہ بلاول۔ سید محمد محکم شاہ۔ خواجہ باری وغیرہ وغیرہ یہ سب اپنے وقت کے کراماتی فقیر مشہور تھے۔ ان کو امرداس جی کی ریاضت دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ ایک دن پوچھنے لگے "حضرت! آپ کی قریب سو برس کی عمر اور اس پر یہ ریاضت! کیوں ایسی مصیبت آپ اٹھاتے ہیں؟ اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے!" گورو صاحب زور سے کھکھلا کر ہنسے کہنے لگے "سنو۔ میں اس مزاج کا آدمی ہوں جس کو خاک چھانتے چھانتے ہیرا مل گیا تھا!" مسلمانوں نے پوچھا

اس کا قصہ ہم کو بھی سنا دیجیے" یہ بولے "ایک غریب شخص روز دھول خاک اٹھا کر اس کو چھانتا تھا۔ اور اسی میں سے اپنے کھانے کو پیدا کر لیا کرتا تھا۔ ایک کیمیا گر کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اور ایک قیمتی ہیرا خاک میں ڈالدیا۔ خاک چھاننے والے کو ہیرا پاکر خوشی ہوئی۔ اس کو بیچکر اس نے خاصی جایداد بنالی۔ مگر خاک چھاننے کے کام کو پھر بھی نہیں چھوڑا۔ ایک دن کیمیا گر نے اس سے پوچھا "کیا اب بھی تیرا افلاس نہیں گیا؟" وہ بولا "میں آپ کی مہربانی سے مفلس تو نہیں رہا۔ لیکن جس پیشہ کی وجہ سے مجھ کو ہیرا نصیب ہوا ہے میں کیوں اسے ترک کروں یہی میری حالت ہے۔ ریاضت اور خدمت سے مجھ کو عزت نصیب ہوئی۔ مگر میں اپنی اصلیت کو سمجھتا ہوں پھر بھی مالک کے سامنے اسی حیثیت سے رہنا چاہتا ہوں" مسلمان فقیر اس جواب سے خوش ہوا

گورو امرداس صاحب کے کلام گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہیں۔ جن کے جی میں آوے اس کو پڑھ کر بطور خود دیکھیں کیسے رسیلے اور موثر کلام ہیں۔

امرداس جی صرف تھوڑا سا چاول دودھ یا دال کھایا کرتے تھے۔ اپنشد سننے کے بڑے شائق تھے۔ ایک پنڈت گوپال نامی آپ کو اپنشد سنایا کرتا تھا۔

اکبر بادشاہ گورو صاحب کا بڑا معتقد تھا۔ جس طرح اکبر نے ہندوستان کے ۲۲ صوبے بنائے تھے۔ ویسے ہی ان کی بھی بائیس

گادیاں تھیں۔ سمت ۱۶۰۰ ایں گوروکشیتر میں بہت سے عالم پنڈت آپ کے مرید ہوئے۔ یہ سب شاستروں کے جاننے والے اور مغرور تھے۔ مگر جب گورو صاحب کی روحانی قابلیت کا اثر پڑا سب نے چرنوں میں اپنا سیس جھکا دیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ آپ ہردوار تشریف لیجا رہے تھے راہ میں کسی ٹھیکہ دار نے محصول مانگا۔ کہنے لگے "فقیروں کے پاس کیا دھرا ہے جو تجھ کو دوں۔ یہاں تو دھرم راج کو بھی ہم سے کچھ ملنے والا نہیں" یہ کہکر وہاں ہی قیام کر دیا جتنے یاتری جانیوالے تھے اُن کی دیکھا دیکھی سبھوں نے وہاں رُک جانا مصلحت سمجھا۔ بادشاہ وقت کے جاسوسوں نے خبر دی۔ حکم ہوا گورو صاحب اور اُن کے شاگردوں سے محصول نہ لیا جائے۔ اس خبر کو سنکر جتنے میلہ والے تھے سب گورو صاحب کے چیلے بنگئے۔ ٹھیکہ دار اپیل کرنے کے لئے شاہی دربار میں گیا۔ مگر محصول پھر وصول نہیں ہوا۔

سمت ۱۶۲۴ ایں چتوڑ کے فتح کرنے کے بعد اکبر گوئندوال میں گورو صاحب سے ملنے آیا۔ بہت سی چیزیں تحفہ میں نذر گذرانیں اور گورو صاحب سے بضد کہنے لگا "آپ بارہ گاؤں کی جاگیر معافی مجھ سے قبول کیجئے" جن لفظوں میں گورو صاحب نے اس کو جواب دیا ہے۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں "ہم پھنسانے نہیں آئے چھوڑانے آئے ہیں۔ ہم غلام نہیں بناتے آزاد کرتے ہیں۔ گورو گھرانا آزادی کی منادی کرتا ہے۔

جاگیردار ہو کر وہ ماتحت بنجائیگا۔ اور ہمارے کام کو شکست ہوگی۔
تم بادشاہ ہو کر ہمارے حاجات رفع کرتے ہو۔ ہم شاہنشاہ ہیں۔
پھر ہم کو ایسی جاگیر سے کیا سروکار ہے" یہ کہکر بادشاہ کے تحفوں
کو بھی اٹھاکر غریبوں کو اسی وقت تقسیم کر دیا۔

مُلک دنیا تن پرستاں را حلال
ما غلامِ ملک عشقِ لازوال

اس تحفہ کے عوض میں بادشاہ کو حلوا عطا فرمایا۔ بادشاہ نے
اس کو کھاکر کہا "گورو صاحب بوڑھے ہیں۔ اس لئے ایسی نرم غذا
کھاتے ہیں"۔ امرداس جی یہ سُنکر ہنسے اور بادشاہ وہاں سے لاہور کیطرف چلا آیا۔
گورو امرداس جی کی لڑکی بھانی بی بی کا بیاہ سمت ۱۶۱۲ میں
گورو رامداس جی کے ساتھ ہوا تھا۔ ان کے بعد ہی صاحب گدی پر بیٹھے
گورو امرداس جی ۶۲ برس کے تھے۔ جب انگدجی کے سیوک بنے
تھے۔ بارہ برس تک برابر ان کی سیوا کرتے رہے۔ اس کے بعد ۲۲
برس تک برابر اپدیش کا سلسلہ جاری رکھکر ہزاروں آدمیوں کو چتایا
کئے۔ یہ سلسلہ ان کی ۹۶ برس کی عمر تک جاری رہا۔
ان کی دو یادگار پنجاب کے شہر گوئندوال میں ابتلک قایم ہیں ایک چوبارہ
صاحب دوسری باولی صاحب جس میں چوراسی سیڑھیاں ہیں۔
گورو امرداس صاحب نے سمت ۱۶۳۱ بکرمی میں بھادوں
شکل پچھ کی پورنماشی منگل کے دن اس جسم کو چھوڑا۔ اور پرم
دھام کو سدھارے +

چوتھی پادشاہی

گورو رامداس صاحب

جا کی جیوت برہما تیکے، سُنّر ین بیدا
کہیں کبیر سن سادھو ہوا۔ کرستگور سیوا

کبیر صاحب

گورو رامداس جی کاتک کے مہینہ سمت ۱۵۹۱ بکرمی میں پیدا ہوئے تھے۔ دوسری پکش کی بیتھی کی تِتھی تھی۔ یہ شہر لاہور کے محلہ چونے منڈی کے رہنے والے تھے۔ اس وقت شیر شاہ کی عملداری تھی۔ باپ کا نام ہری داس سوڈھی اور ماں کا دیا کنور تھا۔ ابھی آپ بہت ہی کمسن تھے کہ باپ کا سایہ عاطفت سر پر سے اٹھ گیا۔ کام کاج کی خرابی کا اثر پڑنے لگا مگر ساتھ ہی ان کے آئندہ عظمت کے آثار بھی بچپن ہی سے زمانہ میں نظر آنے لگے۔

بالای سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

سادھوں سے آپ کو بچپن کی حالت میں بڑا پریم تھا۔ جب گورو امرداس جی کے لاہوری شاگرد درشنوں کیلئے جانے لگے۔ ان کو بھی گورو کی زیارت کا شوق ہوا۔ آپ بھی ان کے ساتھ شہر گویندوال میں آئے۔ پہلے ہی دن ان کے دل پر ایک خاص قسم کا اثر پیدا ہوا۔ امرداس جی اس طرح کے ساتھ نہیں تھے۔ جیسے پہلے دیکھنے میں آئے تھے۔ یہاں کچھ اور ہی کیفیت تھی۔ رام داس جی نے ساتھیوں سے کہا "میں ابھی گھر نہ جاؤنگا۔ کچھ دن یہاں رہونگا"۔ اور لوگ تو چلے آئے۔ مگر یہ وہاں ٹھہر گئے۔ اور گورو صاحب کے مکان میں جھاڑو دینا۔ پانی بھرنا۔ لنگر خانہ کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا۔ گورو جی کو پنکھا کرتے۔ ادب اور لحاظ اتنا تھا کہ پرنام کر کے کھڑے ہی رہتے۔ جب حکم ملتا تب بیٹھتے۔ اور بڑی بھگتی اور شردھا سے بچن سنتے۔

کچھ دن اس طرح گذرے۔

ذکر ہے امرداس جی کے ایک لڑکی تھی۔ جس کا نام بی بی بھانی تھا۔ ماتا رام کنور کو اس کی شادی کی بڑی فکر تھی۔ ایک دن گورو صاحب محل کے اندر بیٹھے تھے۔ پروہت بھی حاضر تھا۔ شادی کا تذکرہ چھڑ گیا۔ گورو صاحب نے پوچھا "آخر یہ تو بتاؤ تم کو کس قسم کا لڑکا چاہیئے؟" ماتا جی نے جواب دیا "جیسا تمہارا سیوک رامداس ہے۔ اسی عمر اسی شکل اور اسی لیاقت کا لڑکا

مجھ کو پسند ہو گا۔" امرداس جی نے ماتا کے منہ کو بغور دیکھا۔ پھر مسکراکر بولے کرتار نے کون جانے پہلے سے سنجوگ ملادیا ہو یہ اور بھی اچھا ہوا۔ پروہت کے باہر بھیجنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے اسی وقت رام داس جی کو بلاکر ان کا حسب نسب پوچھا۔ یہ بولے "کرپاساگر! میرے بچپن میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ مجھ کو کچھ بہت یاد نہیں۔ لیکن اتنا جانتا ہوں میں سوڈھی بنس کا کھتری ہوں۔" گورو صاحب کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ ماتا جی سے مشورہ کرنے کے بعد رام داس جی کی ماں کو بیٹے کی نسبت کی اطلاع دی گئی۔ اور اس کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی سمت ۱۶۱۲ بکرمی میں بھانی کنور سے رام داس جی کا بیاہ کر دیا گیا۔

شادی کے بعد بھی ان کی حالت میں اسی سادگی اور بھگتی بھاو کا اثر بنا رہا۔ کھانے پینے۔ پہننے اوڑھنے کا اتنا خیال نہیں رہتا تھا۔ رات دن بھجن سیوا۔ پوجا پاٹ اور گورو کے ست سنگ میں گذار دیتے تھے۔ گورو کو مکھیہ سمجھتے تھے اور کبھی کسی وقت میں حکم عدولی کا خیال تک دل میں نہیں آنے دیا۔ جو کچھ حکم ملا اس کو سر آنکھوں پر لیا۔ اور "ست بچن" کہہ کر اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ گورو کا حکم بجالانا ان کا اصلی کرم ودھرم تھا۔ یہ اسی کو الہام اور وحی سمجھتے تھے مزاج کے اتنے شانت تھے کہ بات چیت کم کیا کرتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے۔گورو امرداس جی اپنے شاگردوں کی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے بیٹھے تھے۔اُسی وقت ان کے دو صاحبزادے موہری اور موہن بھی آپہونچے۔گورو صاحب نے فرمایا" اگر تم لوگ ایک چبوترہ بناتے تو اچھا ہوتا بیٹھنے میں آرام ملتا۔" یہ سُنکر کئی شاگردوں نے چبوترے بنائے۔گورو صاحب کے لڑکوں نے بھی چبوترے بنائے۔امرداس جی نے سب کو ناپسند کر کے گروا دیا۔اور حکم دیا کہ پھر از سر نو بناؤ۔پھر تیار کئے گئے۔پھر گرانے اور نئے سرے سے بنانے کا حکم دیا۔کسی نے دو مرتبہ کسی نے چار مرتبہ کسی نے پانچ مرتبہ و دس مرتبہ بنائے مگر یہ برابر گروا دیتے پسند نہیں کرتے تھے۔آخر سب نے دکھی ہوکر چبوترا بنانے کا کام چھوڑ دیا۔اور کہنے لگے "یہ ساٹھ برس کا بوڑھا سٹھیا گیا۔عقل ٹھکانے نہیں رہی"۔یہ لفظ سُنکر گورو جی ہنسے اور کچھ نہیں بولے مگر ان کے شاگردوں میں ایک رامداس جی ایسے تھے۔جنہوں نے اپنے چبوترے کو نہیں چھوڑا۔گورو صاحب نے ان سے بھی کئی مرتبہ چبوترا بنوایا اور گروایا۔یہ برابر کام میں لگے رہے۔اور چہرہ پر شکن تک نہیں ....

....

...........گورو صاحب نے آخر پوچھا "کیوں رامداس! سب تو گھبرا کر چلے گئے۔مگر تم کیوں اس کام میں لگے ہو؟" آپ نے پاؤں کو بوسہ دیکر جواب دیا "کرپا ساگر!

ہمارا کام حکم بجالانا ہے۔ سیوک کا دھرم سیوا کرنا ہے۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم کو سیوا کا حکم ملا ہے۔ جتنی سیوا لیجاتی ہے۔ جتنی دفعہ سیوا کرالی جاتی ہے۔ اتنا ہی ہم میں پوترتائی آتی جاتی ہے۔ اگر سیوا اچھی نہیں ہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ اس کے سلسلہ میں گورو کی پرسنتا کی کمائی آہستہ آہستہ ہو رہی ہے کرپاساگر! ایک تو یہ بات ہوئی۔ دوسرے گورو اچھی طرح جانتا ہے۔ کس طرح سیوک کے من کی گڑھت کی جاتی ہے ہم نربدھی کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے ہم کو آپ کے حکم میں اور آپ کے چرن میں پریتی ہے جس کے اپدیش سے بھوساگر پار جانا ہے۔ اگر اس ناچیز چبوترہ کے بنانے میں مضبوطی سے کام نہیں کیا گیا۔ تو آگے کا کیا ٹھکانا! کرپاساگر! اس لئے اگر آپ جنم بھر بھی مجھ سے کام لیتے رہیں۔ تب بھی میں اپنے کو کرت کرت سمجھونگا۔" ان لفظوں کو سنکر امرداس جی بہت خوش ہوئے۔ چیلے کو پریم سے اپنے انگ لگایا۔ اور اسی وقت گدی پر بٹھا کر یہ اپدیش سنایا۔

"ہمارے خاندان میں ہمیشہ سے ایک حکم چلا آتا ہے نانک صاحب نے انگد صاحب اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ پنجاب کے وسط میں کسی زمانہ میں ایک تیرتھ ستھان تھا وہ غایب ہو گیا ہے۔ اس کو پرگٹ کرنا چاہئیے"۔

اس کے بعد دونوں صاحب اس مقام پر آئے۔ جہاں

گوروانگدجی کی بیماری کے زمانہ میں سنجیون بوٹی نامی دوا کی تلاش ہوئی تھی۔ یہ ایک نہایت گھنا جنگل تھا۔ جو تنگ سلطان پنڈ و گمٹا بانامی گاؤں کے وسط میں واقع تھا۔ گوروصاحبان نے زمینداروں کو بلاکر تیرتھ کے متعلق تحقیقات کرنی شروع کی اور ان سے کچھ زمین مانگی۔ یہ جنگل مشترک تھا۔ سب نے ملکر ان کو بھینٹ کر دیا۔ گو گورو امرداس جی اس وقت حیات تھے۔ مگر بادشاہی رام داس جی کو عطا ہو چکی تھی۔ اس لئے ان ہی کے ہاتھ سے سمت ۱۶۲۹ اساڑھ مہینہ کی پنچمی کو شہر امرت سر کی بنیاد رکھوائی گئی۔ اس کا نام رامداس پور رکھا گیا رامداس جی کو یہ منظور تھا۔ کہ اس کا نام ان کے گورو کے نام سے رکھا جائے ایشور کی کرپا بعد کو اس امرت سر کے تالاب کی وجہ سے اس کا نام ہی امرتسر ہوگیا۔ سب سے پہلے گوروصاحب نے اپنے رہنے کے لئے یہاں کچھ مندر بنوائے تھے۔ جواب تک گورو کے محل کے نام سے مشہور ہیں۔ گوروجی نے اس گاؤں میں ہر قسم کے آدمی آباد کئے۔ اس کے بعد وہ تالاب کھدوا دیا۔ جو امرت سر کہلاتا ہے۔

گورو رام داس جی نے امرت سر بسانے کے بعد اپنی توجہ بھجن بھاو کی طرف مصروف کی۔ عام دربار میں سب کو اپدیش سنایا کرتے تھے۔ اور تنہائی میں خود بھجن کرتے تھے۔ ان کے وقت میں پنجاب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رہا۔ جہاں گورو کے چیلے نہ ہو گئے

ہوں۔ ہندو مسلمان جو کوئی درشنوں کے لئے آیا وہ ان کا معتقد بن گیا۔ سلامت روی۔ آزاد پسندی ان کی تعلیم کی جان تھی۔ ہزاروں و لاکھوں کی تعداد میں چڑھاوے کی رقم آتی تھی۔ مگر گورو صاحب مطلق اس کی طرف دھیان نہیں دیتے تھے۔ سب لنگر خانہ میں صرف ہو جاتی تھی۔ اور غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اونچی نیچی قوموں کا بالکل خیال تک نہیں کیا جاتا تھا۔ سب ایک نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

رامداس جی کی فیاضی اور سیر چشمی کے بارہ میں یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ ایک دن آپ گدی پر بیٹھے تھے۔ کسی مہاجن نے منت مانی تھی۔ اس نے آکر سونے کا قیمتی کنٹھا جس میں جواہرات جڑے تھے۔ بھینٹ کی اسی وقت منگل نامی ایک فقیر مانگنے آیا۔ گورو جی نے اس کو اٹھا کر دیدیا۔ مہاجن کو ایک طرح کا دکھ ہوا۔ آپ نے اس موقع پر بہت اچھا ویاکھیان سنا کر اس کی تشفی کی۔

آپ نے فرمایا "تم نے کنٹھا بھینٹ کرکے ہم کو پرسن کیا۔ ہم نے اس کو ایشور کے ایک بندے کو دیکر ایشور کو پرسن کیا۔ تم کو تگنا چوگنا نفع ہوا۔ تمہارا کنٹھا مبارک تھا۔ جو تمہارے لئے ہمارے لئے اور اس فقیر اور سب کے لئے برکت کا باعث بنا تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو۔ یہ کنٹھا ایک جگہ کبھی رہ نہیں سکتا تھا۔ دنیا میں کسی کو قرار نہیں ہے۔ یہ سنسار کی چیز و

کا سوبھاؤ ہے - کبھی یہاں کبھی وہاں - کبھی اور جگہ - اگر میں اس کو اپنے پاس رکھتا تو یہہ دُکھ کا باعث بن جاتا - بندھن کا کارن ہوتا - مورکھ پرانی نادانی سے بندھن میں پڑ کر تکلیف اٹھاتے ہیں - مایا کا رُوپ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے - جو ایسا سمجھتے ہیں وہ اس سے فایدہ اُٹھا سکتے ہیں - خود آرام پاتے ہیں اور دل کو آرام دیتے ہیں - جو اس کے برخلاف چلتے ہیں مصیبت میں پڑتے ہیں - اس لئے تم بھی اِس سچائی کو اپنے دل میں رکھ لو - ان کی عارضی چمک کو دیکھ کر پروانہ کی طرح جان مت دو - ان کے لالچ میں پڑ کر شہد کی مکھی کی طرح عذاب میں نہ پڑو - ان کی جدائی سے منی والے سانپ کی طرح ہلاک نہ ہو - نہ ان کے واسطے سوانتی کی بوند کے شایق پپیہا کی طرح شور مچاؤ - یہہ انسانیت نہیں ہے"۔

مہاجن نے اپنا سر اُن کے پاؤں پر دھر دیا - "دین بندھو! آپ دین دُنیا دونوں کے داتا ہو - آپ کے اُپدیش سے راگ دویش بھلے بُرے - دوست دشمن - مان اپمان - سب کی سمجھ آ جاتی ہے - دوند کا دُکھ مٹ جاتا ہے"۔

سمت ۱۶۳۳ میں اکبر بادشاہ دہلی سے لاہور کو جا رہا تھا - گورو رام داس جی کی بزرگی کا حال سُن کر درشن کے لئے آیا - اور بہت کچھ بھینٹ میں دیا - اور پہلے کی طرح معافی جاگیر کی درخواست کی - گورو صاحب نے کہا "زمین فساد کی جڑ ہے - فقیروں کو اس

سے تعلق رکھنا اچھا نہیں ہے" بادشاہ نے خوش ہو کر کچھ نقد اشرفیاں نذر گذرانیں۔ گورو صاحب نے اس کو لنگر کے خرچ کے لئے بخش دیا۔ امرت سر کا نام اُس وقت گورو رامداس کا چک تھا۔ اکبر نے زبردستی اس چک کا محصول معاف کر کے اس کے ساتھ اور گاؤں کا معافی نامہ لکھ دیا تاکہ بعد کو کوئی بادشاہ فقیروں کو تکلیف نہ دے ۔

اب تک نانک صاحب کے گھرانے میں صاحبزادوں کو گدی نہیں دیجاتی تھی۔ شاگردوں کی لیاقت کی کسوٹی مقرر تھی جو اُس پر ٹھہر گیا۔ وہ گدی کا وارث ہو گیا مگر گورو رامداس کے بعد وہ خاندانی میراث بن گئی۔ اس کا قصہ یوں ہے۔

جس طرح رام داس جی گورو امرداس کے تن من دھن سے بھگت تھے۔ اسی طرح اُن کی لڑکی بھانی کنور بھی اپنے پتا کی سیوا کرتی تھی۔ رام داس جی کے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد بھی وہ اُن کی سیوا میں رات دن مصروف رہتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ صبح کے وقت بھانی کنور گرم پانی کر کے نہانے کے لئے لائی۔ جس چوکی پر بیٹھے ہوئے گورو صاحب نہا رہے تھے۔ اُس کا ایک پایہ سڑا ہوا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ قریب تھا کہ گورو صاحب گر پڑتے۔ لڑکی نے اپنے پاؤں کے گھٹنے کو ٹیک کر اس کو روک دیا۔ چوکی کے اس حصہ میں دو تین لمبے لمبے کیل تھے گھٹنے کی ہڈی میں گھس گئے۔ خون نکلنا شروع ہوا مگر لڑکی نے

ذرا بھی شور نہیں کیا - مبادا گورو صاحب کے دھیان میں فرق
آوے - جب ان کو فرصت ہوئی چوکی پر سے اُترے - درد
زیادہ معلوم ہوتا تھا - اس نے اپنا پاؤں چوکی سے علیحدہ کیا -
زمین خون سے رنگین ہوگئی تھی - گورو جی نے دیکھا - کچھ معلوم
ہوگیا - دیا بھاؤ سے فرمانے لگے "بیٹی! تو دھنیہ ہے ایسا کیوں
کیا ہے؟" وہ بولی "کرپاساگر! یہہ زخم دو چار دن میں اچھا ہو جائیگا
یہہ شریر اگر آپ کی سیوا ہی میں کام نہ آیا - تو پھر اس کے لئے اور
کونسا اچھا کام ہے گا - یہہ انیت شریر ہے - میں نے سوچا -
ایسا نہ ہو چوکی کے ٹوٹنے سے گورو صاحب کو دُکھ پہونچے نیز
اس پاک شریر سے کتنوں کا فایدہ ہو رہا ہے - یہہ وجہ اس گستاخی
کی ہے" گورو صاحب کا دل اس بات کو سُنکر بھر آیا - بولے
"جو تمہاری خواہش ہو مانگ میں دونگا" لڑکی نے کہا "حضور کا
دیا ہُوا سب کچھ موجود ہے" آپ نے فرمایا "شرم نہ کر جس بات
کی خواہش ہو مجھ سے کہہ" یہہ کہنے لگی "اگر یہی حکم ہے - تو
یہہ کر دیجئے - جو گدی آپ نے میرے پتی کو بخشی ہے - وہ میری
ہی کل میں رہے" تب آپ بولے "بیٹی! تو نے سوچ سمجھ کر
نہیں مانگا - یہہ گدی نانک صاحب کی ہے ہم کو ایسا حکم
نہیں دیا گیا" بھانی کنور خاموش رہی پھر گورو صاحب کہنے لگے
"خیر! اگر ایسی ہی خواہش ہے تو میں قول ہار چکا ہوں انکار
نہیں کر سکتا - لیکن بڑوں کے قول کی انحراف ورزی کا نتیجہ

پھل ہُوا کرتا ہے - وہ بھی ہو کر رہے گا - نانک جی کے اصول کو توڑ دیا گیا اس لیئے اس کی سزا بھی دی جاوے گی - اب تک یہہ کام سہولیت سے ہو رہا تھا - کسی قسم کا خوف نہیں تھا - لیکن اس تاریخ سے جو گدی پر بیٹھیگا اس کو چین نہ ملیگا - اور جو کام آسانی سے ہوتا اس میں دقت اٹھانی پڑیگی" بھانی پھر بھی چپ رہی - گرو صاحب تیسری دفعہ بولے "جا تیری اچھیا پوری ہو!" یہہ سُن کر وہ خوشی خوشی گھر چلی گئی اور اس وقت سے گدی گورو رام داس کے خاندان میں منتقل ہو آئی - اور چونکہ اس کا دُنیا سے زیادہ تعلق ہو گیا - یہہ اس تعلق کا نتیجہ تھا کہ مابعد زمانہ کے گوروں کو بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں - یہہ کرتار کی موج تھی ؎

امرت سر کا تالاب نہ صرف سکھوں کا بلکہ تمام ہندوؤں کا تیرتھ ہے - اس کی بزرگی کے متعلق بہت سی روائتیں بیان کی جاتی ہیں - کوئی اس کو رام چندر جی کے وقت کا بتاتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے - یہہ بھی قصہ مشہور ہے کہ ایک کوڑھی کی بیماری اس میں نہانے سے دُور ہو گئی تھی - تعجب بھی نہیں کہ یہہ صحیح ہو کیونکہ خاص خاص مقامات کے پانی میں خاص خاص قسم کی تاثیر ہوا کرتی ہے - اگر ان سب باتوں سے بھی درگذر کیا جائے تو چونکہ ایک مہان آتما گورو کی ذات اور نام سے اس کا تعلق ہے - اس کی تقدیس اور بزرگی کے لئے اور زیادہ

ثبوت کی کیا ضرورت ہے - امرداس جی اور رامداس دونوں مقدس
آپ بزرگ تھے - یہ امرت سران کی بھگتی - اُن کی تقدیس اور
اُن کی پاکی کی یادگار ہے - جو لوگ وہاں جاتے ہیں - گوروؤں کی
بزرگی کی یاد ان کے دلوں میں از سرنو آتی ہے اور روحانی طور پر
ان کو فایدہ پہونچتا ہے -

گورو رام داس جی کے تین بیٹے تھے - پرتھوی چند - مہادیو
اور ارجن دیو - ان میں پرتھوی چند گو عمر میں بڑا تھا - مگر عقل و
تمیز میں سب سے چھوٹا تھا - وہ ہمیشہ ساری عمر اپنے باپ
کا مخالف ہی بنا رہا - اور اپنے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ
دشمنی رکھتا تھا - یہی وجہ ہے کہ وہ گدی کے قابل نہیں
سمجھا گیا - مہادیو فقیرانہ مزاج کا تھا - دُنیا سے درکت -
جیون مکت - نہ کسی سے لینا نہ کسی کو دینا - صبح سے شام
تک ایشور کے بھجن دھیان میں مصروف رہتا تھا - اس کو خبر
بھی نہیں رہتی تھی کہ دنیا کا بیوہار بھی کوئی چیز ہے یا نہیں
مگر ارجن دیو جی طبیعت دار - دانا اور سمجھ والے تھے - باپ
کے حکم میں ہمیشہ چلتے تھے - ستسنگی اور ساہلی نام کو بھی چھو
نہیں گئی تھی - سپاہی کی طرح بے تفذر - جو گورو کی زبان
سے نکلا - انہوں نے اسی وقت مان لیا - یہہ کبھی نہیں
کہا کہ آپ کیوں ایسا حکم دے رہے ہو؟ یہہ وجہ ہے کہ ان ہی
کو رام داس جی نے گدی سونپی ⁘

ایک مرتبہ کا ذکر ہے - سہاری مل کے بیٹے کا لاہور میں بیاہ تھا - یہ شخص گورو صاحب کا خاندانی رشتہ دار تھا - بارات میں جانے کے لئے نیوتا آیا - گورو جی کو ست سنگ چھوڑ کر جانا منظور نہیں تھا - بڑے بیٹے کو بھیجنا چاہا - مگر اس نے سوچا گورو جی بوڑھے ہیں - شاید مجھ کو باہر بھیج کر کسی اور کو گدی پر نہ بٹھا دیں - اس لئے انکار کر دیا - گورو جی نے ارجن دیو سے کہا - "تم جاؤ - لیکن جب تک ہم نہ بلا دیں کبھی یہاں آنے کی جرات نہ کرنا" ارجن نے کہا "ست بچن کرپا ساگر" اور لاہور کو چلے آئے - شادی کے بعد وہاں ہی ٹھہر گئے - مگر دل میں گورو کے درشنا کی اچھیا ہمیشہ بنی رہی - رات اور دن اسی کا چرچا رہتا تھا - جب طبیعت میں زیادہ بیکلی آئی تو دو خط یکے بعد دیگرے روانہ کئے - دونوں پرتھوی چند کے ہاتھ پڑے - گورو صاحب کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے - کچھ دنوں بعد ارجن دیو نے پھر خط لکھا -

"میرا من لوچے گورو درشن تائیں
بلپ کرے چاترک کی نیائیں"

اور نامہ بر کو سمجھا دیا کہ یہ خط سوائے گورو صاحب کے اور کسی کو نہ دینا - جس وقت اس نے لے جا کر گورو کو خط دیا - پڑھتے ہی ان کے دل میں پریم کے ترنگ نے جوش مارا - خط میں پہلے دو تحریروں کا حوالہ تھا - آپ نے پرتھوی چند سے

پوچھا۔ پہلے کے دو خط کہاں ہیں؟ اس نے انکار کیا "مجھے کیا معلوم!" گوروجی نے کہا "ذرہ یاد کرو۔ اس نے دو خط پہلے لکھے تھے" یہ بولا "مہاراج! ارجن کے پتر ہنڈیاں تو تھی نہیں جو میں بھنا لیتا" رامداس جی نے اپنے ایک سیوک کو اشارہ کیا اس نے اس کے انگرکے جیب سے وہ خط لاکر سامنے رکھ دیئے تب تو پرتھوی چند کے ہوش ٹھکانے لگے۔ شرمندہ ہوا۔ گورو صاحب نے اسی وقت بابا بڈھا جی کو یاد کیا۔ جو گورو نانک صاحب کے زمانہ کے شاگرد تھے۔ اور ان کو سمجھا کر لاہور بھیجا کہ سکھ کو لے آویں اور انہیں کو گدی بھی دیدی ۔

ارجن دیو میں خاص قسم کی قابلیتیں تھیں۔ جن کو رامداس جی جانتے تھے۔ اس کے سوا دو ایک واقعات بھی اس قسم کے ہو گئے تھے۔ جن کی وجہ سے وہ گدی کے قابل سمجھے گئے تھے ۔

روایت ہے ایک دن امرداس جی بیٹھے ہوئے تھے۔ ارجن دیو کھیلتے کھیلتے بچا۔ گی اچھل کر گدی پر بیٹھ گئے۔ اور پدماسن جما لیا۔ ان کی اس وقت کی سنجیدگی کو دیکھ کر امرداس جی کو حیرت ہوئی۔ مسکرا کر گود میں لے لیا اور کہنے لگے "صبر کرو تم ہی اس کے قابل ہو گے۔ مگر اپنے باپ کے بعد یہ عزت تم کو نصیب ہو گی اور تم اس گدی کی زینت بنو گے"

یہہ واقعہ رامداس جی کو یاد تھا۔

گدی دینے کے بعد گورو رامداس جی نے اپنے بڑے لڑکے کو بہت کچھ سمجھایا مگر اس نے ایک نہیں سنی۔ اور ارجن دیو کے پیچھے پڑ گیا۔ رامداس جی شہر گوبند وال میں چلے آئے اور وہاں اُنچاس برس دس مہینہ اور چودہ دن کی عمر میں سمت ۱۶۳۸ میں اتوار کے دن گپت ہو گئے ان کی سمادھی گورو امرداس جی کے قریب بنائی گئی تھی۔ سمادھی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ آپ فرماتے تھے میرا کوئی نشان نہ قایم کرنا۔ مگر چیلے کب ماننے والے تھے۔ ایک عمارت آپ کی یادگار میں تعمیر ہوئی۔ مکان بڑا خوبصورت اور پایدار تھا۔ مگر بنانے کے تھوڑے ہی دن بعد دریاء بیاس کی طغیانی نے اس کو بہا دیا۔ اب کہیں اس کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ اور اس طرح رامداس جی کی خواہش کے موافق کام ہوا۔ کبیر صاحب نے سچ فرمایا ہے۔

ساد ھو بچن پلٹے نہیں پلٹ جائے برمہنڈ

پنجاب دیش میں سوڈھی صاحبزادے انہیں رامداس جی کی بنس کے ہیں۔ گورو رامداس جی نے صرف چھ برس ۱۱ مہینہ ۱۸ دن تک گورگدی کو زینت بخشی تھی۔

پانچویں بادشاہی

گوروارجن صاحب

باب اوّل

گوروُ ارجن صاحب سمت ۱۶۲۰ بکرمی بیساکھ کے شکل سپتمی کو اکبر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ اِن کی ماں بھانی بی بی تھی۔ جس نے گورو امرداس جی سے ہمیشہ کے لیئے نانک کی گدی کو اپنے خاندان میں منتقل کرا لیا تھا۔

گوروُ ارجن صاحب کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی شادی سمت ۱۶۳۲ بکرمی میں چندن داس سوڈھی کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ مگر جب وہ مرگئی تب کرشن چند کھتری کی لڑکی گنگا دیوی کے ساتھ سمت ۱۶۶۴ ان کا عقد باندھا گیا۔

جو پھلور کا رہنے والا تھا۔ گورو ہرگوبند جی اسی دیوی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ماتا کس طرح قابل اولاد پیدا کر سکتی ہے۔ یہ بات بہ آسانی گنگا دیوی کے طرز عمل کے مطالعہ کرنے سے سمجھ میں آسکیگی۔ اِس مبارک نفس دیوی کو رات دن یہ فکر رہا کرتی تھی کہ اُس کا لڑکا اقبالمند ہو۔ جو دنیا میں بڑا نام پیدا کر سکے۔ گورو ارجن کی پہلی استری سے اولاد نہیں تھی۔ اِس سے بھی چھ برس تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ یہ فکر مند رہتی تھی۔ کہیں پہلی بیوی کی طرح وہ بھی اولاد کی دولت سے محروم نہ رہے۔ عورتوں کو لڑکے بالوں کی بڑی فکر رہتی ہے اور یہ ان کے حق بجانب بھی ہے۔

دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر
آرام کوئی لختِ جگر سے نہیں بہتر

یہ خیال اس کو بہت ستاتا رہا۔ اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال زور شور سے اندر ہی اندر کام کرتا رہا کہ میرے پیٹ کا لڑکا خوش نصیب اور نہایت زبردست عالی دماغ پیدا ہو۔ خیال کی طاقت انسان کے جذبات کا رُخ نیکی۔ بھلائی اور انسانیت کی طرف پھیرتی رہتی ہے یہ سب کو معلوم ہے اور ہم دیکھتے ہیں گنگا دیوی کے اسی خیال نے اس کے بطن سے گورو ہرگوبند سا قابل اور لائق شخص پیدا کیا۔

کہتے ہیں ایک دن گورو ارجن صاحب سے اجازت لے کر گنگا دیوی بابا بوڑھا کے پاس اُن کی زیارت کو گئی۔ یہ گورو نانک صاحب کے خاص شاگردوں میں ممتاز تھے۔

حرص دُنیا مِل گئی تھی خاک میں
تھا تقدس اس کی ذاتِ پاک میں

جنگل میں پھُوس کا جھونپڑا بنا کر بڈھا عابد عبادت الٰہی میں رات دن مصروف رہتا تھا۔ گنگا دیوی ان کے پاس بڑے پریم اور بھگتی سے گئی۔ بڈھے سادھو نے اس کے سچے پریم کو دیکھ کر اور خوش ہو کر کہا "کہو بیٹی! کیسے بابا کے درشن کو آئی ہو۔ یہ بھگتی سکام ہے یا نشکام ہے؟" گنگا دیوی نے سر نیچا کر کے کہا "کرپا ساگر! نشکام یا سکام بھگتی کا پھل بھی آپ ہی کے چرنوں کی دیا سے پراپت ہوتا ہے" بوڑھا ہنسا۔ جانتا تھا۔ عورتوں کو کس بات کی خواہش ہوا کرتی ہے۔ اور وہ واقف نہیں تھا کہ گورو ارجن صاحب کے گھر میں کوئی بال بچا نہیں ہے۔ اس نے کہا "ایشور تجھ کو اُنتر وتی کریں۔ تیرا پُتر تیجسوی اور پرتاپی ہو۔ شُور بیر ہو" گنگا دیوی خوش ہو کر سادھو کے پاؤں کی طرف جھُکی اور نمسکار کر کے چپکے اپنے گھر چلی آئی۔ لوگ کہتے ہیں گورو ہرگوبند بوڑھے بابا کی دُعا سے پیدا ہوئے تھے۔

جس دن سے گورو ہرگوبند پیدا ہوئے سچ مچ ایشور

کی کرپا سے گورُو گھرانے کی عظمت بہت بڑھ گئی۔ گورُو ارجن صاحب سے پہلے۔ گورُوں میں حد درجہ کی سادگی۔ اور ریاضت تھی۔ اور گو یہہ سب اوصاف گورُو ارجن میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ مگر ان کے زمانہ میں کچھ شان و شوکت کا بھی خیال پیدا ہُوا۔

سمت ۱۶۳۸ بکرمی میں یہہ گورُو گدّی پر بیٹھے۔ جس روز سے یہہ پاک خدمت ان کے سپرد کی گئی۔ یہہ رات دن ہمہ تن اُس کے انجام دینے میں مصروف رہے۔ ان کی مبارک زندگی میں ایسا کوئی وقت نہیں آیا جب یہہ کسی نہ کسی مفید کام میں نہ لگے رہے ہوں۔ کتنے تالاب۔ باولیاں۔ دھرم شالے بنوائے۔ کرتارپور کا شہر آباد کرایا اور اس طرح انتظام کیا کہ تمام پنجاب میں گورُو نانک صاحب کی تعلیم کا پرچار وسیع پیمانہ میں ہو گیا۔ اور سب کے دلوں میں گورو نانک صاحب کی تعظیم پیدا ہو گئی۔ ارجن دیو خود بھی نانک صاحب کے اتنے بھگت تھے کہ پرارتھنا میں روزانہ کہا کرتے تھے۔ "میں گورُو نانک کے گھر کا سیوک ہوں۔ اور یہی میرا فخر ہے"

مگر جس دن سے گورو ارجن نے گدی کو زینت دی۔ اُسی دن سے دُنیا میں اُن کے امتحان اور آزمایش کے سخت سانحات وقوع میں آنے لگے۔ پرتھوی چند ان کا بڑا بھائی حد درجہ کا ریاکار نکلا۔ مثل مشہور ہے "ولی کے گھر شیطان"

ہوتے ہیں۔ یہہ پرتھوی چند سچ مچ گورو رام داس کے گھر میں شیطان پیدا ہؤا۔ اس نے گورو ارجن کے ساتھ اس طرح دشمنی کا برتاؤ کیا۔ جس کی شاید کسی غیر قوم کے آدمی سے بھی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ اور اس مہاتما کے قبل از وقت گپت ہونے کا باعث بھی کسی حد تک اسی پرتھوی چند کو سمجھنا چاہیئے۔ اس نے مسلمانوں سے تعلق پیدا کیا۔ اور اُن کو ارجن دیو کا دشمن بنا کر طرح طرح کے ظلم و ستم کے سلسلہ کو جاری کرا دیا۔ شروع شروع میں جو بھینٹ اور چڑھاوا ملا کرتا تھا۔ یہہ سب خود ہڑپ کر جایا کرتا تھا۔ سکھوں میں اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لئے یہہ خود ایک طرح پر گورو بن بیٹھا۔ اپنے نام سے عمارتیں اور تالاب بنوائے۔ مگر سب میں ناکامیاب ہی رہا۔ سچ ہے:۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کی فضول خرچی نے گورو ارجن دیو کو سخت مصیبت میں ڈال دیا۔ یہہ کیفیت ہو گئی کہ کبھی کبھی وہ اور اُن کے پیرو کار بھوکے رہتے ہوئے چنے کھا کر دن کاٹنے لگے۔ مگر واہ رے استقلال! کبھی گورو ارجن جی اپنی زبان سے شکایت کا کلمہ استعمال کیا۔

مثل مشہور ہے اکثر بدی کے سلسلہ میں نیکی کا ظہور

بھی ہوا کرتا ہے۔ پرتھوی چند کی شرارت کی وجہ سے وہ اکثر جا بجا پرچار کے لئے باہر رہنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعداد کثیر ان کے شاگردوں کے زمرہ میں شامل ہو گئی۔ یہاں تک کہ پشاور۔ قندھار۔ کابل اور خراسان تک کے آدمی آپ کے مرید ہو گئے۔

ایک دن کا ذکر ہے گورو ارجن دیو امرت سر کے تالاب سے تھوڑے فاصلہ پر اتر کی طرف بیٹھے ہوئے اپدیش کر رہے تھے۔ وہاں پر سنتوشا نامی ایک اروڑہ کھتری پشاور کا رہنے والا تھا آیا اور ہزاروں روپیہ سامنے رکھ کر کہنے لگا۔ "کرپا ساگر! میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ بھینٹ کا روپیہ کسی ایسے کام میں لگا دیا جائے جس سے میرا نام کچھ دنوں دنیا میں باقی رہے۔ گورو جی نے اسی کے نام سے اس جگہ ایک سنتوشا سر نامی تالاب کھدوا دیا۔ جس وقت یہ تالاب کھد رہا تھا۔ اس کے نیچے ایک مندر برآمد ہوا جس میں کوئی یوگی سمادھی لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اور جس نے گورو صاحب سے بات چیت کرنے کے بعد خاکی جسم کو چھوڑ دیا۔

اس تالاب کے کھدانے میں گورو ارجن نے بڑی دلچسپی ظاہر کی یہاں تک کہ اپنے تمام خاص خاص شاگردوں۔ بھائی بھگتو۔ بھائی بھنو۔ بھائی سالو۔ بھائی پیڑا۔ بھائی بڑھا۔ بھائی گورداس۔ بابا بوڑھا۔ بھائی داؤ وغیرہ کو بلوا کر کام کرنے

کا حکم دیا - اِس تالاب کے قریب دُکھ بھنجنی بیر کے ساتھ ایک اونچا چبوترہ بھی تعمیر کرایا - جس وقت تالاب کھود رہا تھا - آپ نے فرمایا کوئی زمانہ ایسا آویگا جب یہہ گمنام اور چھوٹا گاؤں بہت بڑا شہر بنے گا اور یہاں ہر قسم کے آدمی بسیں گے۔

سمت ۱۶۴۵ بکرمی میں اس تالاب کے درمیانی حصہ میں آپ نے ہری مندر بنوانے کا حکم دیا - اس کی بنیاد رکھنے کے وقت بہت سے معزز آدمی آئے ہوئے تھے - بنیاد کی پہلی اینٹ میاں میر نامی ایک مسلمان نے رکھی تھی - مگر اتفاق سے جس وقت اینٹ رکھی گئی معماروں نے اس کو پھر سے اُلٹ کر رکھدیا - گورو جی نے کہا "معلوم ہوگیا - یہہ مندر پھر دوبارہ بنے گا - یہہ گرایا جائیگا -" اور ایسا ہی ہوا - سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں احمد شاہ ابدالی نے اس کو گرا دیا تھا - پھر بعد کو از سر نو اس کی تعمیر ہوئی -

اس کے بعد آپ نے اپنے شاگردوں میں سے بہت آدمیوں کو امرتسر میں آباد ہونے کا حکم دیا - اور اس کام کی ذمہ داری بھائی سالو کے سپرد کی - اُس نے بائیس قوم کے آدمیوں کو ہر چہار طرف سے لا کر آباد کرا دیا - اور اس وقت سے اس کی آبادی و رونق میں برابر ترقی ہوتی گئی -

پرتھوی چند کو امرت سر کا آباد ہونا بُرا معلوم ہوا - حسد کی آگ سے جل کر اُس نے جھگڑے کرنے شروع کئے - سمت ۱۶۶۱

بکرمی میں گورو صاحب مجبور ہوکر گوبند وال۔کھنڈور وغیرہ گاؤں میں دو دو چار چار دن قیام کرتے ہوئے کھارہی نامی مقام میں چلے گئے وہاں کی آب وہوا بہت پسند آئی حاکموں سے سمت ۱۶۴۹ میں جگہ مول لے کر ترنتارن کا تالاب کھدوایا اور شہر آباد کیا۔جس وقت اس تالاب کے لئے اینٹیں تیار ہوئیں۔ پرتھوی چند نے امیرالدین وغیرہ نامی سرکاری عمال کو اشتعال دلائی۔ اور وہ سب اینٹیں نورالدین کی سرائے کے لئے چھین لے گئے۔ اور گورو ارجن صاحب خاموش رہ گئے۔ لوگوں نے رائے دی کہ اس نے سخت بے انصافی کی ہے۔ آپ بولے "کوئی ہرج نہیں۔ صبر کرو۔ اینٹیں ہمارے کام کے لئے کافی نہیں تھیں۔ بار بار تیار کرانا پڑتا۔ جہاں ہماری تھوڑی اینٹیں گئی ہیں وہاں لاکھوں کی تعداد میں تیار رہیں۔ تم محنت میں لگو۔ فکر نہ کرو۔ ہماری اینٹیں واپس آئیں گی اور زیادہ تعداد میں دوسری اینٹوں کو ساتھ لائیں گی۔ سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں ایسا واقعہ ہوا کہ سردار بھول سنگھ اور سردار بشن سنگھ رئیسان رام گڑھیا نے نورالدین کی سرائے کو فضول سمجھ کر اس کو کھدوا دیا اور ساری اینٹیں ترنتارن کے تالاب میں لگا دیں۔ اس طرح گورو صاحب کی پیشین گوئی سچی ہوئی۔ اس کے بعد کنور نونہال سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے نے اس تالاب کے قریب بڑا خوبصورت مندر تعمیر کروا دیا جو قابل دید

ہے - اور ایک گورو ستھان بھی بنایا گیا ہے۔

سمت ۱۶۳۱ میں آپ نے جالندھر کے حاکموں سے کچھ زمین خرید کر کے شہر کرتار پور بسایا - پھر چنیاں گاؤں سے ہوتے ہوئے لاہور آئے - اور ڈبی بازار میں ایک باولی تیار کرا دی - لاہور کے قیام کے زمانہ میں - آپ سے ملنے کے لئے بہت سے مسلمان فقیر جو اپنی زہد و ریاضت کے لئے مشہور تھے آئے ان میں سے خاص خاص یہہ ہیں - شاہ سلیمان - شیخ بھیلی شاہ - شاہ عنایت قادری - شاہ حسین - اور یہہ سب لوگ گورو جی کی زبان سے تصوف کی تعلیم کے متعلق اُپدیش سنکر بہت خوش ہوئے - لاہور کا حاکم حسن خان بھی ملنے آیا اور بہت سے آدمیوں کے ساتھ آپ کا مرید بنا - اس حاکم نے باولی کے بنوانے میں گورو صاحب کی بڑی مدد کی - یہہ باولی میٹھے پانی کی ہے - حالانکہ اس کے اردگرد کے تمام کنوئیں کھارے ہیں - کچھ دنوں بعد باولی پھٹ گئی تھی - بعد کو راجہ رنجیت سنگھ نے ازسرنو اس کو کھدوایا - لاہور میں وہ اب تک موجود ہے ؛

باب دوسرا

گورو ارجن صاحب میں انکساری کا وصف نمایاں صورت میں موجود تھا - باوجودیکہ ان کے مریدوں کی تعداد بیشمار تھی

وہ سب لوگ دل سے اُنکی عزت کرتے تھے ۔ تاہم اُن کو ہمیشہ اپنی سادگی اور فقیرانہ عاجزی کا خیال بنا رہتا تھا۔ ۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے ۔ لاہور سے سفر کرتے ہوئے گرو صاحب بارٹھا نامی گاؤں میں پہونچے ۔ جہاں گورونانک صاحب کے بڑے صاحبزادے شری چندر جی تپسیا کرتے تھے وہ گُورو صاحب کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے ۔ اور جب مزاج پُرسی کرچکے ہنس کر پوچھنے لگے ۔ گورو صاحب ! آپ نے اپنی داڑھی کیوں اتنی لمبی بڑھا لی ہے ؟ ارجن جی نے ملائمت سے جواب دیا ۔ آپ ایسے مہاتماؤں کے قدم کی خاک جھاڑنے کے لئے میں نے یہہ داڑھی اس طرح بڑھا لی ہے ۔ !! شری چندر جی کے مُنہ سے اُسی وقت بیساختہ نکل گیا ۔ "یہی سبب ہے اور اسی عاجزی کا باعث ہے جو گورو صاحب کی گدی کی وراثت تم لوگوں کو ملی ہے ۔ اور ہم لوگ اپنے بیجا غرور کی وجہ سے اُس سے محروم رہ گئے ۔

کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی
بہر کَل کے رسد حاشا و کلّا "

گورو ارجن صاحب نے جواب دیا ۔ "یہہ عزت بھی آپ لوگوں نے سیوک سمجھ کر ہم کو بخشی ہے !"

لاہور سے چل کر آپ جا بجا پرچار کرتے ہوئے پھر امرتسر میں آئے ۔ پرتھی چند ان کی شہرت و عظمت کو سُن کر دل ہی دل میں جلتا رہا ۔ اس نے خلجی خان نامی حاکم سے صوبہ لاہور

میں ایک گاؤں لیا۔ اس کو آباد کر کے امرتسر کی طرح تالاب بنایا ایک ہری مندر تعمیر کرایا۔ بہت سے لوگوں کو شاگرد بنا کر یقین دلایا کہ اس میں نہانے دھونے سے مُکتی ملیگی۔" لوگوں نے گورو ارجن صاحب کو یہہ خبر سُنائی۔ آپ بولے "جو رحماں کی طرف سے ہے قایم رہیگا ورنہ برباد ہوگا" پرتھوی چند کے تیرتھ کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا اور اس کے تالاب میں پانی کا نام تک نہیں ہے۔ اب بھی وہ موجود ہے مگر سوکھا ہوا پڑا رہتا ہے۔

پرتھوی چندر ہر وقت لڑنے بھڑنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ یہاں تک کہ امرت سر میں رہنا گورو ارجن کے لئے مشکل ہوگیا۔ وہ بڑالی نامی ایک گاؤں میں مجبور ہو کر چلے آئے۔ اور وہاں ہی گورو ہرگوبند جی کا ظہور ہوا۔

ہرگوبند جی کا پیدا ہونا تھا کہ پرتھوی چند کے دل کو اور زیادہ صدمہ پہونچا۔ وہ جانتا تھا۔ گورو ارجن کے بعد اس کا لڑکا گدی نشین ہوگا۔ اس کا ایک لڑکا گورو صاحب کے ساتھ رہتا بھی تھا۔ اب اس کو اس طرف سے بھی مایوسی ہوئی۔ ایک دن اس نے کھیلتے ہوئے ننھے بالک کے سامنے زہریلا سانپ رکھوا دیا۔ مگر ایشور کی مہربانی! سانپ نے ذرہ بھی تو ہرگوبند جی کو نہیں چھیڑا اور کترا کر چلا گیا۔ سچ ہے۔

جا کو راکھے سائیاں۔ مار نہ سکے کوئے
بال نہ بانکا کر سکے جو جگ بیری ہوئے (کبیر صاحب)

اس کے بعد اُس نے ایک عورت کو جو گنگا دیوی کے پاس آتی جاتی تھی۔ چھاتی میں زہر لگوا کر بھیجا۔ اس نے چھوٹے ہر گوبند کو دودھ پلانے کے ارادہ سے گود میں لیا۔ مگر گود میں لیتے ہی اُس کے چہرہ پر اُداسی چھا گئی۔ یہہ دیکھ کر گنگا دیوی نے اپنے لڑکے کو فوراً اس کی گود سے لے لیا۔ اس کمبخت عورت نے سارا حال ہو بہو کہہ سُنایا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد مر گئی کیونکہ زہر مہلک تھا اُس کے جسم کے اندر سرایت کر گیا۔

گورو ارجن صاحب نے جب یہہ بات سُنی چپ ہو گئے مگر اُن کے شاگردوں نے پرتھوی چند کے اعمال پر سخت کراہیت ظاہر کی۔ ہر گوبند جی کے پیدا ہونے کے بعد شاگردوں کی منت وسماجت پر گورو صاحب امرت سر میں آکر رہنے لگے۔ اور وہاں لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشی میں بہت بڑا جلسہ کیا۔ جس کو دیکھ کر پرتھوی چند رہا سہا اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا۔ اس نے گورو صاحب کے رسوئیے براہمن سے میل ملاپ پیدا کیا اور لالچ دیکر ہر گوبند جی کے کھانے میں زہر ملوا دیا۔

ہر گوبند جی دہی اکثر بہت کھاتے تھے۔ بدباطن براہمن نے لالچ میں آکر دہی میں مہلک زہر ملا دیا اور کھانا کھانے کے وقت وہ دہی لڑکے کے سامنے رکھا۔ یا تو وہ شوق سے دہی کھایا کرتے تھے یا اُس دن اُسکو سونگھ کر نیچے رکھ دیا اور کہنے لگے "آج میں دہی نہ کھاؤں گا" براہمن نے سمجھا یہہ نادان لڑکا ہے کہنے

سُننے میں آجائیگا - اُن کو بہت کچھ سمجھایا - مگر ہرگوبند جی نے اُس کی بات نہیں سُنی آخر اُس نے مجبور کرنا چاہا - تب ہرگوبند جی دھاڑیں مار کر رونے لگے - ارجن جی نے بچے کے رونے کی آواز سُنی - خود لنگر خانہ میں آ گئے - دہی کو دیکھ کر اُن کو بھی تعجب ہوا - دہی کو اُٹھوا کر پھینکوا دیا گیا - ایک کتے نے اُس کو اُسی وقت کھا لیا اور غریب نے گورو صاحب کے دیکھتے دیکھتے تڑپ تڑپ کر جان دیدی - تب ارجن صاحب نے رسوئیے براہمن سے پوچھا "کیوں یہہ کیا بات ہے ہا" اُس نے ڈر کر سارا حال پرتھوی چندر کی سازش کا کہہ سنایا - براہمن دیوتا تو قید بھیجے گئے - سکھوں کی منڈلی نے پرتھوی چند کو ایسے سخت لفظوں میں لعنت ملامت کی کہ اُس کو مُنہ دکھانا مشکل پڑ گیا - وہ امرتسر سے نکل کر ہیر نامی گاؤں میں جاکر رہا - پھر وہاں سے نکل کر فیروزپور کے پاس ایک گورو کوٹھا کے نام سے گاؤں آباد کیا اور اسی میں رہنے لگا - اور گورو ارجن کے برخلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگا مگر اس کو ان میں کامیابی نہیں حاصل ہوئی ؀

جب پرتھوی چند چلا گیا - گورو صاحب نے اور بھی زیادہ سرگرمی سے گورو نانک صاحب کی تعلیم کی اشاعت شروع کی - دینی و دنیاوی ترقی کے خیال سے طرح طرح کے اصول جاری کئے اور سکھوں کے آدی گرنتھ کی ترتیب دی - گورو نے

نانک صاحب سے شروع کر کے ان کے بعد تمام گورؤں کے کلام
کو اکٹھا کیا اور اُس میں **سکھمنی** نامی اپنی بانی میں بھی ملائی۔
بھائی گورداس جی اُن کے منشی تھے۔ یہہ لکھتے جاتے تھے گورو
صاحب بولتے جاتے تھے۔ آدی گرنتھ کئی حصوں میں منقسم ہے
حصوں کا نام اس میں مہلا یا محلہ دیا گیا ہے۔ اِس گرنتھ میں
نہ صرف گورو صاحبان ہی کے کلام ہیں بلکہ اور سنت مہاتماؤں کے
بھجنوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ اُس میں پرم سنت کبیر صاحب
کے بھی کلام موجود ہیں۔ نام دیو۔ رَیداس۔ سدن۔ پیپا جی۔
ساین۔ نِرلوچن۔ بینی۔ نام دیو۔ دھنّا۔ رامانند۔ اور فرید وغیرہ
مختلف بھگتوں کے کلام داخل ہیں۔ اور آدی گرنتھ میں شامل
کئے جانے سے سکھ مذہب کے پیرو کار اُن کی ویسی ہی عزت
کرتے ہیں۔ یہہ کتاب سکھوں کی آدی گرنتھ کہلاتی ہے۔
دوسرے پُستک کو دسویں بادشاہی کا گرنتھ کہلاتا ہے۔ جب
آدی گرنتھ تیار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "بھائیو! جو کچھ اِس
گرنتھ میں لکھا ہے۔ آپ کو ماننا چاہیئے۔ اور جو بھجن اس میں
شامل نہیں ہیں گو ان کے آخر میں نانک صاحب کا نام دیا ہو
اُن کو کبھی قبول نہ کرو کیونکہ یہہ گورو کے اصلی کلام ہیں" اِن لفظوں
سے آدی گرنتھ کی عزت ظاہر ہے۔

گورو ارجن صاحب کے زمانہ میں میراسیوں نے ایک مرتبہ
ہلچل ڈال دی تھی۔ میراسی ہمیشہ سے گورو نانک کے زمانہ سے

دربار میں آکر بھجن گایا کرتے تھے۔ وہ وقت اور تھا۔ پہلے تمام باتوں میں سادگی تھی۔ اب ایک طرح پر زیادہ رونق ہوگئی تھی میراسیوں نے سمجھا اگر ہم لگ نہ ہوں گے تو دربار کی رونق نہ ہوسکے گی۔ یہہ لفظ گوروصاحب کے کانوں تک پہونچے۔ میراسیوں سے سخت ناراض ہوئے۔ اور دربار میں اُن کا آنا بند کرادیا۔ میراسی سمجھتے تھے 'ہمارے بغیر کام نہ چلے گا' گوروصاحب نے اپنے شاگردوں سے لیجے وغیرہ یاد کرنے کی ہدائت کی چند ہی روز بعد یہہ لوگ دربار میں گوروصاحبان کے کلام اُسی طرح پڑھنے لگے۔ اب تو میراسیوں کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ جب خرچ کی کمی سے تکلیف ہونے لگی۔ گوروصاحب کے پاس آکر رونے گانے۔ گوروصاحب نے ان کے قصور کو معاف کیا۔ اور جب بلونڈ اور ستّا نامی میراسیوں نے ایک منڈاونی شبد سُنایا۔ گوروصاحب بہت خوش ہوئے۔ اور اُس کو آدی گرنتھ کے آخری حصہ میں شامل کرادیا:

گوارجن صاحب کے زمانہ میں شان وشوکت کو ترقی ضرور دیگئی۔ مگر فقیرانہ وضع کو پھر بھی قایم رکھا گیا۔ جو کچھ روپیہ پیسہ آتا تھا سب لنگر کے کام میں صرف ہوتا تھا۔ جو کوئی آتا تھا عام لنگرخانہ سے اُس کو کھانا ملتا تھا۔ جب اس کام میں بہت ترقی ہوئی پرتھوی چند کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے اپنی حکمت عملی سے تمام روپیہ پر قبضہ کرلیا۔ یہاں

تک کہ برتن بھانڈے تک سب لے لیئے - اور کارندوں کو
لالچ دیکر چپکے چپکے چڑھاوے کی رقم تک کو بھی ہاتھ میں کر
لیا - کچھ دنوں بعد یہہ حالت ہوگئی کہ اب لنگر میں صرف
بھونے چنے تقسیم ہونے لگے - ایک مرتبہ اتفاق سے گورو
ارجن جی کے پاس بھائی گورداس جی آئے اس دن اُن کو
چنے کی سوکھی روٹی کھانے کو ملی تھی - یہہ دیکھ کر گورو
صاحب نے پوچھا یہہ کیا حال ہے ؟ تب بابا بوڑھا اور بھائی
سالو نے سارا حال کہہ سُنایا - اِس موقع پر تو گورو صاحب
خاموش ہو گئے کچھ نہ بولے - مگر بعد کو اپنے خاص شاگردوں
سے لنگر خانہ کے لئے کچھ روپیہ لیئے اور تمام چیلوں کو لکھ بھیجا -
کہ آیندہ کوئی شخص پرتھوی چند سے تعلق نہ رکھے - یہہ نتیجہ
ہوا کہ سب کی توجہ ان کی طرف ہوگئی - اور پرتھوی چند کو لوگ
چھوڑنے لگے - اُس نے حاکم کے پاس اِن کے برخلاف نالش
دائر کردی اور گورگدی پر اپنا استحقاق ثابت کرنا چاہا مقدمہ
عرصہ تک دائر رہا - آخر کو شاہنشاہ اکبر نے یہہ فیصلہ نافذ
کیا کہ جس کو باپ نے جو استحقاق دیا ہو وہ اُس پر قابض
رہے - اِس فیصلہ سے پرتھوی چند کے اختیارات رہے
سہے سب جاتے رہے - جب اُس نے کوئی علاج نہیں دیکھا
تب سُلہی خان نامی حاکم سے مل گیا اور ان کے تکلیف دینے
کی تدبیریں سوچنے لگا - مگر یہاں اس کی دال بہت نہیں

گگلی - وزیر خان نائب حاکم جس کی مسجد لاہور شہر میں دہلی دروازہ کے متصل اب تک موجود ہے گورو صاحب کا بڑا معتقد تھا۔

وہ ایک طرح ان کی مدد کرتا رہا

اس وزیر خان کی بابت سکھوں میں ایک عجیب روایت مشہور ہے - یہہ سخت بیمار تھا - دوا علاج فایدہ نہیں کرتی تھی۔ آخر کو اس کو لوگ گورو صاحب کے پاس اُٹھا لائے اور قدموں میں لاکر ڈال دیا - مسلمانوں کو اس بات کا پورا یقین رہتا ہے کہ نقیروں کی دُعا خدا توجہ سے سنتا ہے - یہہ وجہ اُس کے لانے کی تھی - گورو صاحب ان کی باتوں پر ہنسے اور بابا بوڑھا سے کچھ کہنے لگے - بابا بوڑھا اس وقت مٹی کھود رہے تھے - ہاتھ پاؤں کانپتے تھے - جب وہ وزیر خان کے پاس سے گذرے۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے مٹی کا ٹوکرا گر پڑا - وزیر خان کے جسم پر پڑا - پیٹ میں ایک پھوڑا تھا جو پک گیا تھا وہی اُس کی بیماری کا باعث تھا - مٹی کے گرتے ہی وہ پھوڑا پھوٹ گیا - جسم سے بہت مواد نکلا اور اُسی وقت اُس کو آرام آگیا - اور اُس کو وہ گورو صاحب کا معجزہ سمجھ کر ان کا مرید بن گیا اور ایک سکھ کو سُکھ منی سنانے کے لئے اپنے ساتھ لے گیا - اور بڑے اعتقاد سے گورو صاحب کی تعظیم بجالاتا رہا۔

پرتھوی چند کو یہاں بھی افسوس و رنج ہی رہا - مگر آخر میں اس کے دوست صُلحی خان نے آپس میں یہہ فیصلہ

کرا دیا کہ چیلوں کا نذرانہ تو ارجن صاحب کا ہو اور گورو کے
چک کی کچھ زمینداری پرتھوی چند کو عطا کیجائے ؞

باب تیسرا

پرتھوی چند گوارجن صاحب کا بڑا بھائی تھا۔ مگر اصل میں ان کا سخت دشمن ثابت ہؤا۔ جب اُس کا داؤں پیچ نہیں چلا وہ ایک مکّار اور ظالم ہندو سے جو قوم کا کھتری تھا جا ملِا۔ یہہ شخص دیوان چندو لال کے نام سے بدنام ہے۔ اس وقت راج دربار میں اس کا بڑا رسُوخ تھا اور گویہ گورو گھرانے کا شاگرد نہیں تھا۔ مگر گوروں کی عزت دیکھ کر ایک حد تک ان کا مداح بن چلا تھا۔ ایک مرتبہ یہہ شخص گوروارجن صاحب سے ملنے آیا۔ ہرگوبندجی پاس ادب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کی شکل وصورت نے اس کے دل پر گہرا اثر پیدا کیا۔

بالائے سرش زہوشمندی
مے تافت ستارہ بلندی

اس کی ایک لڑکی خوبصورت تھی۔ اِس نے دل میں سوچا اگر اس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے تو اچھا ہے

وہاں پر تو اس نے کچھ نہیں کہا۔ کچھ عرصہ کے بعد اِس کا پروہت گورو جی کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ اگر آپ راضی ہوں تو صاحبزادہ ہرگوبند جی کی شادی دیوان چندو لال کی لڑکی سے کی جائے یہہ دیوان صاحب کی بھی خواہش ہے - ارجن صاحب نے کہا "اس معاملہ میں جب تک گورو نانک صاحب کے تمام شاگرد متفق الرائے نہوں ہم کچھ نہیں کر سکتے" دوسرے دن جلسہ کیا گیا - چندو لال کی درخواست پیش ہوئی - شاگردوں نے اس شادی میں کوئی بات قابل شکایت نہیں دیکھی۔ سب نے منظور کیا - اور پروہت نے اُسی وقت اُٹھکر ہرگوبند جی کے ماتھے پر تیلک کر دیا - اور لاہور واپس گیا - امرتسر اور لاہور کے درمیان صرف ۲۴ میل کا فاصلہ ہے - جب دیوان کا پروہت لاہور پہونچا اور نسبت کی خوشخبری سُنائی۔ بدنصیب دیوان نے نفرت سے کہا "یہہ کیا خوشخبری ہے وہ نیچے کے طبقہ کے ہیں میں اونچے کے طبقہ کا ہوں۔ یہہ نسبت تو آسانی سے ہو سکتی تھی"۔ یہہ الفاظ سیکڑوں آدمیوں کے سامنے کہے گئے تھے - جن میں سے کئی ایک گورو صاحب کے شاگرد بھی تھے - ان کے دل کو دیوان کی باتوں سے سخت صدمہ پہونچا - اور اُنھوں نے امرتسر جاکر ایک طرح کا شور مچا دیا - اُن کی گفتگو پر غور کرنے کے لئے دوسرے ہی دن دربار لگا - اور سب شاگردوں نے متفق الرائے ہوکر یہہ صلاح دی کہ اب

کسی طرح ہرگوبند جی کی شادی دیوان چندو لال کے گھرنہ کی جائے۔ کثرت رائے اسی طرف تھی۔ ارجن صاحب نے سمجھا "اگر ہم ان کی بات نہ مانیں گے تو یہہ سمجھیں گے دولتمند خاندان کے خیال سے گورو صاحب نے نسبت کی ہے اور ہماری رائے نہیں سُنی۔" مجبوراً سب نے مِل کر ایک خط دیوان چندو لال کے نام لکھا دیا۔ کہ "ہم کو آپ کے یہاں شادی کرنی منظور نہیں ہے" اس خط کا پہنچنا تھا کہ وہ آگ بن گیا۔ پرتھوی چند نے اُس کے غصہ کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا۔ چندو لال نے اکبر بادشاہ کے پاس اس مضمون کے خطوط روانہ کرائے۔ کہ گورو ارجن صاحب اپنے پاس بیشمار ڈاکو اور لوٹیروں کی فوج رکھتے ہیں اور ان کا گذارہ بھی بالکل لوٹ مار پر ہے' بادشاہ کی طرف سے سُلبہی خان حاکم اس کی تحقیقات کے لئے مُقرر ہؤا۔ سُلبہی خان لالچی آدمی تھا۔ ابھی اُس نے تحقیقات بھی نہیں شروع کی تھی کہ وہ اپنے آدمی کے ہاتھ سے شہر گوبندوال میں ہلاک کر دیا گیا۔ کیونکہ اس کی تنخواہ دینے میں اس کو تامل تھا۔ پرتھوی چند اور دیوان چندو لال کو اپنی بات کے مضبوط کرنے کے لئے اور سامان مِل گیا۔ اُس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ حاکم سُلبہی خان صرف گورو ارجن دیو کی سازش سے مارا گیا ہے۔ بادشاہ کو اس خبر سے غصہ آیا۔ اُس نے صُلحی خان حاکم لاہور کو جو پرتھوی چند کا دوست تھا

گوروارجن دیو کی حرکات وسکنات دیکھنے کا کام سپرد کیا۔ یہہ حاکم پرتھوی چند کو ساتھ لے کر گوروارجن صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ جب وہ اُس جگہ پہونچا۔ جہاں پرتھوی چند نے مکان بنوانے کے لئے اینٹوں کا پژاوہ جلا رکھا تھا۔ اُس کا گھوڑا بھڑک گیا۔ سوار اور گھوڑا دونوں جلتے ہوئے پژاوہ میں گرے اور وہیں جل کر ختم ہو گئے۔ پرتھوی چند کو اِس واقعہ سے سخت دُکھ ہوا۔ کئی دن وہ مارے رنج کے گھر سے باہر نہیں نکلا۔

سمت ۱۶۶۱ بکرمی میں جب اکبر دہلی سے لاہور جاتے ہوئے بٹالہ میں ٹھہرا۔ دیوان چندو لال نے اس سے مل کر کہا۔ "خداوندا! گوروارجن دیو نے جو کتاب بنائی ہے اُس میں اسلام اور محمد کو بُرا بھلا کہا گیا ہے"۔ بادشاہ نے گرنتھ صاحب منگا بھیجا۔ گورو صاحب خود تو نہیں آسکے۔ کتاب بھیجدی۔ جابجا وہ کھول کر پڑھی گئی۔ مگر اُس میں کہیں اسلام کی توہین نہیں تھی۔ چندو لال نے خود جابجا سے کھول کر اپنے مطلب کی بات دکھانی چاہی مگر وہاں کیا دھرا تھا اکبر نے سمجھ لیا۔ چندو لال ناحق کی شکایت کر رہا ہے۔ اس نے ۱۵ اشرفیاں نذر کیں۔ گرنتھ صاحب کو ایک ریشمی چادر سے ڈھک دیا۔ اور بابا بوڑھا سے کہا میں لاہور سے واپسی کے وقت گورو صاحب سے ملونگا۔ اُس کی اِن باتوں کو

سُن کر دشمنوں کا رنگ زرد ہو گیا۔ سب کے سب شرمندہ ہوئے
بادشاہ واپسی کے وقت سمت ۱۶۶۲ بکرمی میں گورو صاحب سے
امرت سر میں ملا۔ گرنتھ کے شبدوں کو سُنکر بہت خوش ہُوا اور کہنے
لگا "آپ مجھ سے کچھ خدمت لیجئے" گورو صاحب بولے مُجھ کو تو بذاتِ
خاص کسی بات کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن قحط کی وجہ سے
رعیت تنگ ہے اگر آپ چاہیں تو اس سال کی مالگذاری معاف
کر دیں" اکبر نے منظور کر لیا اور ایک لاکھ روپیہ کا غلہ خرید کر کے غریبوں
میں بانٹنے کا حکم دیا اور گورو صاحب کی صاف دلی اور سچائی کا
کا مُعترف ہو کر دہلی واپس گیا۔

سمت ۱۶۶۳ بکرمی میں شاہنشاہ اکبر نے اپنے بیٹے جہانگیر
کو تخت پر بیٹھایا۔ مُغلیہ خاندان میں کچھ ہمیشہ سے تخت کے
لئے بیٹوں میں ان بن سی ہوتی چلی آئی ہے۔ شاہزادہ خسرو
اپنے باپ جہانگیر کا مخالف بن کر اس فکر میں ہُوا کہ اُس کو
محروم کر کے خود تخت پر جلوس فرما وے۔ جہانگیر کی اس
کے ساتھ لڑائی بھی ہو گئی جس میں شکست کھا کر وہ پنجاب
کی طرف بھاگ آیا۔ اور گورو صاحب سے مدد مانگنے لگا۔

گورو صاحب نے کہا بابا فقیروں کے پاس روپیہ کہاں ہے
مگر جب اس نے بہت مجبور کیا تب انہوں نے پانچ سو روپیہ
دیکر کسی طرح اپنی گلو خلاصی کر لی۔ گورو صاحب کسی خاص شخص
کی مدد نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور بہ مشکل تمام کسی طرح اُس سے

پیچھا چھوڑایا۔ چغل خوروں نے پانچ سو روپیہ کو پانچ ہزار بتا کر
بادشاہ سے چغلی کھائی۔ اور گورو ارجن دیو کو باغی شاہزادہ
کا معاون مشہور کیا۔ چنانچہ جس وقت وہ گرفتار ہو کر قتل
کر دیا گیا۔ دیوان چندو لال کو موقع مل گیا۔ اس نے ناظم لاہور
کے توسل سے جہانگیر کو ان کا دشمن بنا دیا۔ اور اس نے گورو
ارجن دیو کی طلبی کے لئے حکمنامہ جاری کر دیا۔ جس وقت
شاہی حکم ان کو ملا گورو صاحب بولے "اب کرتار کا حکم ہے کہ
اس سنسار سے قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ اسیوقت تمام شاگردوں
کے سامنے گورو ہرگوبند کو گدی پر بٹھا کر بھائی بدھی چند بھائی
سالو بھائی پیرا بھائی پرانا بھائی اور جیٹھا بھائی پانچ شاگردوں
کو اپنے ساتھ لے کر امرتسر سے شہر لاہور میں چلے آئے۔ بادشاہ
نے گورو صاحب کی چال ڈھال دیکھ کر کہا یہہ شخص برا نہیں
ہے۔ مگر چندو لال اشتعال دلانے والا موجود تھا۔ اس نے
طرح طرح کی پٹی پڑھانی شروع کی۔ بادشاہ نے گورو صاحب سے
کہا کیا یہہ سچ ہے کہ تم نے ہمارے دشمن کی مدد کی تھی جو اسلئے اب
تم کو دو لاکھ روپیہ بطور جرمانہ کے شاہی خزانہ میں داخل کرنا
کرنا پڑے گا۔ گورو ارجن دیو نے جواب دیا "ہم فقیر ہیں
ہمارے پاس روپیہ کہاں! اور نہ ہم نے آپ کے ملک کے کسی
دشمن کو مدد دی ہے۔ یہہ صرف ہمارے دشمنوں
کی چال ہے۔ مگر بادشاہ نے کچھ نہیں سنا دوسرے دن سندہ چلا گیا

اور اُس جُرمانہ کے وصول کرنے کے لئے گورو صاحب کو کوتوال کے سُپرد کیا تاکہ سختی کی جائے وبہ جبر روپیہ وصول کیا جائے جہانگیر تو سندھ کو چلا گیا۔ گورو صاحب چندو لال کے ہاتھ میں پڑ گئے۔ کیونکہ کوتوال کا وہ دوست تھا۔ اس نے گورو صاحب کو قلعہ میں بند کر دیا اور تخلیہ میں مل کر کہنے لگا۔ "تم نے میری بڑی بیعزتی کی۔ اگر میری بیٹی کی شادی اپنے بیٹے کے ساتھ منظور کرو تو خیر۔ ورنہ یہاں سے جیتے جی جانے نہ پاؤ گے" گورو صاحب نے جواب دیا "جینا مرنا صرف کرتار کے ہاتھ ہے۔ یہہ شریر ایک دن برباد ہونیوالا ہے اس کا کیا ٹھکانا۔ رہا رہا نہ رہا۔ آج ہے کل نہیں ہے"

چندو لال بولا "کیا آپ میری درخواست قبول نہ کریں گے؟" اُنہوں نے کہا "لڑکے کی شادی گورو گھرانے کی رضامندی پر منحصر ہے میرا اس پر کچھ اختیار نہیں" وہ کہنے لگا "آپ کو اس ضد کی بڑی سزا اُٹھانی پڑیگی" گورو صاحب بولے "جو مالک کی موج ہوگی۔ ہم اُس پر راضی ہیں"

اس سوال جواب کے بعد اُس نے گورو صاحب کو تکلیف دینا شروع کیا۔ اس کم ظرف نے ذرہ بھی انسانیت کا پاس نہیں کیا۔ سخت سے سخت بیرحمی کی سزائیں دیں مگر یہہ اپنی بات پر ثابت قدم رہے۔ ذرہ دل میں بھی کمزوری نہیں آنے دی۔ جب اِس کی کچھ پیش نہ گئی تب ایک مردہ گائے کے بچہ

کا چمڑا چاروں سے منگایا۔ اور گورو صاحب کو دِکھلا کر کہنے لگا۔ "اِس میں آپ کو بند کر کے اور چاروں طرف سے سی کر دریا میں بہا دوں گا" گورو جی نے کہا "کرتار کی موج اگر مجھ کو پہلے راوی میں نہا لینے دو۔ پھر جو جی میں آوے کر گذرنا" اس نے منظور کر لیا۔ اور چند آدمیوں کے پہرہ میں وہ دریاء راوی میں نہانے آئے۔ جو اس وقت لاہور کے قلعہ کے نزدیک سمن برج کے پاس بہتا تھا۔ بے ایمان چندو کے لفظوں میں ان کو اپنے بچاؤ کی صورت نظر آگئی تھی۔ آپ نے پانی میں غوطہ مار لیا۔ اور پھر پتا نہ لگا کہ کدھر چلے گئے۔ نہ لاش ہی کسی کے ہاتھ آئی۔ اور اس طرح ایک سنفاک۔ ناپاک اور ظالم کے ہاتھوں سے مبارک زندگی کا خاتمہ ہؤا۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف تینتالیس ۴۳ برس کی تھی ؛

ایک مسلمان مورخ آپ کی زندگی کے آخری سانحہ کو اس طرح بیان کرتا ہے "جس وقت شاہزادہ خسرو بھاگ کر امرت سر آیا گورو ارجن نے کچھ روپیہ دے کر اس کی مدد کی تھی۔ اور اپنی دُعا سے بادشاہی کا امّیدوار بنایا تھا۔ شاہزادہ کے افغانستان سے پکڑے آنے اور لاہور میں قتل کئے جانے کے بعد۔ یہ چندو لال دیوان حاکم لاہور کے ہاتھ پڑ گئے۔ جو ان کا دشمن تھا۔ بادشاہ نے دو لاکھ

روپیہ جُرمانہ کیا۔ شاگرد چاہتے تھے کہ چندہ کر کے روپیہ ادا کر دیں۔ مگر انہوں نے منع کیا اور روک دیا بلکہ تاکید کر کے کہا کہ جو شخص اس کام کے لئے روپیہ دیگا وہ گورو کا مجرم سمجھا جائیگا۔ کیونکہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ چندو اُن کو اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنی لڑکی کی نسبت کے لئے مجبور کرنے لگا۔ انہوں نے کسی طرح منظور نہیں کیا۔ اس ظالم بیرحم نے ان کو دریائے راوی میں بہا دیا۔ ان کی لاش کسی کے ہاتھ نہیں لگی۔

اِس مسلمان مورخ کی شہادت زیادہ مُعتبر معلوم ہوتی ہے۔ تعجب نہیں گورو صاحب کے ساتھ چندو لال نے ایسا برتاؤ کیا ہو۔ غرضیکہ چاہے کچھ ہو گورو ارجن دیو نے استقلال ثابت قدمی اور ایشور بھگتی کی موثر مثال اپنی زندگی سے قایم کی۔ خالصہ دھرم کی بنا عملی طور پر ان ہی کی ذات سے ڈالی گئی۔ یہہ گورو گھرانے کے پہلے شہید ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھ سے نہیں بلکہ خاص ایک ناپاک اور دشمن قوم ہندو کھتری کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آن آشنا کرد

آپ کے نام پر شاگردوں نے قلعہ کے پیچھے ایک سماڈھی بطور یادگار کے بنوا دی ہے۔ یہہ مہاراجہ رنجیت سنگھ

کی سمادھی کے پاس واقعہ ہے۔ اس کی مرمت کے
لئے ما صہ ر سالانہ مہاراجہ نابھہ کی طرف سے ملتا ہے۔
اور ۸۹۰ روپیہ کی جاگیر ضلع سیالکوٹ میں گورنمنٹ
کی طرف سے معاف ہے ۰

چھٹویں بادشاہی

گورو ہرگوبند صاحب

باب پہلا

گورو ہرگوبند جی سمت ۱۶۵۲ بکرمی میں اساڑھ کی اکتیسویں تاریخ کو ماتا گنگا دیوی کے بطن سے پیدا ہوئے ان کی زندگی کی ابتدا فکر و تردوات کے ساتھ ہوئی۔ پرتھی چند کی شیطنت کا ہر وقت کھٹکا رہتا تھا۔ مگر ہرگوبند جی دُنیا میں کسی خاص کام کے لئے آئے تھے۔ پرماتما کو ان کی حفاظت منظور تھی۔ اُس نادان اور کمینہ آدمی کی چالبازی ذرہ بھی کام نہیں آئی۔ اور اُنہوں نے بڑے استقلال کے ساتھ اُس کام کی ابتدا کی جس کی انتہا گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ میں ہوئی۔ انہوں نے بیج ڈالا۔ فصل کاٹنے کا وقت دسویں بادشاہی اور مابعد زمانہ میں آیا۔ اور یہہ دیکھئے ان دو گورو صاحبان

کے نام میں بھی گوبند لفظ موجود ہے۔

ان کی تین شادیاں ہوئیں۔ ایک تو کپور تھلہ کے کھنڈی نارائن داس کی لڑکی دامودری کے ساتھ۔ دوسری کرتارپور کے ہریچند کی لڑکی نانکی دیوی کے ساتھ۔ اور تیسری منڈیالا کے رہنے والے درگامل کی لڑکی مہادیوی کے ساتھ۔

جب یہہ گورو گدی پر بیٹھے صرف ۱۱ برس کی عمر تھی۔ یہہ واقعہ سمت ۱۶۶۳ بکرمی لکھا ہے۔ گدی پر بیٹھتے ہی انہوں نے فقیروں کی سادگی میں تبدیلی پیدا کی۔ اور اس طرح کے سامان اکٹھا کئے۔ جس کے دیکھنے سے دلوں پر رُعب داب قایم ہو۔ کمر سے دو تلواریں لٹکالیں۔ عمر کم تھی۔ لوگوں نے ایک دفعہ ہنس کر پوچھا۔ آپ نے دو تلواریں دونوں طرف کیوں لٹکائی ہیں؟ انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا "داہنی تلوار سے تو ہم اپنے اندرونی دشمن کام کرودھ وغیرہ کو مار کر شانتی کا راج قایم کرینگے۔ یہہ پیری کی تلوار ہے بائیں تلوار سے بیرونی دشمنوں کو تباہ کرکے دھرم کی بنیاد کو مضبوط کریں گے۔ یہہ امیری کی تلوار ہے"۔

ان کی وضع سپاہیانہ تھی۔ قد اونچا لمبا۔ شکل خوبصورت اور رگ و ریشوں میں زور و بل تھا۔ سب کو ساتھ لے کر روزانہ اکھاڑے میں اکیلے لڑا کرتے تھے۔ ورزش۔ دوڑنا۔ دھوپنا۔ وطاقت کے دوسرے کاموں میں کسی کو ان کی

برابری کی جرات نہیں ہوا کرتی تھی۔ گھوڑے کی سواری کا بڑا شوق تھا۔ بندوق چلانے میں کمال حاصل تھا۔ اور جب کام کاج سے فرصت ملتی۔ راماین اور مہابھارت کے کارناموں کو بڑی توجہ سے سُنا کرتے تھے۔ اس پر بھی شغل و ریاضت کے لیۂ بہت وقت نکالتے تھے۔ مالک کے بھجن بندگی کا ہمیشہ سے خیال رہتا تھا۔ نانک صاحب کے بھجن کا روزانہ پاٹ کیا کرتے تھے۔ اور غریبوں کی مدد بہت خوشی سے کرتے تھے۔ اکثر دن کو اپنے ہی ہاتھوں سے خیرات دیا کرتے تھے؛

بچپن کے زمانہ میں گورو گدی پر بیٹھنے سے لوگوں کو خوف ہو گیا تھا کہ مبادا کمسنی مقدس کاموں میں مارج ہو۔ مگر اُنہوں نے اس سنجیدگی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا کہ سب کا خوف حیرت ولہجہ میں مبدل ہو گیا۔ مزاج میں اس قدر احتیاط تھا کہ نکتہ چین تک کو عیب نکالنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان سب کا نتیجہ یہہ ہوا کہ معتقدین کی تعداد برابر بڑھتی گئی اور پنجاب میں ان کے رسوخ کا سکہ بیٹھ گیا؛

ہرفن کے آدمی ان کے پاس رہنے لگے۔ اور ان کی قدردانی کو دیکھ کر پھر دربار سے اور جگہ جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو ذہن نشین کرا دیا انسان کی روحانی ترقی اس کی جسمانی و دماغی ترقی کے تابع ہے۔ اگر جسم اچھا نہیں تو دل و دماغ نکمے رہیں گے اور

رُوح کو عروج حاصل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ اس کے سوا جسم کے کمزور ہونے سے دُنیا کے دشمن اُس کو برباد کردیں گے پھر کوئی بھگوت بھگتی کیا خاک کرسکے گا، ہم کو ان سنگرام میں اندرو باہر ہر دو جگہ دشمنوں سے لڑنا پڑیگا۔ جو اپنی باہر کی حفاظت خود اختیاری میں ناقابل ہے وہ اندر بھی ناقابل رہے گا۔ جو باہر ناکامیاب ہوگا اندر بھی ناکامیاب ہوگا۔ اس لئے ہم کو تم کو سب کو جسم کی مضبوطی کا بھی زبردست خیال رکھنا چاہیئے، اس تعلیم نے سکھوں میں نئی رُوح پھونک دی اور وہ اُسی وقت سے کچھ کے کچھ بننے لگے ؛۔

جب انہوں نے سنا کہ بے ایمانوں نے گورو ارجن دیو کو شہید کیا۔ اُسی وقت دل میں بدلہ لینے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اسی خیال سے مضبوط اور طاقتور شاگردوں کو سپاہیانہ تعلیم دینی شروع کردی۔ گورو کا رُخ اُس طرف دیکھ کر شاگرد گھوڑے، ہتھیار و دوسرے جنگی سامان نذر کرنے لگے۔ یہ کچھ اس قسم کے زمانہ شناس نکلے کہ جو شخص جس مزاج کا آتا اُس کے ساتھ ویسے ہی گفتگو کرتے۔ جب کوئی دھرماتما شخص درشنوں کو آتا۔ ان کے دھرم چرچا کو سُن کر عش عش کرجاتا۔ جب کوئی بانکا نوجوان سپاہی ملتا انکی بانکپن کی ادا اسکی نگاہ میں کھب جاتی۔ اخلاق اعلےٰ درجہ کا

تھا۔ سب دل سے ان کے ثنا خوان رہتے تھے ۔

سمت ۱۶۶۵ بکرمی میں امرت سر کے دربار کے سامنے ایک اونچا چبوترہ تعمیر کر کے اس کا نام شری اکال بُنگا تخت رکھا اور اُسی پر صبح شام بیٹھ کر دربار کیا کرتے تھے اور اسی طرح ایک قلعہ بھی تعمیر کیا جس کا نام لوہا گڈھ رکھا گیا اس میں ان کا میگزین یا سلحہ خانہ رہنے لگا۔ شاگردوں کے سوا کتنے سپاہی نوکر رکھے اور اُن سب کو فوجی تعلیم دی ۔

سمت ۱۶۶۵ بکرمی میں شاگردوں کی درخواست کرنے پر آپ لاہور تشریف لے گئے۔ اور دو چار دن قیام کر کے وہاں اپنے بنش کے تمام بزرگوں کی سمادھوں کا طواف کیا اور گورو ارجن صاحب کی سمادھی دیہرا کی خود اپنے ہاتھ سے بنیاد ڈالی ۔

لاہور میں آپ کے آنے سے ایک طرح کی ہلچل سی مچ گئی۔ دور دور سے لوگ ملنے آنے لگے۔ حضرت میاں میر صاحب فقیر جن کے نام سے لاہور کی چھاونی مشہور ہے۔ اور جو گورو ارجن دیو کے سچے خیر خواہ تھے۔ ان سے ملنے کے لئے آئے۔ دوسرے صوفی فقرا شیخ خان محمد لاہوری محمد اسمٰعیل اور شیخ کرم شاہ وغیرہ بھی ملے۔ تصوف کے مسائل پر اکثر مباحثے ہوئے اور سب کے سب اس ہونہار بزرگ کی قابلیت کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ بہ عمر اور

روحانی مسائل کی عقدہ کشائی میں یہہ کمال! ایشور کی مہما کا تماشہ تھا

اِس ملاقات میں کرم شاہ فقیر نے کہا "یا حضرت! میری خواہش ہے کہ میں مکہ میں مروں اور میں وہاں ہی جا کر مروں گا۔" گورو صاحب بولے "خدا کا حکم سب پر بالا۔ بندہ کو چون وچرا کرنے کی مجال نہیں ہے۔ جہاں چاہے وہاں مارے جہاں چاہے وہاں رکھے۔ ہماری حیثیت صرف محکوم کی ہے۔ اور ہم کو اپنی خواہش اسی کے تابع فرمان رکھنی چاہیئے۔ آپ کیا جانتے ہیں۔ ممکن ہے دہلی ہی میں آپ کی موت ہو۔" اتفاق وقت جب یہہ لوگ رخصت ہو کر گئے۔ میاں کرم شاہ پر ان کے کسی دشمن نے ایک عورت کے متعلق جھوٹی تہمت لگا دی اور وہ دہلی جا کر قتل کیے گئے۔ جن لوگوں نے گورو صاحب کے کلام کو سنا تھا۔ وہ لوگ اس کو پیشین گوئی کے معنے پہنانے لگے۔

گورو صاحب لاہور سے واپس آئے۔ امرت سر میں اپنے کام میں مصروف ہوئے اور دربار کو شاہانہ طریقہ پر آراستہ کیا۔ اپنے شاگردوں کے تمام مقدمات بھی خود ہی فیصل کرنے لگے۔ اس طرح کام کرنے کی وجہ سے لوگ ان کو سچا بادشاہ کہنے لگے۔

پرتھی چند کے حسد کی آگ ان کے عظمت و شہرت کو دیکھ کر بڑھتی گئی۔ مگر اس کو کوئی موقع ہاتھ نہیں لگا کہ

ان کو تنگ کر سکتا۔ اس کا لڑکا مہربان ویسا ہی شریر النفس اور حاسد تھا۔ جب اس سے خود کچھ نہ ہو سکا وہ دیوان چندو لال کے پاس دہلی چلا گیا۔ دیوان نے جہانگیر کو ان کے برخلاف بھڑکایا اور کہنے لگا "ہزاروں کی تعداد میں ڈاکو اور لٹیرے ان کے پاس موجود رہتے ہیں۔ بادشاہ کا خطاب اختیار کر لیا ہے اور سلطنت میں فساد ڈالنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں" جہانگیر کو گورو ارجن کے ساتھ اپنا سلوک یاد آیا۔ خیال کیا کہ ایسا نہ ہو یہہ بدلہ لینے کے خیال سے سچ مچ فساد مچاویں۔ اس لئے اس نے وزیر خان نامی نائب دیوان کو ایک دسہزاری فوجی افسر کے ساتھ تحقیقات کرنے اور ہرگوبند کو بادشاہ کے پاس حاضر کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ وزیر خان بہت نیک۔ پارسا دوست اور فقیر پرست آدمی تھا۔ گورو گھرانہ سے واقف تھا۔ امرتسر جا کر ہرگوبند جی سے کہا آپ کو بادشاہ سلامت دہلی میں یاد کر رہے ہیں۔ ہرگوبند جی چاہتے تھے کہ بادشاہ سے ملنے کا موقعہ ان کو نصیب ہو تاکہ دشمنوں سے بدلہ لینے میں کامیابی ہو۔ اسیوقت تیار ہو گئے اور بابا بڈھا و بھائی گورو داس جی کو کاروبار سونپ کر ایک سو سوار و پیادہ کی جمعیت ساتھ لے کر دہلی کو روانہ ہوئے۔ جب یہہ دہلی پہونچے۔ بادشاہ سے ملے۔ باہمی بات چیت کرنے کے بعد جہانگیر کا غصہ ٹھنڈا ہوا

وہ شائستگی و اخلاق سے پیش آیا اور ان کے خرچ کے لئے پانچ سو شاہی روپیہ خزانہ سے مقرر کر دیا۔ ان کی سپاہیانہ وضع سیر و شکار کے شوق اور نشانہ بازی کی چالاکی دیکھ کر وہ ایک طرح فریفتہ بھی ہو گیا۔ اور خود جب باہر جاتا اُن کو عزت کے ساتھ اپنے ساتھ لے جاتا۔ ایک دن یہہ شکار کو گئے ہوئے تھے۔ کسی شیر نے بادشاہ کے آدمی ہلاک کئے مگر کسی کے ہاتھ نہیں آیا۔ بادشاہ کہنے لگا۔ اس موذی کا مارنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہہ گفتگو ابھی ہو ہی رہی تھی کہ شیر کود کر گورو جی کے اوپر لپکا۔ بندوق کا فیر ہوا۔ مگر شیر گو زخمی ہو گیا۔ تاہم غصہ سے گورو صاحب پر لپکا۔ انہوں نے تلوار کو ہاتھ لگایا اور اس صفائی سے اُس پر حملہ کیا کہ اُسی وقت شیر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ بادشاہ خوش ہو کر ان کی بہادری کی تعریف کرنے لگا اور جہانگیر کے دل میں گورو صاحب کے اوصاف نے جگہ کر لیا۔ چندو لال خائف ہو گیا۔ وہ لاہور سے دہلی پہونچ کر بادشاہ کی یاد دہانی کی کہ ابھی تک گورو ارجن دیو کا جرمانہ باقی ہے۔ جہانگیر نے کہا اُن کے وارثوں سے وصول کرو۔ تاکہ شاہی حکم کی بےعزتی نہ ہو۔ مگر جب گورو ہرگوبند سے کہا گیا وہ بیخوفی سے کہنے لگے "بابا فقیروں کے پاس کیا دھرا ہے جو کوئی اُن سے وصول کرے گا۔ شاگردوں نے کہا "حکم ہو تو ہم

سِکھوں سے جا کر وصول کرلائیں۔" یہہ بولے "جرمانہ کس سے لیا جاتا ہے؟ سادھو پر جُرمانہ کرنا غلطی ہے" شاگرد چُپ ہو گئے۔ چندو لال نے بادشاہ کو اُلٹی سیدھی سمجھا دیا۔ حکم مِلا" ان کو لے جا کر گوالیر کے قلعہ میں قید کر دو۔" ہرگوبند جی اپنے شاگردوں کے ساتھ بخوشی تمام قید میں چلے گئے۔ اس وقت قلعہ کا داروغہ ہری داس مل گورو گھرانے کا بھگت تھا۔

جب یہہ خبر امرتسر پہونچی۔ سب لوگ گھبرا گئے ماتا گنگا دیوی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شاگردوں نے باہمی مشورہ کیا کہ چندہ کر کے فوراً جُرمانہ ادا کیا جائے۔ مگر جب گورو جی کو یہہ خبر ملی اُنہوں نے کہلا بھیجا۔ خبردار! اس کام کے لئے جو چندہ دیگا وہ گورو ارجن کا اور ہمارا گنہگار رہیگا۔

گورو صاحب پورے بارہ برس تک قید رہے۔ اُن کو معمولی کھانا ملتا تھا آرام کی صورت مفقود تھی مگر ان کو گورو نانک کی تعلیم کی اشاعت کا خیال ویسا ہی بنا رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں سِکھ وہاں بھی پہونچنے لگے اور گو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ مگر تمام گوالیر سِکھوں کی کثرت سے ہر وقت بھرا رہتا تھا۔

لاہور میں میاں میر صاحب رہتے تھے۔ جہانگیر اُن کا معتقد تھا وہ ایک روز کہنے لگے "تم نے گورو ہرگوبند کو

ناحق اذیت دے رہے ہو۔ بہتر ہے رہا کردو ورنہ سخت مصیبت میں پڑو گے۔ گورو ارجن محض تمہاری وجہ سے مارے گئے اور گورو ہرگوبند ناحق گوالیر میں قید ہیں۔ تم نہیں جانتے۔ پرتھوی چند اور چندو لال ان کے خاندانی دشمن ہیں۔ یہہ سب چالبازیاں اُنہیں کی ہیں۔ تم دیکھتے نہیں۔ یہہ غیر معمولی لوگ ہیں۔ کس طرح تمہارے ظلم کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہیں۔ بہتر ہے اُن کو جلد رہا کردو ورنہ سلطنت میں سخت انقلاب واقع ہوگا۔

بادشاہ ڈر گیا۔ اس وقت آصف خان نے علم بغاوت بلند کرنے کی ٹھان لی تھی اس نے سمجھا ایسا نہ ہو۔ سکھ اس سے مل جائیں اور سلطنت کو درہم برہم کردیں اس خیال سے اور بھی اُس نے ان کو جلد رہا کرنا چاہا۔

رہائی دلانے کے لئے وزیر خان بھیجا گیا۔ جب گورو نے سُنا۔ کہنے لگے۔ "بابا فقیر انسانی قید میں جب آتا ہے تم سمجھ لو وہ اور قیدیوں کے رہائی دلانے کے لئے آتا ہے۔ گوالیر کے قلعہ میں اس وقت بہت سے راجپوت قید ہیں۔ جاؤ۔ ان کی رہائی کا بھی حکم لاؤ۔ تب میں قید سے نکلونگا۔ ورنہ یہاں ہی رہونگا۔"

دہلی آدمی بھیجا گیا۔ گورو صاحب کی بات کہی گئی۔ بادشاہ نے اس کو بھی منظور کرلیا۔ حکم دیا جو کوئی گورو ہرگوبند کا دامن پکڑے ہوئے آوے سب کو رہائی دیجاوے

غرضیکہ جتنے قیدی تھے اس طرح گورو صاحب کے طفیل سے رہا ہو گئے اور سب نے اُن کی شاگردی قبول کرلی۔

گوالیر سے روانہ ہو کر گورو جی متھرا۔ آگرہ ہوتے ہوئے ہزاروں کی جمعیت ساتھ لئے ہوئے دہلی پہونچے۔ بادشاہ بہت تعظیم سے پیش آیا۔ اور بہت کچھ زر و جواہرات دینا چاہا۔ ہرگوبند جی نے لینے سے انکار کردیا۔ "اسی دولت نے ہم کو قید میں رکھا تھا اور پھر بھی تم ہم کو یہی دینا چاہتے ہو۔" ان لفظوں نے جہانگیر کے دل پر بہت اثر پیدا کیا۔ کچھ دنوں یہہ دہلی رہے۔ پھر پنجاب کو آئے۔ بادشاہ نے ایک ہزار سپاہی پانچ سو سوار اور پچاس توپ خانہ ساتھ رکھنے کا حکم دیا۔ اور حاکموں کے نام پروانہ جاری کیا کہ سب لوگ گورو ہرگوبند کے ساتھ تعظیم سے پیش آئیں اور اُن کو برابر ہر قسم کی مدد دیا کریں۔ الغرض۔ بارہ برس کی قید کا یہہ نتیجہ ہوا کہ گورو صاحب کا رعب داب تمام پنجاب میں بیٹھ گیا۔

باب دوسرا

اس زمانہ میں پنجاب کی پولیٹکل حالت کچھ اس قسم کی ہو گئی تھی کہ جہانگیر نے گورو ہرگوبند کو بالکل اپنی طرف

ملتفت کر لینا چاہا۔ تاکہ آصف خان کا جادو کسی پر نہ چل سکے۔
گورو ہرگوبند کو در اصل کسی قسم کے فساد سے تعلق نہیں
تھا۔ اسلئے وہ بادشاہ کی حمایت کا دم بھرنے لگے۔ جہانگیر ان
کو بہت ماننے لگا۔

ایک دن کا ذکر ہے ان کے ہاتھ میں موتیوں کی سمرنی
پڑی تھی موتی بڑے خوبصورت تھے۔ جہانگیر نے کہا " اگر اس
میں سے ایک موتی آپ مجھ کو دیدیں تو میں اپنی تسبیح میں لگاؤں"
یہ بولے " آپ تمام سمرنی لے لیجئے ایک موتی سے کیا ہو سکے
گا۔ اسی طرح کی ایک مالا گورو ارجن صاحب کے پاس تھی۔
اس کو چندو لال نے بجبر چھین لیا ہے اگر وہ آپ کو مل سکے تو
وہ اس سے کہیں اچھی ہوگی "

بادشاہ نے پہلے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا چندو لال
نے سچ مچ گورو ارجن دیو کے ساتھ تشدد کیا تھا اور جب اس
کو اطمینان ہو گیا۔ اس نے چندو لال کو بلا بھیجا + وہ مالا کا
تذکرہ چھیڑ دیا۔ اس نے انکار کیا اور گورو ہرگوبند جی کو سخت
سست کہنے لگا۔ بادشاہ نے اس کے گھر کی تلاشی کا حکم
دیا۔ اتفاق سے وہ مالا برآمد ہوئی۔ چندو لال کے ہوش
اڑ گئے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ بادشاہ کے غصہ کی آگ
بھڑک اٹھی۔ حکم دیا گیا۔ اس کا تمام گھر بار۔ مال اسباب۔
ضبط کر لیا جاوے۔ اور بادشاہ نے گورو صاحب سے کہا۔

یہہ آپ کا مجرم ہے - اسی نے گورو ارجن کے ساتھ بیرحمی کا سلوک کیا ہے آپ جس طرح چاہیں اس سے برتاؤ کریں چندولال کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال دی گئی - اور گورو ہرگوبند اس کو اپنے ڈیرہ پر لائے - اور دوسرے دن دہلی سے لاہور کو روانہ ہوئے - چندولال سکھوں کے ہاتھ میں دیا گیا تھا - ان لوگوں نے اس کو سخت ذلیل کیا - یہاں تک کہ جو شخص آتا - اس کی سخت توہین کرتا - کتوں کے ساتھ اس کو کھانا دیا جاتا - چندولال پابزنجیر تمام شہر میں گھومایا گیا - سب لوگ کہتے جاتے تھے یہہ وہ شخص ہے جس نے ہندو جاتی کے دھرم گورو کا گھات کیا ہے - اس نے گورو ارجن دیو کو سخت سزائیں دیکر برباد کیا ہے لوگ اس کو نہ صرف نفرت سے دیکھتے تھے - جب وہ اس بھٹر بھوجے کے بھاڑ پر پہونچے جس کی گرم ریت ارجن دیو کے جسم پر ڈالی گئی تھی - وہاں ہی شاگردوں نے وہی سلوک اس کے ساتھ بھی کیا - اور وہ اس کے صدمے سے ہلاک ہوا - یہہ سمت ۱۶۷۵ کا واقعہ ہے *

جب اپنے باپ کے قاتل سے بدلہ لیا گورو ہرگوبند امرتسر واپس آئے اور لوہاگڈھ قلعہ کی تعمیر میں مصروف ہوئے *

پھر بھی گوروجی اُپدیش کے کام سے غافل نہیں تھے -

اسی کو وہ اپنا خاص کام سمجھتے تھے۔ مگر جہاں جاتے تھے۔ جلوس اور سواری کے ساتھ۔ ایک مرتبہ آپ مختلف مقامات سے گذرتے ہوئے گجرات گئے جہاں شاہ دولہ فقیر رہتا تھا۔ اِن کو اُس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ جب اُس کی قیامگاہ پر پہونچے۔ ان کی سواری و جلوس کو دیکھ کر فقیر نے کہا۔ یہہ کون شخص آرہا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ سائیں جی! یہہ ہندوؤں کا پیر ہے۔ شاہ دولہ نے متاً کہا۔ ہندو کیا پیر کیا۔ عورت کیا فقیر کیا۔ دولت کیا درویش کیا۔ پُتر کیا ادگیش کیا۔ ہرگوبند جی مسکرائے۔ کہنے لگے۔ سُنیئے۔ عورت ایمان ہے دولت گجرات ہے۔ پُتر نشان ہے۔ فقیر نہ ہندو ہے نہ مُسلمان ہے۔ شاہ دولہ خوش ہوا۔ اور ان کے ساتھ بڑے تپاک سے ملا۔

اس سے چل کر وزیر آباد۔ حافظ آباد۔ بھائی کے منڈھ۔ تلا ونڈی سے گذرے۔ اور وہاں ایک سالانہ میلہ منعقد کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ میلہ کرنے سے سکھ لوگ سال میں کم سے کم ایک جگہ مل کر باہمی ملاپ کا فایدہ اُٹھا سکیں گے۔ اس سفر سے واپس آکر گورو صاحب نے مُرتسر میں قیام کیا۔

سمت ۱۶۸۴ بکرمی میں جہانگیر کشمیر سے واپس ہوتے ہوئے لاہور میں مر گیا۔ اس کی قبر شاہدرہ میں موجود ہے۔ شاہجہان اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اُسی زمانہ میں ترکستان

کا ایک شاگرد آپ کے لئے۔ ایک کابلی گھوڑا تحفہ میں لایا پیشاور کے حاکم کی نگاہ اُس پر پڑ گئی۔ اُس نے بادشاہ کو نذر کرنے کے لئے مول لینا چاہا۔ سکھ نے کہا یہہ گھوڑا ہمارے پیر کے لئے نذر ہے۔ مگر اس نے نہیں سُنی۔ اور اُس کو زبردستی چھین لیا۔ وہ بیچارہ دُکھی ہو کر گوروجی کے پاس آیا اور اپنا دُکھڑا سُنانے لگا۔ انہوں نے تسلی دی اور کہا تمہاری نذر ہم کو مل گئی۔ اور اس ہتک اور توہین کی سزا دینے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ جن لوگوں کے اختیار میں گھوڑا تھا وہ چاہتے تھے گھوڑا گوروجی کو دیدیا جائے۔ اس لئے اس طرح پر کارروائی کی گئی کہ وہ لنگڑانے لگا۔ جب بادشاہ نے اس کو بیصرف دیکھ کر اپنے قاضی کو دیدیا۔ اس نے گورو ہرگوبند کے ہاتھ زیادہ قیمت سے کم بیچ دیا۔ اور سمجھا اچھا ہوا جانور نکما ہو گیا تھا۔ اچھی قیمت مل گئی۔ مگر جب وہ گورو کے اصطبل میں آیا بہت اچھی طرح سے کام دینے لگا۔ قاضی نے یہہ خبر سُنی سمجھا دھوکا دیا گیا۔ اور دل ہی دل میں سخت پیچ تاب کھانے لگا۔

دوسری روایت یہہ بھی ہے کہ اُس قاضی کی لڑکی گورو ہرگوبند کی وضع قطع کو دیکھ کر ان پر عاشق ہو گئی۔ وہ میاں میر صاحب کی چیلی تھی۔ دل میں کسی ایسے آدمی کے ساتھ شادی کرنے کی خواہشمند تھی جو اعلےٰ درجہ کا دھرماتما ہو گورو

صاحب اس کو پسند آئے اور وہ بھاگ کر ان کی خدمت
میں پناہ گزین ہوئی۔ اور گورو صاحب نے اس کو اپنی خدمت
میں قبول کر لیا۔ قاضی کو اس خبر سے اور نیز گھوڑے کی
وجہ سے جو غصہ آیا اس کا بیان مشکل ہے۔ اسی وقت
اس نے مخلص خان کے ساتھ سات ہزار سوار روانہ کئے
تاکہ ہرگوبند جی کو گرفتار کر لائے۔ جب گورو صاحب کو
خبر ملی۔ تو انہوں نے پانچ ہزار سکھ مقابلہ کے لئے بھیجے۔
امرتسر کے قریب سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں ہزاروں
آدمی مارے گئے۔ مگر آخر میں شاہی فوج کو شکست
ہوئی۔ اور وہ لاہور بھاگ آئی۔ قاضی کی لڑکی گورو
صاحب کے ساتھ رہنے لگی۔ اور چونکہ اس کا نام کولن
بی بی تھا۔ اس کے نام سے گورو ہرگوبند نے امرتسر
کے قریب ایک تالاب کھدوایا جس کو کولسر کہتے ہیں۔

اس لڑائی کے بعد گورو کا ایک شاگرد جو پہلے لٹیرا
تھا بادشاہ کے دو گھوڑے لاہور کے شاہی اصطبل
سے چرا لایا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ گورو کے گھوڑے
شاہی افسروں نے چھین لیا ہے اور اس لئے اس
کے دل میں خیال بندھا رہا کہ کسی طرح ان گھوڑوں کو
وہ خود چھین لائے۔ اس کی اس نادانی مگر گورو بھگتی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ قمر بیگ اور لال بیگ گورو جی کے سزا

نپٹنے کے لئے کثیر فوج لے کر روانہ ہوئے۔ بھٹنڈا میں سخت لڑائی ہوئی۔ اس میں بھی شاہی فوج غارت گئی۔ دونوں مسلمان سردار مارے گئے۔ اور بچی کھچی لشکر لاہور بھاگ آئی۔ اس محاربہ کے بعد گورو صاحب ہرگوبند پور آرہے تھے کہ چندو لال کے ایک لڑکے نے اُن پر حملہ کیا۔ وہ جان سے مارا گیا۔ کہتے ہیں کہ لڑائی فتح کرنے کے پیچھے وہ بغیر ہی چند نانک صاحب کے لڑکے سے ملنے بھی گئے تھے۔ مگر نوشتہ جات سے اس واقعہ کی شہادت نہیں ملتی :-

دورہ کے بعد گورو ہرگوبند واپس آئے مگر یہاں اُن کو پھر لڑائی لڑنے کی ضرورت پڑی۔ گورو کے سکھوں میں سے ایک پٹھان تھا۔ جس کا نام پایندہ خان تھا۔ اس کی ماں گورو ہرگوبند کی دائی تھی۔ اسلئے وہ اس کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے جیسے کوئی اپنے بھائی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ مگر اس میں وفاداری کی کمی تھی۔ ایک دن گورو صاحب کا باز اس کے گھر اُڑ آیا۔ اس کی تلاش میں ایک لڑکا اس کے پاس پہونچا۔ اس نے انکار کیا اور جب گورو ہرگوبند نے سزا دینی چاہی وہ دہلی بھاگ گیا اور بادشاہ سے طرح طرح کی جھوٹی شکایتیں کیں۔ اس نے یہ بھی درخواست کی کہ اگر مجھ کو فوج دیجائے تو میں اُن سے اپنا بدلہ لے لیتا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا

شاہی فوج اور گورو کے سکھوں میں سخت لڑائی ہوئی دونوں طرف کے آدمی بڑی دلیری سے لڑے۔ ہزاروں قتل ہوئے۔ مگر کھیت ہرگوبند جی کے ہاتھ رہا۔ جنہوں نے اس دن بیشمار مسلمان اپنے ہاتھ قتل کئے۔ ان میں پایندہ خان بھی شامل تھا۔ جب لڑائی ہو رہی تھی۔ دشمن کا ایک سپاہی ہرگوبند جی پر جھپٹا۔ یہہ داؤ بدل گئے اور اس پر وار کر دیا وہ زمین پر آ رہا۔ جس وقت گورو نے تلوار چلائی انہوں نے کہا "دیکھ اس طرح تلوار چلائی جاتی ہے" اس واقعہ کے متعلق دبستان مذاہب کا مسلمان مصنف لکھتا ہے کہ جب گورو نے وار کیا تھا۔ وہ غصہ میں نہیں تھے بلکہ لوگوں کو دکھلایا کہ شمشیر زنی کے لئے بھی گورو کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ آخر گورو ہی تھے ؎

گورو ہرگوبند لڑائی جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس سے ناحق بادشاہ وقت سے تنازعہ مول لینا تھا۔ اس لئے انہوں نے تنہائی کی زندگی میں رہ کر عبادت الٰہی کرنے اور لوگوں کو تعلیم دینے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ چند روز رومیلا میں قیام کرنے کے بعد وہ پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ اور کیرت پور میں جا کر قیام کیا۔ جو دریائے ستلج پر انند پور سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

یہاں وہ آخر دم تک رہے۔ اور سمت ۱۷۰۱ (سنہ ۱۶۳۹ء)
میں اڑتالیس برس نو مہینے ۴ دن کی عمر میں اس دارفانی کو
ترک کیا۔ جس نے سنا ماتم کیا کیونکہ اپنی دلیری۔ انسانیت
اور اعلےٰ اخلاق کی وجہ سے دوست و دشمن سب ان کے
مدّاح تھے۔ اس قسم کی غیر معمولی قابلیت والے انسان
دُنیا میں کم پیدا ہوتے ہیں۔ جو دین و دُنیا دونوں کا کام
خوبصورتی سے کر سکیں۔ ان کے ساتھی ان کے سلوک
پر جان دیتے تھے۔ کہتے ہیں۔ جب ان کی لاش کو چِتا
پر جلانے کے لئے رکھا گیا اور لاش جلنے لگی۔ کئی سکھ
محض اس خیال سے کہ اب بغیر گورو صاحب کے رہنا بُرا
ہے چِتا پر کود گئے اور اپنی جان دیدی۔ راجا رام پرتاپ
جیسلمیر کے قلعہ میں قید تھا وہ وہاں سے بھاگ کر گورو
جی کے شرن میں آرہا تھا۔ سب سے پہلے یہ چِتا میں
کود پڑا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رام سنگھ کودا اور بہت
سے لوگ پروانہ کی طرح بھسم ہو کر جل مرے۔ گورو
ہر رائے نے بڑی مشکل سے لوگوں کو تسلی دیکر روکنا چاہا
سکھوں کی یہہ راسخ الاعتقادی آپ کو کہاں دیکھنے
میں آئے گی؟۔ ہرگوبند جی شمع محفل تھے اور یہہ
سب پروانہ تھے۔ کون شخص تھا جو اس نور کے شعلہ کی
طرف نہ کھنچ جاتا! ان کی سمادھی کرتی پور میں پاتال پوری

کے نام سے مشہور ہے ؂

گورو ہرگوبند کے پانچ لڑکے تھے - گورو تا - تیغ بہادر - سورت سنگھ - انبیرتا - اٹل راؤ - گورو تاجی اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہوئے تھے - گورو صاحب اُن کے لڑکے ہرراے جی کو بہت پیار کرتے تھے - اس لئے انہیں کو اپنا جانشین مقرر کیا ؂

ساتویں بادشاہی

گورو ہر رائے صاحب

گورو ہر رائے جی ماگھ سودی شُکل سمت ۱۶۸۶ بکرمی میں شہر کرتارپور میں شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں باباگوردتاجی کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ ماں کا نام نہال کنور تھا۔ یہہ چیت کے شانت تھے۔ سلامت روی ان کا لڑکپن ہی سے اصول بنا ہؤا تھا۔ جب یہہ لڑکے تھے زیادہ تر اپنے دادا۔ گورو ہرگوبند جی کے پاس جاکر بیٹھتے اور بڑی غور سے اُن کے کلام کو سُنتے تھے۔ ان کی سلیم الطبعی کو دیکھ کر عام آدمیوں کے دل میں یہہ خیال پیدا ہو چکا تھا۔ کہ یہہ ضرور گورو صاحبان کی گدّی کو زینت دیں گے۔ بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ کھانے پینے یا اور قسم کے دُنیاوی عیش و آرام کی طرف سے بے پرواہ رہتے تھے۔ جب کوئی تحفہ تحایف یا کھانے پینے کی اچھی چیز ملتی۔ باہر لاکر سب لڑکوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اکیلے تن تنہا کوئی چیز نہیں کھاتے تھے۔ ان کے اخلاق کو دیکھ

کر گورو ہر گوبند جی ان کو بہت پیار کیا کرتے تھے۔ سمت ۱۶۹۷
بکرمی میں دیا رام کھتری کے یہاں آپ کی شادی قرار
پائی۔ اور جب سمت ۱۷۰۱ بکرمی میں گورو ہر گوبند جی کا
دیہانت ہو گیا۔ پندرہ برس کی عمر کے قریب یہ گدی پر
بیٹھے ؛

لڑائی جھگڑے کے کاموں سے نفرت ہونے کے باعث
وہ ایشور کی بھگتی اور بھجن میں زیادہ وقت صرف کرتے
رہتے تھے۔ جب بھجن گاتے وقت پریم میں محو ہو جاتے
آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ امیر و غریب
سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے ؛

کہتے ہیں اسی زمانہ میں ایک مرتبہ ٹرکی (روم) کا سلطان
ہندوستان کی سیر کے لئے آیا۔ چونکہ گورو گھرانا اپنی عظمت و
بڑائی کے لئے ممتاز ہو چکا تھا وہ ان سے ملنے آیا اور حضرت
عیسیٰ موسیٰ اور محمد صاحبان کے متعلق سوال کئے کہ ان میں
سے کون نبی اپنے پیروکاروں کی شفاعت زیادہ کرا سکتا
ہے؟ آپ نے جواب دیا پرماتما ہر جگہ حاضر ناظر ہے اُس
کے دربار میں شفاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان اپنے
افعال کا خود ذمہ وار ہے جو جیسا کریگا ویسا پھل پائیگا۔
نیکوں کی نیکی ضایع نہیں جاتی اسی طرح بدی کا بھی پھل
مل کر رہتا ہے۔ کرم نشپھل کبھی نہیں جاتے۔ کسی وجہ کو

خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو یہہ طاقت نہیں ہے کہ جیوّں کے اچھے کرم کی جزا سے محروم کر سکے - نہ کسی میں یہی طاقت ہے کہ بُرے کاموں کی سزا سے بچا سکے - مالک دُنیا دی راجاؤں کی طرح نہیں ہے جس کو درمیانی سفارش گر یا گواہ کی ضرورت ہو - وہ سب کچھ جانتا ہے - گھٹ گھٹ میں محیط اور دیاپک ہے - بادشاہ اِس جواب سے بہت خوش ہُوا +

جس وقت گورو صاحب گدّی پر براجمان تھے - شاہ جہاں بادشاہ کے چاروں لڑکوں میں تخت کے لئے جھگڑا ہوا - ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا - ان میں دارا شکوہ ولیعہد مزاج کا بہت نیک اور خلیق تھا - اُپ نشدوں کا ترجمہ اسی شاہزادہ نے اپنی واقفیت کے لئے دیوان ولی رام و دوسرے عُلما سے کرایا تھا - اورنگ زیب دوسرا شاہزادہ بڑا چالاک - عیار اور متفنی تھا - یہہ تخت کے لئے چالبازیوں سے کام لے رہا تھا - دارا شکوہ اور اورنگ زیب دونوں نے گورو صاحب سے مدد لینی چاہی تھی - اورنگ زیب کا تو صرف آدمی آیا تھا - مگر سمت ۱۷۰۷ بکرمی میں دارا شکوہ لاہور جاتے وقت ان سے مِلا - اور چونکہ ان کی بیماری گورو صاحب کی دوا علاج سے اچھی ہو گئی - اس کا اعتقاد زیادہ بڑھ گیا تھا اُس کا بدیہی نتیجہ یہہ ہُوا کہ دارا شکوہ پر ان کی مہربانی زیادہ ہو گئی - اورنگ زیب کو یہہ حرکت پسند نہیں آئی - وہ دِل ہی دل

میں بدلہ لینے کی تدبیر سوچنے لگا۔ سمت ۱۷۰۸ بکرمی میں گورو
جی نے کھلور اور ہندور کے راجاؤں کو گورو گھرانے کا شاگرد
بنایا۔ پھر گورو صاحب دھرم کی اشاعت کے لئے گھر سے
باہر نکلے۔ پہلے کرت پور میں آئے وہاں سے چل کر جالندھر
ضلع کے سہلی گانوں میں قیام کیا۔ یہاں کچھ عرصہ تک
اُپدیش دیتے رہے۔ پھر قصبہ اردلی میں آئے وہاں یکلخت
آٹھ مہینہ تک ٹھہرے۔ سمت ۱۷۱۱ بکرمی میں قصبہ ویدبدالی
میں چند مظلوم غریبوں کی مدد کے خیال سے مقیم ہوئے اور
فریقین کو راضی کرانا چاہا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تب مجبور
ہوکر مظلوم فریق کو حکم دیا کہ اُن کے ساتھ رہنا چھوڑ دو۔
اور ان کو اپنے ساتھ لے کر مہراج نامی قصبہ میں آئے
اور وہاں آباد کر دیا۔ یہہ جگہ پہلے جنگل تھی گورو ہررائے
نے ہی آباد کرایا تھا۔ یہاں پر ایک بڑا کنواں موجود ہے
جو گورو ہررائے کا کنواں کہلاتا ہے۔ ظالموں کو اس پر
بھی رحم نہیں آیا۔ پھر بھی اُن غریبوں سے لڑائی کرنے
کو آئے۔ ان کا ایک چودھری کرم چند نامی شہید ہوگیا۔
اس کا بھائی کالا۔ مقتول کے دو لڑکوں کو اپنے کندھے
پر لاکر گورو صاحب کے پاؤں کے تلے ڈال دیا۔ ایک
لڑکا بہت کمسن تھا وہ اپنا پیٹ تھپتھپانے لگا۔ گوروجی
نے اُس کے چچا سے پوچھا۔ یہہ پیٹ کیوں بجاتا ہے؟۔

کالا نے جواب دیا۔ حضور! یہہ بھوکا ہے۔ اس لئے آپ کے دربار سے کھانے کا سوال کرتا ہے۔ گوروجی نے اُس کو کھانے کو دلا دیا۔ اور دُعا دی کہ یہہ لڑکا بڑا اقبال مند ہوگا۔ کالا بعد کو اپنے خاص لڑکوں کو بھی لایا۔ اور ان کو بھی گوروصاحب نے دُعا دی۔ صحبت کا اثر۔ ستسنگ کا زور۔ اور کرم کی گتی کو دیکھئے۔ یہہ سب کے سب بڑے اقبالمند ہوئے۔ لہرگڑھ گمٹی والے سردار اس کالا کی اولاد میں ہیں اور وہ اتنے خوش قسمت نکلے کہ ان کو جاگیریں معافی ملیں جن پر وہ اب تک قابض ہیں۔ کالا کے دونوں بھتیجے بھی جن میں سے ایک نے اپنا پیٹ ٹھوکا تھا۔ راجگی کے منصب کو پہونچے۔ پٹیالہ۔ جیند۔ نابھا۔ اس کی اولاد میں سے ہیں ٭

گوروہررائے صاحب کو اُن کے شاگرد بہت پیارے تھے۔ یہاں تک کہ نیچ ذات کے چیلوں کے ساتھ بھی وہ بڑے پریم سے پیش آیا کرتے تھے۔ جیتا نامی ایک چمار گورو کا ششیہ تھا اُس کو بھائی گورا اکثر گالیاں دیا کرتا تھا۔ یہہ شکایت گوروجی تک پہونچی۔ گورا کو بلا کر کہا۔ تو پھانسی پانے کے لائق ہے۔ اُس نے معافی مانگنی چاہی گوروصاحب نے کہا "چلا جا۔ تو مجھ کو منہ نہ دکھا۔ جو میرے بھگتوں کو ستاتے ہیں میں اُن سے بات نہیں کرنا چاہتا"

اس دن سے گورا کو دربار میں آنے نہیں دیا - مگر اس نے بھی قدم نہیں چھوڑے - پیچھے پیچھے سایہ کی طرح پھرتا رہا جب ہر رائے جی کرتارپور جا رہے تھے - قصبہ ماچھی باڑا کے قریب محمد یار بیگ سردار نے ان پر حملہ کر دیا - مال و اسباب کے لُٹ جانے میں کوئی شک نہیں تھا - مگر گورا جو پیچھے پیچھے آ رہا تھا - اِن کے ارادہ کو بھانپ گیا وہ اِدھر اُدھر سے چند سواروں کو جو گورو صاحب کے شاگرد تھے لے آیا اور اس طرح شاہی لٹیروں کا مقابلہ کیا کہ اُن کے چھکے چھوٹ گئے - اور وہ بھاگ نکلے - شام کو جب خیمہ کھڑا کیا گیا - ماتا جی نے گورو صاحب سے کہا "اگر آج گورا نے مردمی نہ کی ہوتی - تو نہ صرف مال اسباب ہی لوٹا جاتا بلکہ بہت سے آدمی ضایع جاتے" گورو جی اُن کی سفارش سے خوش ہوئے - اور گورا کو بُلا کر اس کے پہلے قصور کو معاف کر دیا - لیکن یہ تاکید کی کہ خبردار اب آئندہ کسی بھگت کی بیعزتی نہ کیجائے اور مال و دیش کی آمدنی میں اُس کا بھی حصہ قایم کر دیا -

سمت ۱۷۱۵ بکرمی میں اورنگ زیب نے بادشاہ بن کر اپنے باپ شاہجہان کو شہر آگرہ میں قید کر دیا - اس کے بعد وہ اپنے بڑے بھائی دارا شکوہ کے مارنے کے لئے تدبیریں سوچنے لگا - یہ وہاں سے بھاگ کر افغانستان جانے کے ارادہ سے پنجاب آ نکلا - راہ میں دریا بیاس

کے قریب گورو ہر رائے سے ملا - اور گیارہ سو اشرفیاں اور بہت کچھ کپڑے وغیرہ نذر گزران کر دُعا کا طالب ہُوا - ابھی تک گورو صاحب نے کچھ جواب نہیں دیا سُنا کہ شاہی فوج تعاقب کرتے ہوئے آپہنچی - جس کے سُنتے ہی دارا شکوہ ڈر گیا - گورو جی نے ڈھارس بندھائی - اور اپنے شاگردوں کو ساتھ کر کے لاہور بھجوا دیا - اور اس طرف شاہی فوج کے روکنے کے لئے بھی کچھ آدمی بھیج دیئے تاکہ وہ دریا کے اس طرف نہ آسکے - دارا شکوہ تو افغانستان چلا گیا اور گورو صاحب ترن تارن وغیرہ میں گھوم پھر کر امرت سر وارد ہوئے - جہاں دیوالی کا میلہ تھا - میلہ کے خاتمہ پر گوبند وال میں چلے آئے - اور پھر پہلے کی طرح جا بجا دورہ کرتے ہوئے اُپدیش دینے لگے ۔

اورنگ زیب جس وقت تخت شاہی پر بیٹھا - ہندوؤں پر بالخصوص طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کیا - گانوں کے گانوں زبردستی مسلمان بنائے جانے لگے - جنہوں نے مذہب کی تبدیلی پسند نہیں کی وہ تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے - بادشاہ بڑا انتقام کش تھا - اس کو گورو ہر رائے کی طرف سے اطمینان نہیں تھا - طلبی کے لئے حکمنامہ جاری کیا - مضمون یہ تھا - چونکہ آپ نے دارا شکوہ کی مدد کی تھی اس لئے بادشاہ کے مجرم ہیں - بہتر ہے کہ

اپنی جوابدہی کے لئے دربار میں آئے۔ گورو جی کو دربار میں جانے سے عار تھا۔ اُنھوں نے کہا "میں ترک کے منہ نہیں لگنا چاہتا" لیکن مصلحت وقت دیکھ کر اپنے بڑے لڑکے رام رائے کو بطور نائب کے بھیج دیا۔ اور اُس کو سمجھا دیا کہ ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے گورو گھر لئے کی سُبکی ہو۔ دھرم پر قایم رہنا۔ دھرم ہی سب کچھ ہے۔ دھرماتما آدمی کا کوئی بال بانکا نہیں کر سکتا۔"

رام رائے دہلی گئے اور اورنگ زیب نے بہت سے سوالات کیئے۔ اُنھوں نے اس کے دل پر نقش کر دیا کہ گورو ہررائے جی فقیر ہیں ان کو پولیٹکل معاملات سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اُن کو خلعت دیا۔ اور درباریوں میں عزت کی جگہ دی۔ اور بہت دنوں تک اپنے پاس دہلی میں رکھا۔ ایک دن وہ رام رائے جی سے پوچھنے لگا۔ "گورو نانک نے لکھا ہے۔

مٹی مسلمان کی پیڑے پئی کمہار۔
گھڑ بھانڈے اینٹاں کیا جلتی کرے پکار۔

یعنی مسلمانوں کے قبرستان کی چکنی مٹی کو کمہار لا کر اینٹ برتن بناتے ہیں اور آنواں میں جلنے کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ وہ مٹی جلتے وقت ضرور پکارتی ہوگی۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورو صاحب مُردہ دفن کرنے سے بہتر مُردہ جلانا سمجھتے

ہیں"۔ رام رائے نے کہا۔" گوروبانی کا پاٹھ ایسا نہیں ہے۔ جیسا آپ نے کہا ہے" اورنگ زیب بولا۔ میں نے تو سب کے مُنہ سے ایسا ہی سُنا ہے"۔ رام رائے نے جواب دیا۔ ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے کہیں ایسا لکھا ہو۔ اُس کو شاگردوں نے ویسا ہی یاد کر لیا ہوگا"۔ اورنگ زیب نے پوچھا" پھر اس کا مضمون آپ کی دانست میں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "مسلمان کے عوض بے ایمان ہونا چاہیئے"۔ بادشاہ نے اس کو سنکر خوشی ظاہر کی اور کہا" سچ ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے"۔ رام رائے نے تو اورنگ زیب کو خوش کر لیا۔ لیکن گورو ہر رائے جی ان کی بات کو سُنکر سخت ناراض ہو گئے۔ کہنے لگے "اس جاہل نے گورو نانک کی بانی میں تحریف کرنی چاہی۔ اُس کو کہہ دو۔ جیتے جی مجھ کو کبھی مُنہ نہ دکھلائے"۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ بلکہ شاگردوں کو تاکید کے ساتھ کہا۔" آج سے جو شخص رام رائے کی بابت سُنیگا۔ وہ ہمارا چیلا کبھی نہ سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اُس نے سچائی کی بےعزتی کی۔ سچائی کا چھپانا پاپ ہے۔ دُنیاوی بادشاہ کو خوش کرکے دینی بادشاہ کو ناراض کرنا ادھرم ہے۔ جو مالک کے کلام کو خوف سے چھپاتا ہے۔ خوف کی وجہ سے بدلتا ہے۔ وہ نانک صاحب کا نہ شاگرد ہے نہ لڑکا ہے۔ ہم ہر قصور کو معاف کر سکتے ہیں۔ لیکن یہہ قصور

کبھی نہ معاف کریں گے۔ اصول کے معاملہ میں راضی نامہ لگانا سچائی کی شان سے بعید ہے"۔

رام راے باپ کی ناراضگی کا حال سُن کر واپس آئے۔ معذرت کے خواستگار ہوئے۔ کرت پور میں رہ کر سفارشیں کرائے گئے۔ مگر گوروہرراے نے کہا "جس نے گورونانک کے کلام کی تعظیم نہیں کی۔ میں اُس کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتا" انھوں نے ہزاروں کوششیں کیں۔ مگر انھوں نے کبھی موقعہ نہیں دیا کہ وہ خدمت میں حاضر ہوکر معافی مانگ سکیں۔ مجبور ہوکر وہ لاہور چلے گئے۔ وہاں بادشاہ سے ملے۔ باپ کی ناراضگی کی شکایت کی۔ اورنگ زیب نے ڈیرہ دون میں ان کو جاگیر معافی دیدی اور وہ وہاں ہی رہنے لگے۔

جس وقت گوروہرراے کے دیہانت کا وقت آیا۔ اُنھوں نے نابالغ ہرکشن جی کو گدی پر بٹھایا۔ جن کی عمر ابھی صرف پانچ برس کی تھی۔ اور پرماتما سے دُعا مانگی کہ ان کو گوروگدی کے قابل بنادے۔ اور اس طرح وہ شانتی کے ساتھ پرم دھام کو سدھار گئے۔

مرتے وقت ان کی عمر اکتیس برس کی تھی ۱۷ برس پانچ مہینے آٹھ دن تک اُپدیش کیا۔ سمت ۱۷۱۹ بکرمی کاتک سوکل نومی دن اتوار ان کے دیہانت ہونے کی تاریخ ہے۔ کیرت پور میں آپ کی سمادھی اب تک موجود ہے۔

گورو ہر رائے صاحب کی قیمتی زندگی سے دو مفید سبق ہم سیکھ سکتے ہیں - اپنوں سے محبت اور دھرم پر اٹل وشواس - اور جن لوگوں میں یہہ دو وصف ہوں گے وہ اپنی قوم کے جائے پناہ اور پرماتما کے سچے بھگت ہوں گے اور انہیں دو باتوں میں انسانی زندگی کے عروج و ترقی کا تمام راز موجود ہے۔

آٹھویں بادشاہی

گورو ہرکشن صاحب

گورو ہرکشن صاحب سمت ۱۷۱۳ بکرمی میں ساون بدی دسمی کو پیدا ہوئے تھے۔ ماں کا نام کرشن کنور تھا۔ سمت ۱۷۱۸ میں جب آپ کی عمر صرف پانچ برس تین مہینہ ایک دن کی تھی باپ کی جگہ گدی پر بیٹھے۔ گو نابالغ تھے۔ مگر چہرہ سے اقبال مندی کا نور برستا تھا۔ جو کوئی ان کی باتوں کو سنتا تھا تعجب کیا کرتا تھا۔ مختلف طریقوں کے آدمیوں نے نانک صاحب کے گھر کے ساتھ دشمنی شروع کر دی تھی۔ مگر اس ہونہار لڑکے کے سامنے کسی کی پیش نہیں گئی۔ دربار میں ویسے ہی حاضری رہتی تھی ✤

جب رام رائے نے سنا کہ ہرکشن جی گدی پر بٹھائے گئے دل میں سخت ناراض ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ آخر میں میں بلایا جاؤں گا۔ مگر اس امید پر پانی پڑ گیا۔ اس نے بادشاہ سے گدی کے لئے فریاد کی۔ بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ اورنگ

زیب نے راجہ جے سنگھ والی جے پور کو بلا کر معہ اپنے دو معزز مصاحبین کے گورو ہرکشن صاحب کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ آپ دہلی آئیے۔

ہرکشن صاحب گو کمسن اور نابالغ تھے۔ مگر خداداد ذہانت کے پتلے تھے۔ مسندیوں اور کارندوں کو بلا کر تمام کام کاج ان کے سپرد کیا اور آپ بلا تامل دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کے ساتھ بڑی ہجوم تھی۔ جب ایک منزل ختم ہو گئی۔ کمسن گورو نے سب کو متوجہ کر کے کہا "ہم سب لوگ کرتار کے سیوک ہیں۔ ہم کو آگیا ماننی چاہیئے ہم یہ تصویری پر رکھا کھینچ دیتا ہوں آپ لوگ اس سے آگے نہ بڑھئے" سب لوگوں نے ان کے حکم کی تعظیم کی اور دوسرے دن وہ چند نوکروں کو معہ اپنی ماں کے لیکر پنجوکھرہ گئے۔ بہت سے پنڈت ملنے آئے۔ لال چند نامی ایک زبردست پنڈت نے گستاخانہ لہجہ میں کہا "آپ ہرکشن کہلاتے ہو سب کے گورو بنے ہو کچھ پڑھے بھی ہو یا نہیں؟" انہوں نے جواب دیا "ہم کرتار کی سیوا کے لئے آئے ہیں۔ ہمارے پاس سوائے اسکے نام کے اور کیا دھرا ہے" یہ کہہ کر آپ نے ایک اپنے کہار کی طرف نگاہ کیا۔ وہ بھگوت گیتا کے ایک شلوک کو پڑھ کر بڑا عجیب و غریب ویاکھیان سنا دیا۔ پنڈت یہ دیکھ کر

دل میں سخت شرمندہ ہوا +

وہ پانی پت و کرنال ہوتے ہوئے شہر دہلی کے قریب پہونچے - راجہ جے سنگھ استقبال کے لئے آیا - اور ان کو اپنے خاص محل میں بیجا کر آتارا - دوسرے دن رانیوں نے درشن کیا - راجہ جے سنگھ کے محل میں ان کے بیٹھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا - جب آپ وہاں پہونچے نشست کی جگہ کہیں نہیں دیکھی - جھٹ پٹ بڑی رانی کی گود میں جا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے آج ہم اس مائی کی گود میں ہی بیٹھیں گے اس واقعہ سے لوگوں کو تعجب ہوا اور رانی کو بہت خوشی ہوئی - دہلی میں اس کمسن گورو کی آمد سے ایک قسم کی ہلچل سی مچ گئی - جوق جوق آدمی درشنوں کو آنے لگے - بادشاہ نے شاہزادہ معظم شاہ کو معہ دوسرے اُمرا کے ان کے پاس بھیجا - اور شاہی دربار میں بلا بھیجا - گورو صاحب نے جواب دیا " میں بادشاہ کے کہنے پر دہلی آ گیا ہوں اب بادشاہ کو زیادہ تنگ نہ کرنا چاہیئے - ان کو بھی گورو صاحب کے پاس ادب کا خیال رکھنا چاہیئے " اورنگ زیب کو یہ سُن کر تعجب ہوا اور اس نے پھر زیادہ مجبور نہیں کیا -

یہاں ایک بات اور عجیب و غریب بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت شاہی بیگمات اُن کے دیکھنے کے لیے آئیں - انھوں نے صرف بڑی بیگم کو مخاطب کیا

دوسروں سے ملتفت نہیں ہوئے اُس نے بادشاہ کو سمجھا کر فقیروں کے ساتھ سختی کرنی لازم نہیں ہے ۔

پنجاب کے گوروصاحبان اپنے جانشین کے انتخاب میں نہایت تمیز و دانائی سے کام لیتے تھے ۔ جو شخص ان باتوں پر غور کریگا وہ بہ آسانی سمجھ جائیگا کہ رام رائے کے مقابلہ میں ہرکشن جی کا انتخاب کتنا معقول و پسندیدہ تھا ۔ رام رائے دنیا پرست تھے ۔ اپنے گھرانے کی عزت کو قایم رکھنا نہیں جانتے تھے ۔ ہرکشن جی برعکس اس کے خاص قسم کی تمیز والے تھے ۔

مگر ایشور کو منظور نہیں تھا کہ ہرکشن جی بہت دنوں تک سکھوں کی سرداری کرتے ۔ دہلی سے کوچ کرنے کے پہلے اُن کو چیچک کا عارضہ ہو گیا ۔ وہ مہلک ثابت ہوا ۔ جب انکی عمر سات برس کی ہوئی ۔ سمت ۱۷۲۱ بکرمی چیت سدی چودش کے دن سیکڑوں روپیہ کا حلوا پرشاد تقسیم کر کے آپ نے گورو تاجی کو بلایا اور ایک ناریل اور پانچ پیسے دیکر کہا جاؤ ۔ بابا بکالا میں ہے جسکا مطلب یہہ تھا کہ سکھوں کا نوان بادشاہ بکالا نامی گاؤں میں ملیگا ۔ واہ ری ذہانت! اس تمیز کا کیا کہنا ہے! یہہ کہہ کر گورو صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر نہیں کھولیں دہلی میں جمنا کے کنارے آپ کی سمادھی ابتک موجود ہے ۔

دریش سب کے واسطے منزل عجیب ہے
غافل بہوش باش اجل عنقریب ہے

نویں بادشاہی

گورو تیغ بہادر صاحب

باب پہلا

گورو تیغ بہادر سمت ١٦٦٨ بکرمی میں ماتا نانکی جی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ یہہ گورو ہرگوبند صاحب کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے۔ سمت ١٦٨٨ میں کرتارپور میں لال چند کھتری کی لڑکی گوجری بائی سے شادی ہوئی۔ گورو ہرگوبند صاحب کے ساتھ ان کا بڑا پریم تھا۔ لڑائیوں کے وقت یہہ اکثر باپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ جب گورو صاحب نے اپنے بڑے لڑکے گوردتہ جی کے بڑے لڑکے گورو ہرراے کو گدی دیا تو ماتا نانکی جی نے کہا "کرپا ساگر! میرے پتر کے لئے بھی کوئی منگل اور شبھ بچن اپنے شری مکھ سے کہہ دیجئے"۔ گورو گوبند صاحب اپنا رومال اپنے گلے کی موتی مالا ان کی ماں کو معہ دو چار ہتھیار کے دیدیئے۔ اور فرمانے لگے وہ ہمیشہ ماتر اپنے کرموں سے بنا ہے۔ جب اس کے

کرم کے پھل اودے ہونے لگتے ہیں۔ اکسمات سب سامگری اکٹھی ہو جاتی ہے۔ اِس پُتر کا نام بہت ہو گا۔ یہہ سب چیز اس کو دیدینا "

جب گورو ہرگوبند جی گپت ہو گئے۔ نانکی جی اپنے بیٹے کو لے کر بکالے نامی گاؤں میں آباد ہو گئیں۔ جب گورو ہرکشن جی کا دہلی میں دیہانت ہو گیا۔ اور یہہ خبر مشہور ہوئی کہ مرتے وقت انہوں نے کسی بکالے کے بابا کو گدی کے لئے نامزد کیا ہے گاؤں کے بہت سے سوڈھی اپنے آپ کو وارث قرار دینے لگے۔ ان میں سے گورو تیغ بہادر ہی ایسے تھے۔ جنہوں نے نہ کوئی دعوےٰ پیش کیا۔ نہ گوروائی کی خواہش کی۔ وہ نہایت سادہ مزاج تھے۔ عام طور پر لوگوں میں کمتر آیا جایا کرتے تھے۔ رات دن اپنے مالک کے بھجن میں رہا کرتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرکشن جی کا انتخاب ضرور گورو تیغ بہادر ہی کے بابت تھا۔

گورو ہرگوبند صاحب کا ایک شاگرد جس کا مکھن شاہ نام تھا اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لے کر دہلی سے گورو گدی کے جانشین کی تلاش میں روانہ ہوا۔ بکالا میں اس کو بہت سے دعویدار ملے۔ سب نے لڑائی جھگڑا شروع کیا۔ یہہ غریب حیران ہو گیا۔ اس نے کہا "میں جب تک اصلی گورو

کو نہ دیکھ لوں گا۔ کسی کو بھی اپنی زکوۃ نہ دوں گا۔ اُس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو گورو ہرکشن جی کے آخری لفظ کیا تھے سب نے متفق ہوکر سُنا دیا۔ اُس نے کہا "معلوم ہوا۔ گورو ہرکشن جی کی مُراد تیغ بہادر جی سے ہے جو نہایت مزاج سلیم الطبع اور ایشور کے بھگت ہیں۔ اور وہ چونکہ وہ چھپے ہوئے رہتے ہیں وہی گورو ہوں گے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے خیال میں اس قدر مست ہو گیا۔ کہ گورو تیغ بہادر جی کے دولت خانہ پر چڑھ کر بہ آواز بلند کہنے لگا۔ "گورو لبدھا۔ گورو لبدھا" یعنی گورو مل گیا ہے۔ اس کے شور کو سُن کر سب لوگ اکٹھا ہو گئے اور اُس سوداگر نے اپنی زکوٰۃ کا سارا مال اُن کو نذر گزرانا۔

لوگوں نے سمجھا یہ واقعہ پرماتما کی طرف سے ہوا۔ اور معزز و ذی رسوخ شاگردوں نے مل کر بِیساکھ کی آٹھویں تاریخ سمت ۱۷۲۱ میں گورو تیغ بہادر کو تلک دے کر ناریل اور پیسے بھینٹ میں دیئے۔ اور گورو کی گدی پر بٹھایا۔ اس وقت سے پھر ان کو ہی گورو ماننے لگے۔ اور گورگھرانے کے جتنے شاگرد اِدھر اُدھر منتشر تھے آنے جانے لگے۔ اُس وقت ماتا نانکی جی نے بڑے پریم کے ساتھ رومال۔ موتیوں کی مالا اور دو ایک ہتھیار اُن کو نذر دیئے اور کہا "یہ گورو ہرگوبند کا عطیہ تمہارے

لئے تھا۔ میں نے اب تک اس کو امانتاً رکھ چھوڑا تھا۔ آج تمہارے حوالہ کرتی ہوں۔ گورو تیغ بہادر کے پرگٹ ہوتے ہی جو بناوٹی گورو تھے۔ خود بخود اپنی اپنی دکانداری کو سمیٹ لیا۔ ایک آدھ آدمی ان کے دشمن ہو گئے اور موقع پا کر گھر پر حملہ کیا اور تمام مال اسباب لوٹ لے گئے۔ گورو تیغ بہادر خاموش رہے۔ زبان تک کو جنبش نہیں دی ایک سوڈھی نے ایک مرتبہ ان کو بندوق کا بھی نشانہ بنا دیا۔ مگر خیر گذری چوٹ نہیں آئی۔ طرح طرح کے ظلم رقیبوں کے ہاتھ سے ان پر ہوئے۔ مگر یہ سب برداشت کرتے گئے۔ کبھی کو برا بھلا تک نہ کہا۔ جو کچھ بھینٹ وندر ملتی رہی لنگر میں خرچ ہوتی رہی۔ جب دھیرمل وغیرہ کی بدعنتیاں بہت بڑھ گئیں اور گورو صاحب کے شاگرد نہ دیکھ سکے تو پھر مجبور ہو کر ان لوگوں نے ان کی مرمت بھی خوب کر دی اور جیسا انہوں نے گورو جی کے ساتھ سلوک کیا تھا ان کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا گیا۔ یہ سب خوف کے مارے گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دھیرمل کرتارپور بھاگ گیا۔ اس واقعہ سے کچھ شانتی ہوئی۔ اس کے بعد گورو صاحب اپنے شاگردوں کو لے کر امرتسر میں چلے آئے یہاں اور تنگی کھلا۔ ہری مندر کے پوجاریوں نے مندر کے دروازہ بند کر

لیئے کہ کہیں اس پر قبضہ نہ کر بیٹھیں - گورو صاحب کو اس
کا خیال تک نہیں تھا - وہ صرف درشن کے لیئے آئے
تھے یہہ دروازہ کو پرنام کر کے امرت سر کے تالاب میں
سنان کیا - اور اکال بنگا میں جا کر ایک بیر کے درخت
کے تلے جا بیٹھے - وہ جگہ اب تھالا صاحب کے نام سے
مشہور ہے - یہاں سے روانہ ہو کر وہ ولاّ نامی گاؤں
میں چلے گئے - امرت سر میں گھر گھر میں یہہ خبر مشہور ہو گئی
کہ گورو صاحب ناراض ہو کر چلے گئے - اس خیال سے
امرت سر شہر کی ستریاں اس گاؤں میں جا کر معذرت کرنے
لگیں - گورو جی وہاں بابا کرشن کنور کے بلانے سے کیرتی
پور چلے گئے اور پھر اپدیش کا سلسلہ جاری کیا اور چونکہ
سوڈھی ہمیشہ برسر فساد رہتے تھے تیغ بہادر صاحب نے
مکھن شاہ سے رائے لے کر اسی میں بہتری سمجھی کہ
دیش دیش گھوم پھر کر پرچار کیا جائے - گورو صاحب
نے کس طرح پرچار کیا اور کہاں کہاں سفر کرتے رہے -
بہت طول طویل داستان ہے - صرف پنجاب ہی نہیں
بلکہ وہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں پرچار کے لیئے گئے

اسی عرصہ میں رام رائے نے بھی اپنے دل کا بخار
نکالنا شروع کیا جب دھیرمل سوڈھی کی شراکت سے کام
نہیں بنا اس نے اورنگ زیب کے پاس جا کر نندا کی - اور

اور اس طرح ان کو برباد کرنا چاہا۔ اس لئے بادشاہ سے کہا "تیغ بہادر سلطنت کے لئے سخت خوفناک ہے اس کو دربار میں بُلا کر اس طرح قابو میں کر لینا چاہیئے تاکہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے" بعض درباریوں نے بادشاہ سے کہا کہ تیغ بہادر امن پسند درویش ہے۔ اس کو چھیڑنا اچھا نہیں نہ یہاں بُلانے کی ضرورت ہے" ابھی بادشاہ نے کوئی حکم جاری نہیں کیا تھا کہ گورو تیغ بہادر کو اس کی خبر مل گئی۔ وہ راجہ جے سنگھ کے ساتھ جے پور چلے گئے۔ اور وہاں اُپدیش دیکر دندھیا چل بہار سے گذرتے ہوئے مرزاپور اور بنارس گئے۔ پٹنہ میں استریوں کو چھوڑ دیا۔ مہاراجہ جے پور کو ہمراہ لے کر جس کے ساتھ شاہی فوج بھی تھی بنگال اور آسام پہونچے۔ یہاں بھی بہت سے آدمی اُن کے معتقد ہو گئے۔ آسام کا راجہ خود گرو صاحب کا شاگرد بن گیا۔

جس وقت گورو صاحب سفر میں تھے اُن کی عدم موجودگی میں سمت ۱۷۲۳ میں گورو گوبند سنگھ جی پٹنہ میں پیدا ہوئے تھے۔ گورو صاحب وہاں سے پنجاب واپس آئے۔ مگر جب سُنا کہ رام رائے اُن کے برخلاف سازش کر رہا ہے اور شاہی حکم اُن کے بُلانے کے لئے نافذ ہونے والا ہے۔ وہ دریائے ستلج کے متصل ٹھہر گئے۔ اور

کھمو دیوی سے پانچ سو روپیہ لیکر وہاں ہی اپنے قیام کی جگہ تعمیر کرانے کی فکر کی - یہہ گاؤں مکھو وال کہلاتا تھا - اب اس کا نام آنند پور ہے ٭

باب دوسرا

اورنگ زیب کے ظلم سے ہر ملک کے ہندو سخت پریشان ہو رہے تھے - سب کا ناکوں میں دم آگیا تھا - اسلام کی تلوار اس طرح چمکتی تھی کہ گویا قیامت کا دن آگیا ہے - ہندو دھرم پر بلدان ہونے کے لئے تیار تھے - دھرم سے پیاری کیا چیز ہو سکتی تھی - مگر اورنگ زیب بڑا چالاک تھا - وہ چوٹی کاٹ کر جنیؤ اتروا کر سختی کے ساتھ ہندوؤں کو مسلمان بناتا تھا - جس کے خیال سے ہی کلیجہ کانپ اٹھتا ہے - ہندوؤں کے لئے اس وقت موت زندگی سے کہیں پیاری تھی ٭

گورو تیغ بہادر کو بادشاہ کے ظلم کی خبریں دم بدم پہونچتی رہتی تھیں وہ جانتے تھے ایک دن یہہ آفت ہم پر بھی آویگی - کیونکہ نہ صرف ان کے وقت میں گورو گھرانہ اپنی عظمت پر پہونچ گیا تھا - بلکہ یہہ خود بادشاہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے -

اس لئے آنیوالے وقت کا خیال کر کے انہوں نے اپنے بیٹے گورو گوبند سنگھ کی شادی میں جلدی کر دی ۔

شادی کا ذکر چھڑا ہوا تھا کہ کشمیر دیس سے بھاگے ہوئے سیکڑوں براہمن دریائے ستلج کے کنارے گورو صاحب کے قدموں میں فریادی ہوئے "کرپا ساگر! گوئ۔ براہمن پر سخت ظلم ہو رہا ہے پہلے ایسی آفت کبھی نہیں آئی تھی" کوئی رو رو کر کہتا تھا۔ "میرے بھائی کو زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ میں خوف کے مارے دیس چھوڑ کر بھاگ آیا۔ دوسرا کہتا تھا میرا بیٹا مسلمان کر لیا گیا میں دھرم کے لئے یہاں چلا آیا۔ تیسرا باپ کی خستہ حالی کی شکایت سناتا تھا۔ غرضیکہ جتنے آدمی تھے۔ سبنے اپنی اپنی مصیبت کی عجیب کہانیاں سنائیں۔ چاروں طرف سے رونے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ گورو صاحب اس نظارہ کو دیکھ کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر اپنی زبان سے کہنے لگے "جو کچھ ہوتا ہے وہ ایشور کی اچھیا سے ہوتا ہے لیکن براہمن دیوتا دیا کا کرو وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" براہمنوں نے ہاتھ باندھ کر بڑی بجاجت وانکساری سے کہا "دین بندھو! آپ دھرم کے رکشک ہو۔ شاستر کہتے ہیں دھرم کی ہانی کے سمے مہاتما پرگٹ ہوکر پرتھوی کا بوجھ اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ بہ بڑے سنکٹ کا سمے ہے آپ گورو اور دھرم کے رکشک ہیں۔ آپ

ہی دھرم کو بچائیے۔ ہم سب آپ کی شرن آئے ہیں جو اُچت ہو وہ کیجیے۔ تراہ مان۔ تراہ مان! تراہ مان!" ان برہمنوں کی بات سُن کر گورو صاحب کا دل بھر آیا۔ فرمانے لگے۔

"میں عہد کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو مدد دوں گا آپ کے کھانے پینے کا انتظام بھی میں اپنے ذمہ رکھوں گا۔ میرا جسم چاہے رہے یا جائے جو کچھ مجھ سے بن سکیگا اس میں ذرہ بھی دریغ نہ کیا جائے گا۔ تاہم آپ لوگوں کو ایشور پر پورا وشواس اور یقین رکھنا چاہیے۔" برہمنوں نے اس بات کو سُن کر اطمینان ظاہر کیا دوبارہ کہنے لگے۔ "مہاراج! بادشاہ روز سوا من جنیئو اُتار کر تب کھانا کھاتا ہے۔ جتنے پُرشوں کے جنیئو اُتارے جاتے ہیں سب مسلمان ہی بنائے جاتے ہیں۔ ایشور پر ہم سب کا وشواس ہے۔ پر اس انیائے اور اتیاچار کو دیکھ کر جی ڈرتا ہے کہ ہندو دھرم کی تھوڑے دنوں میں کیا دشا ہو جائے گی۔ کب تک سادھو۔ براہمن گئوئیں اس پرکار مرتی رہیں گی۔ کب تک پوتر آریہ دھرم پاپیوں کے تلے روندا جائیگا۔ مہاتمن! اس سمے آپ کے سوا کوئی اس دھرم کا رکشک نہیں ہے آپ ہی رکشا کیجیے۔ تراہ مان۔ تراہ مان۔ تراہ مان"

گورو جی نے سمجھا دھرم پر بلیدان کا سمے آ گیا۔ جب کوئی بڑا پرتشٹھا والا دھرماتما مریگا۔ تب کہیں جوش پیدا ہوگا۔ ــــ

وہ ظلم کی جڑ کو کاٹ دیگا - آپ نے فرمایا "دیکھو - جب کسی پر آفت آتی ہے تو اُس کو قربانی کرنی پڑتی ہے - یہہ قدرت کا قانون ہے تم کو بھی قربانی کرنی ہوگی - جو چیز ہون میں ڈالی جاتی ہے وہ کثرت سے پیدا ہوتی ہے - اسی طرح قربانی کرنے سے ہمارا بیڑا پار ہو سکیگا - اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں ہے جو چیز تمہارے پاس سب سے زیادہ پیاری ہے وہ قربان کردو تاکہ ظلم کا زور کم ہو جائے"

براہمن چُپ رہے کچھ نہیں بولے مگر گوبند سنگھ باپ کے پاس بیٹھے تھے ان کی عمر اس وقت سولہ برس کی تھی - یہہ حد درجہ کے دور اندیش اور باریک بین تھے - اس مزاج کے آدمی سچ مچ دنیا میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں - وہ یکبارگی اُٹھ کھڑے ہوئے براہمنوں کی باتوں سے دل میں جوش پیدا ہو آیا تھا - گورو تیغ بہادر سے مخاطب ہو کر بولے "دیا ساگر! سوائے آپ کے ہماری جماعت سے اور کوئی چیز پیاری نہیں ہے"

یہہ لفظ خواہ جلدی اُس مہاتما کی زبان سے نکل گئے تھے - خواہ اُس بزرگ نے باپ کی قربانی میں قوم کی دھرم کی اور ملک کی نجات سمجھی تھی ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم اس پر حاشیہ چڑھائیں - ہمارے اختیار سے یہہ بات باہر ہے - پرماتما کی مرضی! لڑکے کی بات کو سُن کر سب دنگ ہو گئے - چُپ

چاپ ہو گئے۔ سب تصویر حیرت بن کر گورو کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کو خود تعجب تھا۔ تھوڑی دیر سکوت کی حالت میں بیٹھے۔ پھر اپنے دلی جذبات کا بیٹے کی بیساختہ پیشین گوئی کی باتوں سے مقابلہ کیا۔ اصلیت یہہ تھی۔ خیال گوروجی کے دل سے نکل کر گورو گوبند سنگھ صاحب کے دل میں منتقل ہو آیا تھا۔ جو ادھر وہاں اُٹھی یہاں آکر ٹکرائی۔

براہمنوں سے مخاطب ہو کر بولے "دیوتا اکرتار کے بھگتو! آپ لوگ دہلی جاؤ۔ بادشاہ سے کہو۔ ہم کو کیوں ناحق ستایا جاتا ہے۔ کیوں مسلمان بنانے کے لئے ظلم روا رکھا جاتا ہے۔ گورو تیغ بہادر۔ دھرم کی گدی پر براجمان ہیں ان کو مسلمان بنا لیجئے ہم خود بخود مسلمان ہو جائیں گے اور سارا دیش جو اُن کا سنگا گردہے۔ بہ آسانی مسلمانی مذہب میں آجائیگا"۔

براہمنوں نے یہہ نہیں سوچا کہ گورو صاحب اپنے آپ کو دھرم کی ویدی پر ذبح کرانے کی رائے بتاتے ہیں سب نے رضامندی ظاہر کی یہہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہونچائی گئی۔ ایک تو اسطرح کہتی ہے براہمن خود دہلی پہونچے۔ بادشاہ کے پاس جاکر فریادی ہوئے دوسرے نوشتہ جات کہتے ہیں کسی اور ذریعہ سے بادشاہ کے دل میں یہہ خیال پیدا کیا گیا۔ اس نے گورو تیغ بہادر

کو دہلی ہیں بلا بھیجا۔ گورو صاحب جانتے تھے سنسار سے کوچ کرنے کا وقت آگیا ہے اس لئے گورو گوبند سنگھ کو تمام باتیں سمجھا کر اساڑھ کی تیرھویں تاریخ سمت ۱۷۳۱ میں چند خاص شاگردوں کو ساتھ لے کر انندپور سے دہلی روانہ ہوئے۔ راہ میں بڑی ثابت قدمی سے اُپدیش سناتے گئے۔ یہاں پہونچ کر اور سب کو رخصت کر دیا۔ صرف پانچ چیلے ساتھ رکھ لئے۔ باقی اور کئی آدمیوں کو بھیس بدل کر رہنے کی اجازت دی اور کہا "جو کچھ ہو گوبند سنگھ کو خبر پہونچاتے رہنا" جو لوگ ساتھ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ بھائی گوردتا۔ بھائی امیدا۔ بھائی اودا بھائی چینا۔ بھائی دیالا۔ بادشاہ کے حکم سے شاہی اہلکاروں نے ان کو معہ گورو تیغ بہادر اور دیوان منی رام کے اس جگہ نظر بند کر لیا جہاں اب موجودہ گوردوارہ ہے۔

دوسرے دن گورو صاحب دربار میں پیش ہوئے۔ اورنگ زیب نے پہلے بڑی مدارات کی۔ پھر نرمی سے درخواست کیا کہ آپ دین اسلام قبول کر لیں۔ تمام مسلمان آپ کے پیرو ہو جائیں گے۔ ساری سلطنت میں آپ کی تعظیم کی جاوے گی اور ہر طرح کی آسایش کا سامان مہیا کیا جائیگا۔" مگر وہ شخص جو دنیا کے حالات کو سمجھتا تھا۔ دھرم کی سختیوں کے برداشت کرنے کا نتیجہ جانتا تھا۔ جو

خود اپنے آپ کو دوسرے کی بھلائی دوسروں کی بہتری اور دوسروں کی زندگی کے واسطے موت کے منہ میں جانے کا ارادہ کر آیا تھا۔ کس طرح اس بات کو قبول کر سکتا تھا۔ آپ نے جواب دیا "سار اسنسار ایک دن ناشمان ہونے والا ہے۔ پیدا ہوئے پُرش کو کوئی موت سے بچا نہیں سکتا۔ چاہے آج ہو یا کل اس کو تو جاتا ہے دُنیا اسی طرح بنائی گئی ہے۔ اِس دُنیا کے لئے دھرم کو ہاتھ سے دینا کبھی مناسب کام نہیں ہے۔ ہم کو کسی حالت میں اسلام قبول نہیں ہے نہ آپ کو کبھی ایسی امید رکھنی چاہیئے۔ دین کو دیکر دُنیا مول لینا مکار اور ادھرمی آدمیوں کا کام ہے۔ نانک کے بنس میں کبھی ایسی مثال نہیں دیکھی گئی"۔

بادشاہ کا چہرہ غصہ سے تلملا گیا۔ کہنے لگے "یا تو مسلمان بنو یا کرامات دکھاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے" اور اس معاملہ کے سوچنے کے لئے اُن کو مہلت دی گئی۔

گورو تیغ بہادر قید خانہ میں بھیجے گئے۔ اُن کو اسلام قبول کرنے کے لئے دھمکیاں دی گئیں۔ تکلیف میں ڈالا گیا سخت سست کہا گیا۔ مگر نہ تو اُنکو دل میں ذرہ بھی خوف کی حالت طاری ہوئی نہ جھجکے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پرماتما کی گود میں سچے پتر کی طرح بیٹھے ہوئے شانتی کا آنند

لے رہے ہیں - رات دن ایشور کے سمرن سے کام تھا - گوروؤں کی بانی کا اکثر پاٹھ کرتے رہتے تھے - اور اس موقع پر جو شبد اُن کی زبان سے نکلے تھے اور جو قید خانہ کی دیواروں پر لکھے ہیں عجیب طرح پر موثر ہیں -

۱- چنتا تا کی کیجیئے - جو ان ہونی ہوئے -
یہہ مارگ سنسار کو - نانک تھر نہیں کوئے

۲- جو اُپجے سو بنسہے - آج مرو کہ کال -
نانک ہرگن گائیے - چھوڑ سکل جنجال -

۳- چت چرن کا آسرا چت چرن کنول سنگ جوڑیئے
من لوچے بُرایاں سشبدیں ایہہ ہوڑیئے
بانہہ جنہاں دی پکڑیئے - سر دیجے - بانہہ نہ چھوڑیئے
گور تیغ بہادر بولیا - دھر پیئے - دھرم نہ چھوڑیئے

بادشاہ کو خیال تھا یہہ ڈر کے مارے اسلام قبول کر لینگے - مگر جب اُس کو گورو صاحب کی ثابت قدمی کا حال سنایا گیا اُس کو تعجب ہوا - وہ جانتا تھا - تمام لوگ اُس کی طرح دنیا پرست ہیں - اُس نے پھر اُن کو اسلام کے قبول کرنے کی تاکید کی - مگر یہاں جواب پہلے سے ہی موجود تھا -

جان جائے تو جائے دھرم نہیں تجنا "

بادشاہ کو اس استقلال پر بڑی حیرت ہوئی قاضیوں نے رائے دی " فوراً قتل کرا دیجئے - ورنہ اسلام کی بدنامی

ہوگی۔ جس دن سے یہہ قید ہوئے ہیں۔ دین اسلام کی اشاعت رُک گئی ہے سب کی نگاہ اِن کی طرف ہے اِن کے استقلال نے خاص قسم کا اثر پیدا کر دیا ہے۔ اگر قید رکھیگا تب بھی وہ تکلیف محسوس نہیں کرتے" بہتری اسی میں ہے کہ جلد اُن کو قتل کر ڈالا جائے" بادشاہ نے منظور کر لیا۔ جس وقت قتل کی خبر پہونچی۔ گورو صاحب کے چہرہ پر خاص قسم کا جلال پیدا ہو گیا۔ حوالات کے داروغہ پر ہیبت طاری ہوئی وہ آنکھوں سے آنسو بہانے لگا۔ گورو جی نے خبر کے سنتے ہی بھائی گوردتا کے ہاتھ ایک ناریل اور پانچ پیسے آنندپور میں بھیجے اور گورو گوبند سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کیا*

محبس کا داروغہ منت و سماجت کرنے لگا۔ گورو صاحب نے اُس کی تسلی کی۔ آپ فرمانے لگے "تو شاہی نوکر ہے۔ اسی کا نمک کھاتا ہے کہ اپنے مالک کا حکم بجا لائے۔ میں تیری بھگتی سے خوش ہوں کچھ مضایقہ نہیں۔ ہاں اتنا البتہ کہتا ہوں کہ جس وقت میں سجدہ میں جاؤں اور استغراق کی حالت ہو اُسی وقت میرے سر کاٹنے کا حکم دے دیا جائے"*

قید خانہ میں ایک برگد کا درخت تھا جس کے تنہ سے لگ کر گورو صاحب بیٹھا کرتے تھے اور وہاں ہی ایشور کا بھجن

کیا کرتے تھے۔ جب وہ ہمہ تن یاد الٰہی میں محو تھے جلاد پہونچا۔ تلوار کی زد سے مبارک سر کو مبارک تن سے الگ کردیا۔ گورو تیغ بہادر کا سر نہیں کاٹا گیا بلکہ اسلام اور اسلامی سلطنت کی جڑ کاٹی گئی۔ آسمان نے اس بے انصافی ظلم اور تشدد کے واقعہ کو دیکھا۔ زمین نے چھاتی پر صبر کا پتھر رکھ لیا گورو کے ساتھ ان کا پیارا شاگرد منشی رام دیوان بھی قتل کیا گیا ٭

گورو صاحب کی موت سے جس طرح ہندؤں کا دل ڈہل گیا۔ جس طرح سارے ملک میں ہلچل مچ گئی۔ اُس کے اظہار کے لئے گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہہ دوہا کافی ہے

گورو تیغ بہادر کے چلت بھیو جگت میں شوک۔
ہائے ہائے سب جگ کرے۔ جے جے جے پر لوک

تیسرا باب

گورو تیغ بہادر کو اس بے رحمی کے ساتھ شہادت کا جام پلایا گیا۔ ظالم و مکار بادشاہ نے سُنا کہ گورو صاحب اُس کے بیجا اور ناحق ظلم کے شکار ہوئے۔ اُس سنگدل کو ذرہ بھی تو ترس نہیں آیا۔ دغاباز۔ حد درجہ کا مکار۔ جس نے اپنے نیک دل باپ

کو اندھا بنا کر قید کیا - اچھی طرح کھانا تک نہیں دیتا تھا - جس نے اپنے تین بھائیوں کو بیرحمی اور دھوکے سے مار دیا - جس نے بھائیوں کی اولاد تک کو چن چن کر ذبح کیا - وہ بھلا ایک غیر شخص کے قتل کو کیا سمجھتا تھا - اورنگ زیب اس قسم کا آدمی تھا جس نے اسلام کو صرف اپنی غرض کی تکمیل کا ذریعہ بنایا تھا - ورنہ اس کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہے - یہہ کسی مسلمان کا بھی خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو - اعتبار نہیں کرتا تھا *

ہندوؤں نے گورو کی لاش طلب کی تاکہ اس کا مرتک سنسکار کرایا جائے مگر اس ظالم نے اس مناسب درخواست کو بھی منظور نہیں کیا اور جس طرح جسم کو زخمی کر کے اس پر نمک چھڑک کر زیادہ ایذا دی جاتی ہے اُسی طرح اس نے معصوم ہندؤں کو جواب دیا "ہندؤں کے دھرم میں جلانا اچھا سمجھا جاتا ہے - اسلام میں دفن کرنا ثواب ہے - مقتول خدا اور بادشاہ دونوں سے باغی تھا اس لئے اس کی لاش یوں ہی سڑا کرے گی تاکہ اوروں کو دیکھ کر عبرت ہو" اُس نے لاش تک کے جلانے کی اجازت نہیں دی -

لیکن جس دن بادشاہ نے یہہ فیصلہ سُنایا اُس دن دہلی سے دس کوس کے فاصلہ پر ایک اور ہی قسم کی پنچایت ہو رہی تھی - گوبند سنگھ جی گورو بن گئے تھے اور محبت پدری

کے خیال سے وہ دہلی کے قریب چلے آئے تھے تاکہ فرزند اور مصلحت شناس وقت
کے موافق کام کر سکیں۔ دہلی پہنچ کر باپ کے قید ہونے
کی جانکاہ خبر سنی۔ دوسرے دن معلوم ہوا اُن کو
بیرحموں نے شہید کر دیا۔ پھر بعد کو کہنے والے نے یہہ اطلاع
دی کہ لاش کے مقتل سے باہر نکالنے کی ممانعت کی گئی
ہے۔ گورو گوبند سنگھ آہنی استقلال ساتھ لے کر آئے تھے۔
دل کو ضبط کیا۔ سکھوں سے کہا "گورو صاحب کی لاش
کو تُرکوں کے ہاتھ سے بچا لانا چاہیئے" اِس رائے کو سن
کر شاگردوں میں سناٹا چھا گیا۔ اُن کو کسی کا خوف نہیں
تھا۔ کیونکہ سکھ اپنے سر تک کو گورو کے چرنوں پر ہر وقت ارپن
کرنے کو تیار رہتے تھے۔ فکر اس بات کی تھی کہ اس بے سرو سامانی
کے ساتھ کس طرح لاش کے لانے کا انتظام کیا جائے۔

اورنگ زیب اس وقت دنیا کے تمام بادشاہوں میں
زیادہ طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ دہلی اپنے عروج کی حالت پر تھی۔ تمام
ملک میں اورنگ زیب کا نام سُن کر لوگ کانپ اُٹھتے تھے۔
پہرہ چوکی کا انتظام اس خوبی کے ساتھ تھا کہ پرندہ پر
نہیں مار سکتا تھا۔ سکھوں کو صرف اس بات کی فکر تھی۔
اسی خیال سے وہ خاموش تھے۔ کیونکہ اُن کے اپنے گنے
آدمی دہلی پر کس طرح دھاوا کر سکتے تھے۔
گوبند سنگھ جی خود سوچ میں تھے۔ آخر جب کوئی نہ بولا۔

ایک رنگر ہٹہ سکھ جس کی عمر ساٹھ ستر برس سے کم نہیں تھی۔ بال سفید ہو گئے تھے۔ اپنے نوجوان لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر مجمع میں اُٹھ کھڑا ہوا اور گورو صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "کرپا ساگر! یہہ کام میرے سپرد کیجیے۔ ہم باپ بیٹے گورو صاحب کی آخری خدمت کو انجام دیں گے۔ ہم قوم کے رذیل ہیں سکھوں میں ہم کو گوروں نے داخل کرنے کی عزت بخشی ہے۔ اِس خدمت کا فخر ہم کو بخشا جائے۔ پرماتما ہماری ہی مدد کریں گے"۔

گورو گوبند سنگھ نے سر سے پاؤں تک دونوں کو دیکھا بولے۔ "جاؤ کرتار تمہاری مدد کریگا" اور اُنھوں نے گوبند سنگھ جی کا شکریہ ادا کر کے اپنی خوش قسمتی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے دہلی کو چلے۔

یہہ گورو بھگتی۔ یہہ سیوا۔ یہہ پوتر بھاؤ۔ سوائے نانک کے بنش کے اور کہاں ملیگا!

رنگر ہٹے نادان اور جاہل تھے اُن کو خیال تک نہیں تھا کہ لاش کے حاصل کرنے میں کیسی دقتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ اور کس طرح وہ چوکی پہرہ کے انتظام پر غالب آسکیں گے۔ دل میں اس مشکل خدمت انجام دینے کا شوق سچائی کے ساتھ موجزن تھا اور جہاں سچائی رہتی ہے۔ قدرت مجبور ہو کر

کامیابی کی کنجی سپرد کر دیتی ہے ؎

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست

پرماتما کی کرپا! ابھی پانچ کوس سے زیادہ نہ گئے ہونگے کہ ایک رتھ والا ملا۔ وہ بھی سکھ تھا۔ گوروؤں کا سیوک تھا۔ اِس سادہ لوح جوڑے نے اُس سے اپنے کام میں مدد کی درخواست کی۔ اس نے جواب دیا میں دہلی کے ایک رئیس کا رتھ بان ہوں شہر کے تمام گلی کوچوں سے واقف ہوں۔ جس جگہ گورو صاحب مارے گئے ہیں وہ جگہ بھی جانتا ہوں اور تم کو وہاں پہونچا دوں گا اور یہ رتھ جب تک ضرورت ہو تمہارے کام کے لئے حاضر ہے"

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں! بوڑھا دل میں بہت خوش ہوا۔ کرتار نے مدد کی! سمجھا یہ مدد غیب کی طرف سے ملی ہے رتھ والے نے کہا " لاش کا باہر نکال لانا ہی ذرہ مشکل ہے جہاں باہر آگئی۔ پھر تو ہم کو کوئی نہ پا سکیگا۔ اور ہمارا کام ہو جائیگا"

تینوں نے مل کر مشورہ کیا۔ پھر یہ صلاح ہوئی کہ رتھ والا تو ایک جگہ ٹھہر کر اُن کا انتظار کرے اور دونوں رنگریٹے مل کر لاش اُٹھا لاویں اور جھٹ پٹ رتھ میں رکھ کر رتھ کے مالک کے آدمیوں کی نگاہ بچاتے ہوئے دہلی سے باہر نکل چلیں۔ پھر تو ایسی راہ اختیار کریں گے جہاں کسی کا گذر نہ

ہو گا۔"

شام کے وقت سورج ڈوبنے سے پہلے یہہ دہلی پہنچ گئے - دہلی مغلوں کی راجدھانی تھی - وہاتی رنگر ہٹوں نے پہلے کبھی دارالسلطنت کو نہیں دیکھا تھا - مگر یہہ اپنے خیال میں اتنے مست تھے کہ اس کی نفاست اور کاریگری کیطرف توجہ تک نہیں کی - دل میں کوئی اور ہی خیال سمایا ہوا تھا - رتنہ دان کی زیر ہدایت وہ اُس مکان کے قریب پہونچے جہاں گورو تیغ بہادر کی لاش دھری ہوئی تھی - مکان کو چاروں طرف سے دیکھا رتنہ والے نے وہ کوٹھڑی بھی باہر سے بتادی جس میں لاش تھی - اس قدر کہہ کر وہ اُس جگہ چلا گیا - جو اُس کی انتظار کے لئے مخصوص کی گئی تھی اور یہہ ایک درخت کے تلے بیٹھ کر دل ہی دل میں سوچنے لگے

شام ہوئی سورج غروب ہو گیا - تاریکی نے ہاتھ پاؤں پھیلایا - چاندکی روشنی خوفناک نظر آتی تھی مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی غائب ہو گئی ہر طرف تاریکی چھا گئی - چوکیدار دروازہ بند کر کے سو رہے - وہ کیا جانتے تھے لاش چورا لی جائے گی - بیچارے نیند میں چور ہو گئے - نوجوان لڑکا پیچھے کی طرف سے دیوار پر چڑھا - پھر زینہ سے اُتر کر پھاٹک کھول دیا - باپ بھی اندر داخل ہو گیا - دونوں کے کمرے میں خنجر لٹک رہے تھے - تاکہ حملہ کے وقت حفاظت خود اختیاری

کے کام میں ڈدے سکیں وہ دبے پاؤں چپ چاپ اُس کوٹھڑی
میں گئے جہاں مقتول گورو کی لاش تھی۔ بڈھے کے دل
پر ایک خاص حالت طاری ہوئی۔ "اے آسمان! تو گواہ رہنا
گورو اور گورو کے گروہ پر یہہ ناحق ظلم ہوا ہے۔ زمین
تو کس طرح صبر کر سکی۔ پرماتما! تیرے دیکھتے ہوئے یہہ
نامناسب کارروائی کیسی ہوئی" بتی جلائی گئی۔ سر الگ
اور دھڑ الگ تھا۔ لاش خون سے لت پت تھی۔ دونوں
کا دل بھر آیا۔ سر کو دھڑ سے ملا دیا گیا۔ دونوں نے لاش
کو ڈنڈوت کیا" کرپا ساگر! تم کیسے چل بسے تمہارے
سیوک تڑپ رہے ہیں۔ تم اُس کے پتر ہو جس کے حکم میں
آسمان اور زمین چلتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی! کہ اب آپ
کا درشن نصیب نہ ہوگا۔ نہ امرت بچن سُنیں گے"

بوڑھا اپنے خیال میں مست تھا۔ لڑکے نے کہا
پتا جی! وقت کم ہے۔ اگر صبح کا تڑکا نمودار ہو گیا تو پھر کام
میں وگھن پڑیگا۔ بڈھے نے کہا "سچ ہے۔ اب جلدی کرنا
چاہیئے لیکن ایک بات اور ہے۔ صبح کے وقت اگر لاش
غائب رہی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ کوئی لے گیا ہے تو پیچھا
کیا جائیگا اور کام میں ناکامیابی ہو گی" دونوں پھر تھوڑی
دیر کے لئے سوچنے لگے۔ نوجوان جس میں گورو بھگتی کا
جوش تازہ تھا بولا "بہتر یہہ ہے کہ میری لاش یہاں ڈھیر

ہو۔ اور آپ گورو کو اٹھا لیجائیں۔ میرے سر کو آپ ابھی تن سے جدا کر دیں تاکہ صبح میری لاش کو دیکھ کر چوکیدار دھوکے میں رہیں اور تعاقب نہ ہو۔" بات سچی تھی۔ بوڑھے نے جانا مصلحت وقت یہی ہے مگر کیسے ممکن تھا کہ باپ بیٹے کے سر کو کاٹے کہنے لگا "میں دنیا دیکھ چکا ہوں۔ بہت کچھ سکھ دکھ بھوگ لیا ہے تو ابھی نوجوان ہے میرے جسم کو کاٹ کر یہاں ڈال دے اور تو گورو کی لاش لیکر چلا جا۔" اس رد و کد میں زیادہ وقت گذر گیا۔ دونوں گورو پر نثار ہونے کے لئے تیار تھے۔ کوئی کسی کا نہیں مانتا تھا۔ آخر بڈھے نے نوجوان کا ہاتھ پکڑا "بیٹا! سُن! یہ گورو کا کام ہے دنیا کا یا گھر کا کام نہیں۔ ہم یہاں کسی خاص غرض کے لئے آئے ہیں۔ کام کرنا ہمارا مدعا ہے۔ بات وہ کرنی چاہئے جو مناسب وقت ہو۔ دیکھ میں بوڑھا ہوں۔ شاید گورو کی لاش آسانی سے اٹھا کر نہ لیجا سکوں۔ تو جوان ہے یہ کام خوبی سے کریگا۔ اس کے سوا گورو بھی بوڑھے ہیں۔ میری اور ان کی عمر میں اور جسم میں مشابہت ہے چوکیداروں کو دھوکا ہوگا۔ اور وہ پیچھا بھی نہ کرینگے!"

بڈھے کی بات سچی تھی۔ لڑکے نے سوچا یہ سچ کہہ رہا ہے مگر وہ باپ کے سر کو اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹ سکتا تھا۔ بڈھے نے اس کے دل کی بات بھانپ لی آشیرباد دیا۔ کہا "جا۔ گورو گوبند سنگھ سے میری پرارتھنا کرنا۔ اور سنگت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر میری طرف سے معذرت کر دینا۔" یہ کہہ کر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور گلا کاٹ گیا۔ یہ کہ کر

سے خنجر نکال کر اپنے سر کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا - لاش تھوڑی دیر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی - سر کی صدا نے تو چوکیداروں کو ضرور جگا دیا ہو گا - مگر ضعیف الاعتقاد آدمی بھوت اور بھوتنی پہ وشواس رکھنے والے اپنی جگہ سے نہیں ٹلے -

نوجوان رنگریٹہ نے گورو کی لاش کو کپڑے میں باندھ لیا - اس کی جگہ باپ کی لاش احتیاط کے ساتھ رکھ دیا - اور بوجھ کو کندھے پر اٹھا کر باپ کے پاؤں کو بوسہ دیکر دروازہ کی راہ سے ہو کر باہر چلا آیا - رتھ بان انتظار میں کھڑا تھا - لاش کو جھٹ پٹ رتھ میں رکھا اور دونوں وہاں سے نکل کر شہر کے باہر آئے اور بھاگتے بھاگتے ہوئے اس جگہ پہونچے جہاں گورو گوبند سنگھ جی اپنی منڈلی کے موجود تھے - وہاں سے یہ لاش انند پور پہونچائی گئی اور وہاں ہی مرتک سنسکار کا رسم ادا کیا گیا - اور اس طرح ایک پاک زندگی کا خاتمہ ہوا +

کس طور پہ مظلوم کا سر تن سے اتارا
گرو تیغ بہادر جی کو کس طرح سے مارا

دسویں بادشاہی

گورو گوبند سنگھ صاحب

باب پہلا

گورو گوبند سنگھ جی سمت ۱۷۲۳ بکرمی میں پٹنہ میں ماتا گوجری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائے عمر ہی سے ان میں وہ تمام اوصاف نمایاں صورت میں نمودار ہو گئے تھے جو ایک شہزور اولوالعزم اور جانباز سپاہی کے لئے ضروری ہیں۔ جیوں جیوں ان کی عمر بڑھتی گئی۔ یہ خوبیاں بتدریج عجیب و غریب طور پر نشو و نما پاتی گئیں۔

گورو گوبند سنگھ صاحب بچپن کے کھیل کود میں بھی اپنے ساتھیوں کے گروہ کو فوج کی شکل میں ترتیب دیکر لڑتے تھے کبھی سیر و شکار کی تفریح کی نقل میں ہاتھ میں تیر کمان اور غلیل لیکر کھیلتے تھے۔ ان کی طبیعت میں قدرتی امنگ کا خاصہ تھا۔ برسات کے دنوں میں جب پانی بہہ نکلتا تھا۔ یہ کاغذ کی کشتیاں بنا کر ان کو بہایا کرتے تھے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو دہقانوں کی طرح بانس اور لکڑیوں کے بیڑے بنا کر سہولیت کے ساتھ کھیتے ہوئے چلے

چھوٹے تالاب وندی نالوں سے گذرنے کی تدبیر نکالتے تھے اپنے
قوت بازو پر بھروسہ رکھنے کی عادت ساتھ لائے تھے۔ خودداری
میں کمال تھا۔ کھیل کود میں بھی آپ بادشاہ اور افسر ہی بنا کرتے
تھے اور ساتھیوں سے امید رکھتے تھے۔ کہ وہ ان کے حکم کی سختی
کے ساتھ پابندی کریں۔ گوبند سنگھ جی کی نسبت بچپن میں یہ
شکایتیں عام تھیں کہ وہ اپنی گُلیل کی گولیوں سے پانی بھرنیوالی
عورتوں کے گھڑے توڑ دیا کرتے تھے جس کے لئے ان کو اپنی دادی
نانی ماتا کی زبان سے سخت اور سُست سننا پڑتا تھا۔ بیخوفی کا یہ
حال تھا کہ ایک مرتبہ پٹنہ کا صوبہ دار ان کے مکان کی طرف سے
ہو کر گذرا۔ چوبدار نے لڑکوں سے کہا۔ نواب صاحب کو سلام کرو
مگر یہ کھل کھلا کر ہنسے اور نواب کو مُنہ چڑھا کر مکان کی طرف بھاگ
گئے۔ اس قسم کی بیخوفی اور چنچل پن کے واقعات بہ کثرت ہیں جن
سے آیندہ ان کی زندگی کے شاندار ہونے کا پتہ لگ سکتا تھا۔

زندگی کا ابتدائی حصہ پٹنہ میں صرف ہوا تھا۔ جب گورو
تیغ بہادر صاحب آسام سے واپس آئے۔ ان کے ساتھ یہ بھی انندپور
کو چلے آئے اور یہاں ہی ان کی کچھ برائے نام تعلیم اور تربیت ہوئی۔

تاہم وہ فارسی زبان کی ہندی تواریخوں اور رامائن و مہابھارت
کے تمام کارناموں کو بخوبی جانتے تھے۔ اس قسم کے [illegible] مات۔ ان
کے باپ کی حالت اور موت اور خود ان کی زندگی کے غیر معمولی صعوبت
اور مصیبتوں سے ان کو اس طرح کی قیمتی تعلیم ملی جس کا نتیجہ سکھوں کے

آیندہ عروج پنجاب میں مسلمانوں کے زوال اور نانک صاحب کے خیالات کی اشاعت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔
گوبند سنگھ کی کئی شادیاں ہوئیں۔

پہلی شادی سمت ۱۷۳۰ میں سات برس کی عمر میں گورو تیغ بہادر جی کے عین حیات میں مائی جیتو جی سے ہوئی تھی۔ دوسرے دو بیبیوں میں سے ایک کا نام سندری اور دوسری کا صاحب دیوی کا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے صاحب دیوی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سندری جی کے پیٹ سے ایک لڑکا اجیت سنگھ نامی سمت ۱۷۴۴ پیدا ہوا۔ تین لڑکے جوجھار سنگھ زور آور سنگھ اور فتح سنگھ جیتو جی کے بطن سے یکے بعد دیگرے۔ سمت ۱۷۴۷ سمت ۱۷۵۳ اور سمت ۱۷۵۵ میں پیدا ہوئے۔ ان سب میں بھی اپنے باپ کی اولوالعزمی موجود تھی۔

باب دوسرا

جس وقت گورو تیغ بہادر جی مارے گئے۔ گورو گوبند سنگھ کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی۔ یہ ان کے ابھی کھیلنے کودنے کے دن تھے۔ اس عمر میں دودھ کے دانت بھی بمشکل ٹوٹتے ہیں۔ مگر باپ کی بے نظیر قربانی۔ دہرم بھاو کے خیال اور اس زمانہ کے

ہندوؤں کی خستہ حالی نے گوبند سنگھ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ نہ صرف ظالموں سے باپ کے خون کا بدلہ لیا جاوے بلکہ ظلم و ستم کی دیوار کو ہمیشہ کے لئے منہدم کر دیا جائے۔ وہ جانتے تھے مسلمانوں کی طاقت عروج پر ہے۔ اور ہندو ہر پہلو سے گرے ہوئے ہیں نہ ان میں مردانگی نہ دلیری ہے۔ نہ دھرم کا خیال ہے نہ انسانیت ہے۔ صدہا برسوں کی غلامی نے ان کو بدتر از حیوان بنا رکھا ہے اس لئے وہ اس بات سے ناواقف نہیں تھے۔ کہ اس مشکل کام کے لئے ان کو ہندوؤں سے بالکل مدد کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ تاہم اور کسی سمت سے بھی امید کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مزاج میں اس قدر عجلت نہیں تھی وہ کچھ دنوں سوچتے رہے اور اپنے خیال کو روز بروز مضبوط کرتے گئے

گورو تیغ بہادر کی وفات کے بعد وہ پھر انند پور چلے آئے گدی کی وراثت پر ان کا جائز استحقاق تھا۔ مگر ابتدائی زمانہ میں بہت کم آدمی ان کے شریک ہوئے۔ انند پور آکر انہوں نے ہندوؤں کے شاستروں و پورانوں کا پڑھنا شروع کیا۔ اور انہیں کے صفحات میں ان کو اپنی زندگی کے کامیاب بنانے کا راز مل گیا۔

انند پور میں رہتے ہوئے بہت دن نہیں گذرے تھے۔ کہ رتن رائے آسام کا راجہ جو گورو تیغ بہادر کا شاگرد تھا۔ ان سے ملنے آیا اور بطور تحفہ ہاتھی۔ گھوڑا۔ باز۔ فولادی تلوار اور

ایک خیمہ بھی نذر دینے کے لئے لایا۔ یہ چیزیں سب کی سب اعلیٰ قسم کی اور نایاب تھیں۔ آس پاس کے رئیسوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ گوبند سنگھ کو کمزور سمجھ کر سب نے چاہا کہ ان کو اپنے قبضہ میں کر لیں۔ بلاس پور کا راجہ بھیم چندر ہاتھی اور خیمہ کا مشتاق ہوا۔ ہری چند رئیس ہندور نے گھوڑا، تلوار اور دوسری چیزوں کو دست برد کرنا چاہا۔ اور اس کو اتنی جرأت ہوئی کہ اس نے تلوار پر ہاتھ ڈال ہی دیا۔ گوبند سنگھ جی جانتے تھے کہ ان کی کیا نیت ہے۔ مسکرا کر بولے "دیکھو۔ یہ تحفے میرا چیلا میرے لئے لایا ہے۔ اگر تم ان کو چاہتے ہو تو مجھ سے مانگ کر لے سکتے ہو۔ مگر پہلے میں ہاتھی گھوڑے باز اور رتھ کو اپنے کام میں لا کر تب تم کو بخش دونگا" مگر رئیسوں کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ انہوں نے زبردستی کرنی چاہی۔ گورو کے شاگرد اپنے غصہ کو بہ مشکل ضبط کر رہے تھے۔ جب مجبوری کی حالت دیکھی ان کو سزا دینے کی دل میں ٹھان لی اور قریب تھا کہ ان کی جان پر آفت آئے بچہ رئیس چپکے سے وہاں سے کھسک گئے۔

جب وہ چلے گئے۔ گوبند سنگھ اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ "میں تمہاری جرأت اور خیر خواہی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس قسم کے خدمات قیمتی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اس بات کو یاد رکھو۔ بدزبانی۔ تلخ کلامی یا گالی گلوچ سے کام لینا کبھی مصلحت نہیں ہے اس سے زبان بس میں نہیں رہتی ایسے لوگ دنیا میں کامیاب...

انجام نہیں دے سکتے۔ آیندہ تم کو زبان کے ضبط میں رکھنے کا خیال رہے۔

بھیم چند گورو کے برتاؤ سے سخت ناراض ہو کر نیا تھا۔ اس نے راجدھانی میں پہونچکر خط لکھا کہ آپ فوراً انندپور خالی کر دیجئے۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" گوبند سنگھ کو پہلے ہی سے امید تھی کہ کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ ضرور ہوگی۔ وہ قہقہہ مار کر ہنسے اور راجہ کے خط کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ نیتجہ یہ ہوا کہ اس نے ان کے سزا دینے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ یہاں بھی مقابلہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مگر ناہن کے راجہ میدنی پرکاشں نے منت کی کہ "آپ میرے راج میں چلے آؤ"۔ اور گوبند سنگھ جی نے اس کو غنیمت سمجھا۔

جس وقت گوبند سنگھ جی ناہن میں آئے میدنی پرکاشں نے ان کو پچاس ہزار مسلح فوج دینے کا وعدہ کیا۔ جو ہر وقت ان کی نگرانی اور خدمت کے لئے مخصوص کر دیگئی تھی۔ یہاں گورو جی نے سمت ۱۷۴۱ بکرمی میں پانوٹہ نامی گاؤں آباد کیا۔ اور وہاں ہی رہنے لگے۔

کچھ عرصہ کے بعد بھیم چند کے لڑکے کی شادی کی تقریب نزدیک آئی۔ وہ بارات لیکر سری نگر گیا۔ جس کا راجہ فتح شاہ تھا اور چونکہ گورو صاحب سے اس کی راہ و رسم تھی۔ انہوں نے اپنے دیوان نند چند کے ہاتھ تحفہ تحائف روانہ کئے۔ جس کے لینے سے فتح شاہ نے انکار کر دیا۔ یہ انکار بھی بھیم چند ہی کی وجہ سے ہوا

تھا۔ کیونکہ اس کے دل میں عداوت کی آگ اندر ہی اندر مشتعل ہو رہی تھی۔

جب شادی سے فرصت ملی بھیم چند نے ان سے بدلہ لینے کی نیت سے متعدد رئیسوں راجہ کرپال چند کٹوچیا۔ راجہ کیسری چند جسو والیہ۔ راجہ سکھدیال جسروٹھیا۔ راجہ پرتھوی چند دو والیا اور راجہ فتح شاہ سری نگر کو اپنا جانب دار بنا لیا۔ پہلے اس نے مختلف صور توں سے اُن کو تنگ کیا۔ آخر سمت ۱۷۴۳ بکرمی میں اس نے ان پر فوج کشی کر دی۔ گورو پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ مگر جب دشمنوں کے آنے کی خبر ملی۔ پانچ سو سادھو جو گوبند سنگھ کے ساتھ رہتے تھے۔ بھاگ گئے۔ یہی نہیں بلکہ مسلمان تنخواہ دار سرداروں نے جو بالخصوص فوجی خدمت کے لئے مامور تھے لڑنے سے انکار کر دیا۔ ان کے برتاؤ نے گورو صاحب کے دل کو تھوڑی دیر کے لئے مضمحل کر دیا۔ یہ لوگ تھے۔ جو مورد عتاب سلطانی تھے۔ اور اورنگزیب کے خوف سے بھاگے بھاگے پھرتے تھے گورو صاحب نے ان کو پناہ دی تھی۔ یہ امید نہیں تھی کہ عین وقت پر یہ دھوکہ دیجائیں گے۔ انہوں نے بہت کچھ سمجھایا۔ مگر پٹھانوں نے مطلق توجہ نہیں کی۔ اور وہ وہاں سے رفو چکر ہو گئے اور شخص ہوتا تو ہمت ہار بیٹھتا۔ گوبند سنگھ میں آہنی استقلال تھا۔ ان کا برتاؤ دیکھ کر چہرہ پر شکن تک نہیں آئی۔ اس خیال سے کہ مبادا سادھوں اور پٹھانوں کی حرکت کا اثر

اوروں پر پڑے۔ آپ نے اسی وقت باقیماندہ آدمیوں کو اکٹھا کیا اور اس طرح ان کو سمجھایا۔

"فتح اور شکست ایشور کے ہاتھ ہے۔ ہم سب کو اسی کا آسرا ہے۔ وہ آدمی نادان ہے جو ایشور کو چھوڑ کر کسی اور کی مدد کی امید کرتا ہے۔ تم سب لوگ سربکف ہو کر پرماتما کی راہ میں قدم رکھو"!

ایشور کی قدرت دیکھئے سید بدھو شاہ نامی رئیس نے ان بزدل اور نمک حرام پٹھانوں کو نوکر رکھ لیا۔ اور خود گورو صاحب کی مدد کے لئے آیا۔ تاہم پانچ پٹھانوں نے خیمہ گاہ پر آ کر ان کی مدد سے انکار کر دیا۔ سکھ جو غصہ کی آگ میں مشتعل ہو رہے ان کو اسی وقت اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

دوسرے ہی دن لڑائی ہوئی۔ میدان جمنا اور گری کے سنگم کے قریب واقع تھا۔ اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک نے داد شجاعت دی۔ راجاؤں کے پاس بیشمار فوج تھی۔ مگر جو لوگ گورو کے جھنڈے کے تلے قائم تھے بلا کے جانباز اور سرفروش تھے۔ گورو کی بھگتی اور پرماتما کی خوشی کے جوش نے ان کے حوصلوں کو بہت کچھ بڑھا رکھا تھا۔ گوبند سنگھ ہمت بخش باتوں سے نہ صرف ان کا دل بڑھاتے رہتے تھے۔ بلکہ خود بھی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ راجہ ہری چند گوبند سنگھ کے مقابلہ پر آیا۔ دونوں کے دلوں میں مدت سے

دشمنی کا خیال گھر کر گیا تھا۔ دیر تک لڑتے رہے۔ آخر گورو کے تیر نے ہری چند کو اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ جب ہری چند مارا گیا۔ دشمنوں کی ہمت کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور وہ کچھ اس طرح ڈر گئے کہ پھر میدان میں اُن کا قدم نہ جم سکا اور سب کے سب بھاگ نکلے۔ اس معرکہ کی وجہ سے گوبند سنگھ کے ہاتھ بہت کچھ مال و اسباب آ گیا۔ اور ان کی طاقت بہت بڑھ گئی۔

اس لڑائی کے ایک موقع کو گوبند سنگھ نے اپنی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے "سری پال ہاتھ میں گدا لئے ہوئے متوالوں کی طرح جھوم رہا تھا۔ اس نے حیات خاں کی کھوپڑی کو کچل دیا اس سے اس طرح خون کی دھاریں بہہ نکلیں جس طرح کرشن کی گولیوں کے لگنے سے دہی کے مٹکے پھوٹ جاتے تھے اور ان میں سے دہی بہہ نکلتا تھا۔ نند چند آگ کے شعلوں کی طرح ناچتا تھا۔ میرے ماموں شری پال نے ایک سچے کشتری کی طرح . . اس کو برباد کیا۔ دوسری طرف خان پر حملہ کیا۔ خان زمین پر آ رہا صاحب چند نے اسی طرح دوسرے خراسانی پٹھان کو خاک و خون میں لت پت کر دیا۔ . . . . ہری چند (مسلمان بادشاہ کا ہندو سپہ سالار) مجھ پر غصہ سے تیر برسا رہا تھا۔ ایشور نے میری حفاظت کی۔ اس کے سنسناتے ہوئے تیر میرے کان کے پاس سے ہو کر نکل گئے۔ ایک تیر میرے زرہ کو توڑتا ہوا گوشت پوست تک پہونچ گیا۔ مگر خیریت رہی۔ اور اس پر ماتما نے

جس کی میں پرستش کرتا ہوں مجھ کو بال بال بچالیا۔ زخمی ہوکر میں نے غصہ سے کمان کھینچی۔ تیر برسائے اور اس کو بیکام کردیا۔ اس کے بہت سے آدمی میرے ہاتھ سے مرے۔ خوف زدہ ہوکر تمام راجے بھاگ نکلے۔ مینہ کی طرح ہم پر مال و اسباب کی بارش ہوئی۔ اور ہمارے لڑنیوالے سپاہی بہت خوش تھے"۔

بدھو شاہ کا ایک لڑکا اس لڑائی میں کام آیا۔ اس لئے جب گوبند سنگھ جی پانوٹہ پہونچے۔ سب سے پہلے بدھو شاہ کی قیمتی خدمات میں ان کو اپنی دستخطی سند عطا کی اور اپنے سر کی آدھی پگڑی پھاڑ کر اس کے حوالہ کی۔ بدھو شاہ کی حمایت کے خیال سے سکھوں کی جماعت اب تک اس کی اولاد کے ساتھ محبت اور عزت سے پیش آتی ہے۔

گو گوبند سنگھ پانوٹہ میں قیام رکھتے تھے۔ مگر ان کو انندپور کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ اس لئے وہ کچھ عرصہ کے بعد پھر انندپور واپس آئے اور اپنے باپ کی گدی کو زینت بخشی۔ یہاں ان کو کوہستانی راجاؤں سے اکثر مڈبھیڑ کرنا پڑا۔ مگر آخر میں وہ کامیاب ہوئے اور وہاں چار مستحکم قلعے تعمیر کئے جن میں رسد اور ہتھیار وغیرہ رکھے جاتے تھے۔ ان قلعوں کے نام انند گڈھ۔ فتح گڈھ لوہ گڈھ اور بھول گڈھ ہیں ؏

باب تیسرا

کوہستانی راجے مغلوب ہوئے۔ اور ان کے دلوں پر کچھ اس طرح گوبند سنگھ کے رعب وداب کا سکہ بیٹھ گیا کہ بالعموم دشمنی کے اب ان کی دوستی کے خواہشمند ہوئے۔

یہ راجے کسی اصول کے پابند نہیں تھے بعضوں نے عہد نامے کے موافق بادشاہ کو عرصہ سے خراج نہیں بھیجا تھا۔ اس لئے سرہند کے حاکم نے الف خان نامی سردار کی زیر کردگی ان سے خراج وصول کرنے کے لئے کثیر فوج روانہ کی۔ راجوں کو خراج دینے سے انکار تھا۔ مگر وہ اس قابل نہیں تھے کہ حاکم سرہند کا مقابلہ کرتے خوف زدہ ہو کر ان لوگوں نے گورو صاحب سے مدد مانگی اور گذشتہ گستاخیوں کے بھول جانیکی درخواست کی۔ گوبند سنگھ ذاتی معاملات کا اس قدر خیال نہیں رکھتے تھے۔ اسی وقت دیوان سوہری چند اور دیارام کو پانچ سولڑاکے جوان ساتھ دیکر ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کے پاؤں میدان جنگ میں اکھڑ گئے۔ اور بہت بڑی زک اٹھائی۔ راجے فتحیاب ہوئے اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ لگا۔ مگر اس سے یہ امید کر لینا کہ مسلمان پھر حملہ آور نہ ہونگے غلطی تھی۔ چند روز کے بعد لاہور کے حاکم نے کوہستانی راجوں کی پائمالی کے لئے علیحدہ فوج بھیجی اور رستم خاں

نامی سپہ سالار کو انندپور روانہ کیا۔ تاکہ گورو گوبند سنگھ کو ان کی جرأت کا مزہ چکھاوے۔

اس مرتبہ بھی مسلمانوں کی سخت دُرگت ہوئی۔ برسات کے موسم ہونیکی وجہ سے ان کو پسپا ہونا پڑا۔ اور بھائی سنگیا نے جو گوبند سنگھ کے شاگردوں میں سے تھا۔ ان کو اس طرح پریشان کیا کہ آخر بھاگنے کے سوا اور کچھ ان سے نہ بن پڑا۔

جب اورنگ زیب کو ان خرابیوں کی خبر ملی۔ اس نے اپنے لڑکے شاہزادہ معظم شاہ کو سکھوں کے برخلاف روانہ کیا۔ شاہزادہ خود تو نہیں آیا۔ اپنی جگہ امیر میرزا بیگ کو روانہ کیا۔ کوہستانی راجے مقابلہ پر آئے۔ مگر مچھر کب ہاتھی کے سامنے عہدہ برآ ہوسکتے تھے۔ وہ بھاگ گئے۔ تین دن تک گوبند سنگھ کو بھی پہاڑوں کے دروں میں چھپنا پڑا۔ اور دشمنوں نے اچھی طرح تمام علاقوں کو لوٹ پاٹ کرکے جلادیا۔ اور آنندپور بھی خود ویرانہ بن گیا۔

گوبند سنگھ کو پہاڑوں میں سخت تردد کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ جانتے تھے۔ شاہی فوج سے کھلم کھلا لڑنے کے لئے ان کے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔ اتفاق سے جب وہ اسی فکر میں تھے۔ ایک پنڈت ان کو ملا۔ گورو صاحب نے پوچھا "تم بتا سکتے ہو۔ ارجن نے کس طرح پہاڑمیں مدت تک رہ کر دشمنوں کے برباد کرنے کی طاقت حاصل کرلی؟" اس نے جواب دیا "یہ

بات یگیہ کرنے سے حاصل ہوئی تھی۔ اگر آپ بھی یگیہ کے منتروں سے دیوی کا آواہن کریں تو آپ کی بہتری کا سامان خود بخود پیدا ہو جائیگا۔" گوبند سنگھ جی نے یہ صلاح منظور کی اور بنارس سے تین پنڈت کالی داس کیشوداس اور رستمبر داس آئے۔ جب یگیہ ہونے لگا۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے پنڈتوں نے کہا اگر آپ اپنا خواہ اپنے لڑکوں کا سر بلدان کر دیں تو دیوی پرسن ہو کر آپ کی مراد بر لائیگی۔ بار روائتیں کہتی ہیں۔ کہ گورو صاحب نے ایک سکھ کا بلدان کیا۔ مگر یہ کہانتک صحیح ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔

مگر اس یگیہ کا بھی جیسا چاہئے خاطرخواہ نتیجہ نہیں ہوا۔ یگیہ بند ہو گیا اور پنڈت بھاگ گئے۔ گوبند سنگھ بڑے دور اندیش آدمی تھے۔ وہ اپنے اردگرد ایک ایسی جتھا رکھنا چاہتے تھے۔ جو حد درجہ کی فرمانبردار اور جانباز ہو۔ کوہستانی قوموں میں اٹھنے کا مادہ نہیں رہا تھا۔ ضرورت لاحق ہوئی کہ کسی خاص قسم کے سنسکار سے ہندوں کے مختلف قوموں سے سچے دلیر رنگروٹ حاصل کئے جائیں۔ اس ارادہ سے ایک دن سمت ۱۷۵۶ بکرمی میں سکھوں کے مجمع کے سامنے جو ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تھے گورو صاحب نے ہاتھ میں تلوار لیکر آواز بلند کہا۔" اکال پرش کی آگیا ہے کہ ہندو دھرم کی رکشا کے لئے ہمارے سکھوں میں سے کوئی اپنا سر دے تاکہ دوسروں میں ہمت اور دلیری پیدا ہو۔ اس یگیہ کے دوبارہ روشن کرنے کے لئے خون کی ضرورت ہے۔ کیا تم میں

سے کوئی شخص اپنا سر دینے کے لئے رضامند ہے؟" تقریر کے بعد خاموشی کا عالم چھا گیا۔ اگر سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز سنائی دیتی ایک لاہوری سکھ اٹھ کھڑا ہوا۔ "بھگون! میں سر بہ کف حاضر ہوں جس طرح چاہے میرے ساتھ برتاؤ کیجئے"

گورو اس کی گردن پکڑ کر خیمہ کے اندر لے گئے جو ایک گوشہ میں کھڑا کیا گیا تھا۔ اور اس سے کہا "تو نے بہت اچھا کیا" اس کے بعد تلوار کے کھڑکنے کی آواز سنائی دی۔ جیسے کسی کا سر کاٹا گیا ہو۔ اور خیمہ کے اندر سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ سمجھ لیا دیا سنگھ کا بلدان ہو گیا۔ لاہوری سکھ کا نام دیا سنگھ تھا۔ دو لمحہ کے بعد گوبند سنگھ باہر آئے "دیا سنگھ سے بہتر محب الوطن کون ہو سکتا ہے۔ ابھی ایک دوسرے آدمی کی اور بھی ضرورت ہے اب کون آتا ہے؟" دھرم سنگھ ہستنا پور والا اٹھا خیمہ کے اندر داخل کیا گیا اور اسی طرح پھر تلوار کی ضرب کی آواز سننے میں آئی پھر دوسری مرتبہ خون کی دھار بہی۔ تیسری مرتبہ گورو صاحب نے اور بلدان کی ضرورت ظاہر کی ہمت سنگھ کمہار۔ محکم سنگھ دھوبی۔ صاحب سنگھ نائی یکے بعد دیگرے اٹھے۔ اور اس طرح ظاہراً ان کا بلدان کیا گیا۔

یہ قدرتی بات تھی کہ باقی ماندہ سکھوں کو اپنے پانچ بلدان گئے ہوئے بھائیوں کی لاش دیکھنے کی خواہش رہی ہو۔ اسی وقت خیمہ اٹھا دیا گیا اور دیکھو۔ پانچوں سکھ بڑے تمکنت

اور جلال کے ساتھ کھڑے ہوئے نظر آئے گورو نے کہا "ایسی قسم کے آدمی سورگ
لوگ کو جاتے ہیں مگر ابھی دنیا میں ان کو کام کرنا باقی ہے۔ دنیا کا
کام کر کے تب پھر اکال پُرش کے حضور میں حاضر ہونگے"۔ خون بہنے کا
کاراز کسی کو نہیں معلوم ہوا۔ گورو نے پھر فرمایا "میں اس مجمع کے سامنے
ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ سکھ کس طرح کے ہونے چاہئیں اور پرماتما
کا شکر ہے میرا خیال صحیح نکلا"۔

ہندوستان کی تواریخ میں یہ دوسرا موقع ہے جب مذہبی سنسکار
کی مدد سے پھر دوبارہ اصلی کشتری پیدا کئے گئے تھے پہلے جب جینیوں
وشکاریوں نے ملک میں سخت اودہم مچائی تھی کوہ آبو پر اگنی کنڈ سے
اگنی کُل کے کشتری پیدا کئے گئے تھے۔ جو پرمار، سولنکھی، پرہار وغیرہ
کے نام سے موسوم ہیں۔ گوبند سنگھ نے ضرورت وقت کے موافق
اس موقع پر سکھ کشتری پیدا کئے۔ جن کے اصول آئندہ باب میں
بیان کئے جائینگے۔

اس کے بعد پھر جلسہ برخاست کیا گیا اور سارے سکھ کیش
گڈھ کی طرف روانہ ہوئے۔

باب چوتھا

کیش گڈھ میں ایک عالیشان دربار کے انعقاد کا انتظام کیا
گیا۔ گورو گوبند سنگھ سپاہیانہ لباس پہنے ہوئے ہتھیاروں سے

مسلح ہوکر اونچی جگہ پر بیٹھے۔ ان کے ارد گرد ہر چہار طرف سکھوں کا مجمع تھا۔ تخت کے پاس وہ پانچ سکھ بھی کھڑے تھے۔ جن کا خیمہ میں بلدان ہو چکا تھا۔ اور وہ گورو کی طرح اُسی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ اس دربار کا مقصد صرف یہ تھا کہ سکھوں کو فوجی مجمع کی حیثیت میں قایم کیا جائے۔ اور وہ تہ دل سے گوروں کی تعلیم کے پابند ہوکر گوبند سنگھ کی متابعت کا دم بھریں اور ہر قسم کے خطرات و آفات کے مقابلہ کے لئے تیار کئے جائیں۔

یہ کام مذہبی طور پر انجام دیا گیا تھا۔ ایک خاص طریقہ پر ان تمام سکھوں کا سنسکار کیا گیا۔

گورو نے ایک لوہے کا برتن منگوایا۔ اس میں پانچ قسم کی مٹھائیاں راب۔ گوڑ۔ شکر۔ کھانڈ۔ شہد کے ساتھ دربار صاحب کا پانی ڈالا گیا۔ جب یہ سب گھل کر شربت کی شکل میں تحلیل ہو گئے۔ جپ جی کا پاٹھ کیا گیا۔ اور پھر کرپان اس پر پانچ دفعہ پھیر کر اس کا نام امرت رکھا۔ اور پانچ دفعہ کٹار کے سرے سے امرت کو اُٹھا کر اپنے مُنہ میں ڈالا۔ پانچ پانچ دفعہ یہی امرت پانچوں سکھوں پر چھڑکا گیا۔ اور ان کو پانچ پانچ چلو پلایا گیا اور ہر چلو کے پینے پر تمام سکھ مع گورو صاحب کے "واہ گورو جی کی فتح" کی صدا بلند کرتے رہے۔ اس رسم کا نام سکھوں میں اب تک پاہل ہے۔ یہ خالصہ دھرم یا خالصہ پنتھ کا بنیادی

اصول ہے ۔ اس رسم کے بعد پانچ سکھوں کا خطاب سنگھ رکھا گیا ۔ جو ہر سنگھ کے نام کے پیچھے رہتا ہے ۔ اور پاہل کے بعد اپنا نام رائے گوبند سے گوبند سنگھ رکھا ۔ اور اس پنتھ کے اصول حسب ذیل قرار دیئے ۔

(۱) پانچ سکھوں کے ساتھ مل کر پاہل نوش کرنا ۔

(۲) پاہل کے ادا کرنے کے بعد سنگھ کہلانا ۔

(۳) جہاں پانچ سکھ جمع ہوں اس مجمع کو پورا خالصہ دہرم جاننا ۔

(۴) ہر سنگھ کے لئے سر پر کیش رکھنا امر لازمی ہوگا اور پنج ککار یعنی کارد ۔ کچھ ۔ کنگھا ۔ کڑا ۔ کلہاڑی ہر وقت پاس رکھنی ہوگی ۔ یہ پنج ککے یہی کہلاتے ہیں ۔

(۵) سنگھوں میں ذات پانت کا خیال نہ رکھا جائیگا سب آپس میں بھائی بند سمجھے جائینگے ۔

(۶) تمام سنگھوں کو کرت ناش ۔ کُل ناش ۔ دہرم ناش اور کرم ناش ہونا چاہیئے ۔

(۷) سنگھ اپنی طاقت لوہے پر خرچ کریں مسلح رہیں ہتھیار استعمال کیا کریں ۔ لڑائی سے تعلق رکھیں ۔

(۸) لڑائی میں مرنیوالے سنگھ کا درجہ سب سے اونچا ہوگا ۔

(۹) جنیئو کوئی نہ پہنے ۔

(۱۰) مکتی صرف خالصہ دھرم میں مانے۔
(۱۱) ہندوؤں کی رسموں کو ترک کریں۔ مگر ان کی رکشا کریں۔
(۱۲) ترکوں کا ناش سنگھوں کا پرم دھرم ہے۔
(۱۳) ایک ایشور کی عبادت کریں۔
(۱۴) کسی مخلوق کے سامنے سر نہ جھکاویں۔
(۱۵) گورو نانک دیو کو اپنا گورو سمجھیں۔ گرنتھ صاحب کے سوا قبر دغیرہ کسی کو نہ پوجیں اور ان کے جانشینوں کی عزت کریں۔
(۱۶) امرت سر کا تالاب ان کا تیرتھ ہوگا۔ جس میں وہ کبھی کبھی سنان کریں۔
(۱۷) واہ گورو کا خالصہ۔ واہ گورو جی کی فتح۔ یہ سنگھوں کے لئے نام ہے۔
(۱۸) تماکو کا استعمال ممنوع سمجھیں۔
(۱۹) خالصہ میں ایشور کی شکتی مانیں۔

گورو کی اس اصلاح کو اکثر برہمن اور کشتریوں نے جو اس مجمع میں تھے ناپسند کیا۔ وہ اُٹھ اُٹھ کر چلے گئے مگر گورو نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی۔ ان کو دراصل ایک ایسی سچی جماعت بنانی منظور تھی جو توہمات سے نکل کر اصلیت پرست ہو۔ اور بے خوفی سے اپنے فرائض انجام دے سکے۔

گو خالصہ دھرم میں ہر قوم کے لئے خواہ وہ اونچی ہو یا نیچی۔ داخل ہونے کی اجازت ہے۔ مگر چند ایسے بھی لوگ ہیں۔

جن کے داخل کرنے کی گوبند سنگھ جی نے ممانعت کر رکھی ہے - مثلاً

۱- دہرم شالاؤں کے ہتمم -
۲- دہیر مل کے پیروکار اور چیلے -
۳- رام رائے کے چیلے -
۴- بنیا - بقال -
۵ - جین - سراؤگی وغیرہ -

اس ممانعت کا ظاہرا سبب یہ معلوم ہوتا ہے - کہ دہرم شالاؤں کے پوجاری علی العموم خودغرض اور زرپرست ہوتے ہیں - امرتسر میں ان لوگوں نے گورو تیغ بہادر جی کے دربار میں جاتے وقت شورش مچائی تھی - یہانتک کہ وہ ان کی دشمنی سے آسام چلے گئے - اسی طرح دہیر مل و رام رائے کے چیلوں نے بھی نانک جی کے اصول کی پیروی چھوڑ دی تھی - بنیا اور جینیوں وغیرہ کو شاید اس وجہ سے داخل نہیں کیا کہ ان میں لڑنے بھڑنے کا مادہ نہیں ہوتا ۔

باب پانچواں

گوبند سنگھ کی دانشمندی کا نتیجہ بہت نیک ثابت ہوا - ہندؤں کی بڑی قوموں کو گھن لگ گیا تھا - وہ کام کے قابل نہیں

نہیں رہی تھیں۔ مگر نیچی قوموں میں ترقی کا مادہ بہت باقی تھا۔ اور جب گورو گوبند سنگھ نے ان کا سنسکار کرنا شروع کیا۔ وہ جوق جوق خوشی سے اُن کے زیر سایہ آنے لگیں۔ ان میں فیصدی نناوے سچے اور عقیدت مند مُرید تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ گورو صاحب کو کسی سکھ نے بندوق نذر کی۔ آپ بولے "ہماری نیت ہے۔ کسی سکھ کو اس بندوق کا صدقہ بنائیں"۔ اُسی وقت کئی ایک دلیر سکھ اٹھ کھڑے ہوئے اور سب کے سب قربانی کے لئے آگے بڑھے۔ گورو نے خوشی سے کہا "شیر مردو! صرف تمہارے جیسے ہی عقیدت و سچائی کے آدمیوں سے دیش کا اُدھار ہونا ممکن ہے"۔

دوسرے موقع پر ہنستے ہنستے ایک سکھ کے پھانسی پر چڑھانے کا حکم دیدیا۔ اُس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ مگر اُس نے آگے بڑھکر اپنے سر کو جھکا دیا۔ اور رضامندی ظاہر کی۔

سکھوں کے جتھا کی راسخ الاعتقادی دیکھ کر گورو گوبند سنگھ کو اپنے مشن کی کامیابی کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ مگر احسان فراموش ہندو جن کی حفاظت کے لئے یہ سب کام کیا جا رہا تھا۔ گورو صاحب کے دشمن جان بنگئے۔ سمجھے وہ برن آشرم وغیرہ کو برباد کر رہے ہیں۔ برہمنوں نے راجاؤں کو ورغلایا۔ راجے فوجکشی کرنے پر تیار ہو گئے۔ سب سے پہلے ان کو ان راجوں نے آنند پور چھوڑنے کے لئے مجبور کرنا چاہا۔ گوبند سنگھ نے کہلا بھیجا "اس گاؤں کی

چار دیواری کی بنیاد تلوار پر ہے۔ جس کو ہمت ہو۔ آگے آوے" راجپوت ان پر تلوار لیکر جھپٹے مگر منہ کی کھائی اور شرمندہ ہوکر بھاگ گئے۔

اُن کی زندگی پر پہلا حملہ اس وقت ہوا۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں شکار کھیل رہے تھے۔ اُن کی بے سروسامانی کا فائدہ اُٹھاکر راجہ عالم چند اور راجہ بلیہ نے دھاوا کر دیا سکھوں کی تعداد انی گنی تھی۔ مگر وہ دل کھول کر لڑے۔ راجہ بلیہ مارا گیا اور کھیت گورو کے ہاتھ رہا۔

دوسری مرتبہ ان کوہستانی رئیسوں نے صوبہ سرحد ہند کے مسلمان حاکم سے مدد لیکر آنند پور کو آگھیرا۔ تین دن متواتر لوہے سے لوہا بجا کیا۔ مگر واہ رے سکھ! چاروں طرف سے گوبند سنگھ کی حفاظت کرتے ہوئے ان لوگوں نے موذیوں کے دانت اس طرح کھٹے کئے کہ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ پینڈے خاں تیر سے مارا گیا۔ دین بیگ بھاگ نکلا۔ کیسری چند بھی مارا گیا۔ اجیت سنگھ گوبند سنگھ کے لڑکے نے اس دن وہ مردانگی دکھلائی کہ

فلک گفت احسن ملک گفت زہ

دشمن نے ہاتھی کو آگے کرکے آنند پور کا پھاٹک توڑنا چاہا گوبند سنگھ نے ایک دونی چند سنگھ کھتری کو مقابلہ کا حکم دیا۔ یہ تو گیدڑ کی طرح بھاگ گیا مگر بچتر سنگھ جو قوم کا لبانہ تھا ہاتھ میں

گرز لیکر پل پڑا - ہاتھی کے مغز کو پاش پاش کر دیا - اس دن پورا نے اور سے کھتری کا دو بدو مقابلہ ہوا - اس معرکہ کے بعد گوبند سنگھ نے انند پور کو چھوڑ کر کیرت پور کی پہاڑی پر جاکر قیام کیا -

تیسری مرتبہ دشمن قوم و وطن فروش نالایق راجوں نے مسلمانوں کے ساتھ ناطہ رشتہ کرکے ان کے ہمراہیں گورو پر چڑھ آئے گوبند سنگھ نے کئی قلعے تیار کئے تھے - مغل بادشاہ کے مقابلہ کے خیال سے یہ قلعے بڑی ہی سے بنا لئے تھے - مگر ان کمینہ راجاؤں نے ان کو چھیڑ چھیڑ کر ساری طاقت کو کمزور کر دیا تھا - لڑائی ہوئی - مقابلہ کیا گیا - ایک کے لئے دو کافی ہوتے ہیں یہاں کثیر تعداد مخالفت پہ تلی ہوئی تھی - مردانہ وار مقابلہ کیا گیا - گورو صاحب کو شکست ہوئی - اور وہ راجہ سوہلی کے پاس چلے گئے - جس نے عزت کے ساتھ ان کا استقبال کیا -

ذکر ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جوگ سنگھ پشاوری کی شادی کا دن قریب آیا - اس نے وعدہ کیا تھا کہ شادی کے بعد ہی حاضر ہوگا - اور ایسا ہی ہوا - ابھی شادی کا رسم ادا ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی کہ لڑائی چھڑ جانے کی خبر ملی - وہ اسی وقت چل کھڑا ہوا - اور میدان میں پہونچکر دشمنوں کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑا -

غرضیکہ اس طرح ناحق چھیڑ چھیڑ کر نادان ہندؤں نے گورو

گوبند سنگھ کو تکلیف پہونچائی۔ اور ان کے کام کو مستقل حالت پر پہونچنے کا موقع نہیں دیا۔

ہندو راجوں سے ستائے جانے پر گوبند سنگھ دو سال متواتر ادھر اودھر پھرتے رہے۔ گو جماعت محدود تھی سامان کچھ پاس نہیں تھا۔ مگر ہمت بلند تھی۔ پہلے سے کہیں زیادہ ان میں حوصلہ اور جوش تھا۔ سوہلی سے بھنبور گئے بھروال سر پہونچے۔ ہرمنڈھی کی سیر کیا۔ وہاں ایک قلعہ بھی تعمیر کیا۔ راجہ کلموٹہ نے سکھوں کو راہ میں لوٹا تھا۔ انتقام کے خیال سے اجیت سنگھ کا بڑا لڑکا وہاں پہونچا۔ راجہ کلموٹہ کی مدد پر جوالا مکھی کا بھارتھی عمشتھی پانچ سو کی جمعیت ساتھ لیکر آیا تھا۔ اس نے بالخصوص تمام برہمنوں اور راجاؤں کو گوبند سنگھ کے برخلاف اکسا رکھا تھا۔ جب دشمنوں کی تیاریوں کی خبر ملی۔ گورو صاحب خود بیٹے کی مدد کے لئے وہاں جا پہونچے۔ راجہ کلموٹے نے شکست کھائی۔ مہنت جی کی خوب خبر لی گئی۔ اور جوالا مکھی کو سکھوں نے اچھی طرح لوٹا۔

دار و گیر اور روزانہ لڑائی جھگڑوں کی مصروفیت سے ان میں شاہانہ اوصاف پیدا ہونے لگے اس وجہ سے سکھوں نے ان کا نام کلغی دہر اور سچا بادشاہ رکھا۔ راجے اس نام کو سنکر گھبرائے۔ ان کو خوف ہوا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ ان کا اپنا اقتدار گھٹ جائے اور گوبند سنگھ ان کی مٹی پلید کر دیں۔ ان وطن

فروشوں نے اورنگ زیب کے پاس قاصد بھیجکر کہلایا "جس تیغ بہادر کو آپ نے تہہ تیغ کیا تھا۔ اس کے لڑکے نے سچے بادشاہ کا خطاب اختیار کیا ہے۔ اور فوج کثیر اکٹھا کر کے مسلمانوں کی طاقت کو جڑ سے ہلا دینے کا انتظام کر رہا ہے۔ خود شاہی لباس پہنتا ہے۔ تمام ڈاکو اور لوٹیرے قزاق اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بہتر ہے ابھی سے اس کی خبر لیجائے ورنہ اس بڑھتی ہوئی آگ کا روکنا مشکل ہوگا۔"

اورنگ زیب نے بایزید خان صوبہ سرہند کو تاکیدی حکم بھیجا کہ گوبند سنگھ کو پکڑ کر دربار میں حاضر کرے۔ دہلی سے امیر خاں دس ہزاری نجابت خاں اور وحید خاں سرداران آئے اور راجہ اجمیر چند کے ساتھ مل کر سمت ۱۷۵۹ میں آنند پور کا محاصرہ کیا۔ فوج کم تھی اس لئے گوبند سنگھ جی اپنے آپ کو لڑنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ تاہم دلیر اور عالی ہمت سکھوں نے قلعہ سے نکل کر اس طرح دشمنوں کے پرخچے اڑا دیئے کہ ان کا ہوش جاتا رہا۔ پانچ دن تک لڑائی رہی۔ چھٹے دن گوبند سنگھ نے خود اپنے ہاتھ سے سردار اعظم خاں اور پائندے خاں کو قتل کیا۔ ہری چند جسووالیہ گورو کے ایک ملازم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ شاہی فوج بھاگ نکلی۔ روپڑ تک تعاقب کیا گیا۔ سکھ فتحیاب ہوئے۔ یہ دشمنوں کا چوتھا حملہ تھا۔ شکست کی خبر نے اورنگ زیب کے غصہ کی آگ کو

بھڑکا دیا۔ اب کی مرتبہ لشکر جراران کی سرکوبی کے لئے بھیجی گئی صوبہ داران سرہند۔ کشمیر۔ دہلی اور لاہور اپنی اپنی جمعیت لیکر میدان میں آئے۔ گوبند سنگھ جلدی میں کیا کر سکتے تھے دس ہزار آدمی بہ مشکل اکٹھا ہو سکے۔ اجیت سنگھ بڑے لڑکے کو کیس گڈھ کے قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ دو ہزار فوج ماہر سنگھ اور شیر سنگھ کو دیکر لوہ گڈھ میں تعینات کیا۔ اور عالم سنگھ اور سوکھیت سنگھ کو تین ہزار سپاہی دمدمہ کی رکھوالی کے لئے دیئے۔ اودے سنگھ کو اگم پور میں رکھا۔ مگر جب آنند پور کے محاصرہ کی خبر ملی۔ یہ سب کے سب وہاں آکر ڈٹ گئے۔ اس موقع پر سنگھ دراصل خونخوار شیروں کی طرح لڑا کے۔ کئی مرتبہ مسلمان پس ہوئے مگر ان کو ہمیشہ مدد ملتی رہی۔ قریب تھا۔ آنند پور مسلمانوں کے ہاتھ آجائے کہ اجیت سنگھ موقع پر پہونچگیا۔ اور گوبند سنگھ نے بذات خود ان کے روکنے کی کوشش کی۔ اس دن سکھوں نے جوانمردی کے کرتب دل کھول کر دکھائے عظیم خان و دلاور خاں قتل ہوئے۔ شاہی فوج کو شکست ہوئی اور کھیت سکھوں کے ہاتھ رہا۔

دوسرے دن کی لڑائی میں بہت سکھ مارے گئے گوبند سنگھ کو قلعہ میں محصور ہونا پڑا۔ شاہی فوج نے باہر سے رسد کا آنا بند کر دیا۔ سکھوں کی محدود جماعت اور بادشاہ کا عظیم الشان لشکر! ان کا آپس میں مقابلہ ہی کیا تھا! مگر واہ رے دلیری!۔

جب رسد کا آنا بند ہوگیا۔ ایک رات کو سکھوں نے شاہی فوج پر چھاپہ مارا۔ ان میں سخت کھلبلی پڑگئی۔ بھاگ نکلے راجہ ڈڈوال اور جسووال قتل ہوئے۔ شاہی فوج کا بہت اسباب سکھوں کے ہاتھ لگا۔ یہ پانچواں حملہ تھا۔

باب چھٹواں

اورنگ زیب نے پھر از سر نو آنندپور پر فوج بھیجی سمت ۱۷۶۱ میں دوبارہ محاصرہ کیا گیا۔ گورو گوبند اور ان کے دلیر سکھوں نے بڑی مردانگی سے محاصرہ کی تمام سختیاں اور صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر جب رسد کا کچھ سامان باقی نہ رہا۔ سکھ بھوک کے صدمے سے پریشان ہونے لگے۔ گوبند سنگھ چاہتے تھے چند روز اور محاصرہ میں رہیں۔ مگر سکھ اکتا گئے تھے۔ کھلے میدان میں لڑکر جان دینا ان کے نزدیک قید کی بندش سے ہزارہا درجہ بہتر تھی۔ ایک سبب تو یہ تھا۔ دوسرے پہاڑی راجوں نے گاؤ کی قسم کھاکر ایک برہمن کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ اگر قلعہ خالی کردیا جائے تو کوئی ان کا تعاقب نہ کریگا۔ جہاں جی چاہے وہ چلے جائیں۔ گوبند سنگھ جانتے تھے ان ادھرمیوں کی بات کا اعتبار نہیں۔ وہ صرف دغا دیکر اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ مگر آخر جب سکھ بددل اور بیدل ہوگئے۔ مجبور ہوکر یہ اپنے گھر والوں اور

متعلقین کو ساتھ لیکر باہر نکلے اور کیرت پور کی طرف روانہ ہوئے۔

کہاں کا قول کس کا عہد! گورو صاحب کے نکلنے کی خبر بہ مشکل مشہور ہوئی تھی کہ نالائق ہندو راجے معہ مسلمانوں کے انند پور پر ٹوٹ پڑے اور ان کا تعاقب کرنا شروع کیا۔

گورو گوبند سنگھ دوسرے دن کیرت پور سے چل کر دریاء سرسہ پر پہونچے۔ دریا باڑہ پر تھا۔ شاہی فوج پیچھے تعاقب کرتی چلی آرہی تھی۔ شیر چاروں طرف سے گھر گئے۔ سکھوں نے جنگی ہمت خاص قسم کی تھی۔ بہ مشکل تمام گورو گوبند سنگھ کے بچوں اور بیویوں کو پار پہونچا دیا۔ باقی ہمراہی حملہ کرنے والوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے منتشر ہوگئے۔ گورو صاحب اور دو بڑے لڑکے چالیس آدمیوں کے ساتھ چمکور پہونچے۔ اور ایک چار دیواری میں داخل ہوکر پناہ لی۔

خالصہ تواریخ میں اس بھگدڑ اور اس کے رقت انگیز نتیجوں سے زیادہ دردناک اور کوئی واقعات نہیں ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کے متعلقین تتر بتر ہوگئے۔ دو بیویاں دہلی پہونچائی گئیں۔ گورو صاحب کی ماں اور دو چھوٹے لڑکے گنگا رام نامی قدیمی براہمن خدمتگار کی سپردگی میں آئے جو گورو صاحب کی رسوئیں پکایا کرتا تھا۔ اس مردود شیطان نے ان کے چھوٹے بچوں کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ دردناک کہانی آگے بیان کی جائیگی۔

گوبند سنگھ کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے۔ مخالف

فوج جانتی تھی۔ ان میں اب مقابلہ کی طاقت نہیں رہی ہے۔ اس لئے جس طرح ممکن ہو۔ زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دینا چاہیئے۔

مسلمانوں نے پیغام بھیجا۔ بہتر ہے اپنے آپ کو بادشاہ کے حوالہ کر دو۔ یہ پیغام اس طرح توہین آمیز لہجہ میں کہا گیا تھا کہ گورو کا بڑا لڑکا اجیت سنگھ اس کو برداشت نہ کر سکا۔ چمکتی ہوئی تلوار میان سے نکلی اور اس کا سر بھٹے کی طرح دور جا پڑا۔ اجیت سنگھ نے جواب میں کہلا بھیجا " یہ اکال پرش کی آگیا ہے کہ سکھ آخر دم تک لڑتے رہیں۔ یہاں کوئی شخص اس حکم کے برخلاف چلنے والا نہیں ہے۔

اس کے سنتے ہی مسلمان مقابلہ پر آئے۔ سکھوں نے ان کا جواب دیا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ شام کے وقت جب سورج غروب ہو رہا تھا۔ اڑتیس سکھ اپنے خون سے سچی گورو بھگتی کا ثبوت دے چکے تھے۔ ان میں گورو کے دونوں شیر دل بیٹے بھی شامل ہیں۔

جس طور پر اجیت اور اس کے بھائی اس دن لڑے تھے وہ واقعی سکھوں کے لئے بڑے ناز اور فخر کا واقعہ ہے۔

لڑکوں سے فوجیں بھاگتی تھیں منہ پھیر پھیر کے
ہاتھی کو مار ڈالا تھا۔ بچوں نے شیر کے

ان کی تلوار اس طرح میدان میں چمکتی تھی جیسے برسات

کے دنوں میں بجلی کوندھتی ہے۔ اُدہر لپکی ادہر دشمنوں کے سر پانی کی بوندوں کی طرح ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ ان میں بلا کی بے خوفی بلا کی چالبازی اور بلا کی ہمت تھی جس وقت اجیت سنگھ مارا گیا۔ جوجھار سنگھ اس کا چھوٹا بھائی شیر کی طرح تڑپ اُٹھا۔ اس کی عمر چودہ برس سے زیادہ نہیں تھی۔ اُس نے گوروگوبند سنگھ سے کہا "کرپا ساگر! مجھ کو حکم ہو۔ بھائی کے خون کا بدلہ لوں"۔ گوبند سنگھ نے جواب دیا "ہاں بیٹے جاؤ خوشی سے جاؤ۔ اپنے خون سے میرے کام کی شہادت دو۔ تاکہ میرا معاہدہ مکمل ہو"۔ کمسن لڑکا پیاس سے گھبرایا تھا۔ کسی سے پانی مانگا۔ باپ نے کہا "میرے لال! اب کیا پانی پیوگے۔ شربت شہادت کا جام نوش کرو۔ میرے پیارے بیٹے! تمہارا پیاسا رہنا۔ تمہارا پیاس کی تکلیف سہنا۔ تمہارا پیاسا مرنا۔ خالصہ پنتھ کے پیروکاروں کے لئے اس بات کی دلیل بنے کہ خالصہ دہرم مخالفوں کے خون کا پیاسا ہے۔ جاؤ۔ رن میں لڑو۔ دشمن کے چھکے چھڑاؤ۔ کشتریوں کی قسمت۔ کشتریوں کی موت اور کشتریوں کی اصلی عزت تم کو نصیب ہو"۔

جوجھار سنگھ میدان میں آیا۔ اور متعدد آدمیوں کو خاک وخون میں ملاتا ہوا ان کی لاش کی سیڑھیوں پر قدم رکھتا ہوا اس سورگ کو گیا۔ جہاں اس کا بڑا بھائی پہلے جا چکا تھا۔ یہ کشتری لڑکے اپنی قوم کے شاید آخری نمونے تھے۔

شام تک لڑائی رہی اکتالیس میں سے اڑتیس آدمی مر مٹے۔ یا یوں کہیئے کہ خالصہ دہرم کی سچائی کی دستاویز پر اپنے خون سے مہر ثبت کر گئے۔ صرف گوبند سنگھ۔ اور تین سنگھ دیا سنگھ۔ دہرم سنگھ اور مان سنگھ باقی رہے۔ حالانکہ سب مر چکے تھے۔ اب گنے صرف چار آدمی رہ گئے تھے۔ مگر ان کا رعب اور ان کی ہیبت کچھ دشمنوں پر اس طرح حاوی ہوگئی تھی۔ کہ کسی کو ان کے زندہ گرفتار کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔
گوبند سنگھ پھر رات کو مکان میں محصور ہوگئے۔ باہر سے دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ کسی کو یہ بھی تاب نہیں ہوئی کہ راتہی کے وقت شیروں کو گرفتار کر سکے +

باب ساتواں

بچوں پہ کیا ظلم تھا اے ظالم بے پیر سر چھاتیوں پہ جھک گئے حالت ہوئی تغیر
معصومیت نیکی و غیرت کے تھے تصویر در گور کیا زندہ ۔ بتا کیا تھی تقصیر
نامرد تھا ۔ مردود تھا وہ ظالم بے دین
بچوں سے جو یوں دل کا نکالا ۔ بغض و کین

شاہی فوج کے ہاتھوں سے پریشان ہو کر گوبند سنگھ کے معدودے چند شیروں نے جو تعداد و قوت کے لحاظ سے کبھی دشمنو کے مقابلہ کے لیئے کافی نہیں تھے۔ دریا سرسا کی طرف قدم بڑہایا

بدعہدوں نے قول کا پاس نہ کر کے ان کا تعاقب کر دیا۔ ایک طرف دشمنوں کی تعداد کثیر۔ دوسری طرف دریا موجزن۔ سب گھبرا گئے۔ کرتے کیا۔ نہ روئے رفتن نہ روئے ماندن۔ اتنے میں موذیوں نے دھاوا کر دیا۔ مل کر ان کے حملہ کا جواب دینا مشکل تھا۔ دشمنوں نے ان کو سوچنے بچارنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اگر وہ تامل کرتے ہیں تو چمکتی ہوئی خونخوار تلواروں کے مفت میں آسان شکار ہوتے ہیں۔ اور نہیں تو دریا ان کے غرقاب کرنے کے لئے سامنے لہریں لے رہا ہے۔ سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے گھبراہٹ میں ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ کچھ تو بھاگتے بھاگتے تعاقب کرنے والوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ باقی جو دلیری سے دریا میں کود پڑے تھے ان میں سے بہتیرے ڈوب گئے۔ صرف چند آدمی زندہ بچے۔

اس دارو گیر و مار دھاڑ کی گھبراہٹ میں گوبند سنگھ کے دو کمسن بچے ان سے علیحدہ ہو گئے۔ مائی گوجری گورو کی ماتا اپنے پوتوں کے ساتھ تھی۔ گوبند سنگھ اور ان کی بیویاں دوسری طرف چلے گئے تھے۔ چند جانباز اور دلیر سکھوں نے ان معصوم بچوں اور ضعیف العمر ماتا کو بال بال بچا لیا۔ اور ان پر کوئی صدمہ نہیں آنے دیا۔ اس جماعت کے ساتھ گورو کا رسوئیا براہمن ہمراہ تھا۔ یہ مدت کا ملازم تھا۔ اور سب لوگ اس کا اعتبار کرتے تھے۔ براہمن نے ماتا کو صلاح دی۔ میرا گاؤں یہاں سے بہت قریب ہے۔ آپ وہاں چل کر قیام کیجئے۔ اور کوئی بال بنکا نہ کر سکیگا" ماتا گوجری

گو بالکل سادہ لوح نہیں تھی۔ مگر وہ برہمن کو معتمد و ایماندار سمجھتی تھی۔ اور چونکہ وقت بہت نازک تھا اور ہر چہار طرف سے گرفتار کئے جانے کا خوف تھا۔ اس نیک بخت خاتون نے برہمن کی صلاح مان لی۔ اور یہ قافلہ اس کے گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔

وہ غریب کیا جانتی تھی۔ کہ نمکحرام برہمن کے دل میں ناپاک خیال نے تصرف کر لیا ہے۔ وہ موذی دراصل کسی اور گھات میں تک رہا تھا۔ انسانی فطرت بھی عجیب قسم کی ہے۔ دنیا میں ایسی طبیعتیں کثرت سے ملینگی جو ڈر کی وجہ سے اپنے اصلی جذبات کو چھپا رکھتی ہیں۔ مگر جب ان کو موقعہ ملتا ہے اور کسی دوسرے کا خوف نہیں رہتا۔ وہ بُرے طور سے ظہور کرتی ہیں۔ اور اندر ہی اندر نشوونما پاکر یکبارگی ایسی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ جس کا پہلے کبھی شان و گمان تک نہیں رہتا۔ محسن کشی نمکحرامی۔ بیوفائی کون سے گناہ ہیں جو ان سے سرزد نہیں ہوتے۔ وہ ان ہاتھوں کو قلم کر دیتے ہیں۔ جنہوں نے ان کی پرورش کی تھی۔ جس شخص نے سینکڑوں احسانات کئے تھے۔ ان مُنہ زور غلبات کے اثر میں آکر انسان سخت بیدردی اور سرد مہری سے اس کا سر کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ افسوس! دنیا میں کبھی کبھی کیسے اندھیر ہوا کرتے ہیں۔ خطرات کے وقت جن کا فرض ہے کہ جان نثار بنیں۔ وہی بدخواہ دشمن جانی ہو جاتے ہیں۔ یہ براہمن اسی قسم کا شیطان سیرت تھا۔ وہ برہمن نہیں بلکہ قابل نفرت قصائی تھا۔ برہمن اور قصائی

ہیں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ وہ مقدس آب شخصیتیں جو علم روحانی و عرفان کے غوامض سے ماہر ہو کر برھمہ کی ذات و صفات کو سمجھتی ہیں۔ براہمن کہلاتی ہیں۔ شاستروں میں برہمن کی شناخت یہی ہے۔ برھمہ کا جاننے والا برہمن ہے۔ برہمن وہ ہیں جو دوسرے کے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ جن کی زبان سے برآمد ہوئے الفاظ مُردہ قالبوں میں نئی روح پھونکتے ہیں۔ اُن کا مقصد اوروں کو فایدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ مردود کبھی برہمن نہیں تھا باورچی۔ روٹی پکانے والا شودر! اس میں برہمن کے پاک اوصاف کہاں!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

وہ شودروں میں بھی سب سے نیچا۔ رذیلوں میں سب سے گیا گذرا تھا۔ اور اس نے اپنے مالکوں کو ان کے سابقہ مہربانیو کا کیسا خوفناک بدلہ دیا۔

شام کا وقت تھا۔ جب یہ مصیبت زدہ مفلوک کاررواں گاؤں میں داخل ہوا۔ خدمتگار نے ماتا اور اس کے پوتوں کے آرام واستراحت کے لئے ایک کوٹھری خالی کر دی۔ چھوٹے لڑکے تھکے ماندے تھے۔ کھانے پینے کے بعد وہ توبیخبری کی نیند میں سو گئے اور انگڑائیاں لینے لگے۔ راہ کی تکان کے بعد نیند بھی کیسی آرام کی حالت ہوتی ہے! آنکھ بند ہوئی اور دوسری دنیا میں گذر ہوا۔ گویا تماشاگاہ کا سین ہے کہ ایک پردہ کے اٹھتے ہوئے بالکل مختلف دُنیا

کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ بھولے بھالے بچے بیدم ہوکر سو رہے ہیں۔ دیرینہ سال خاتون ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی ایک طرف ان کو اور دوسری طرف اپنے زیورات کے بقچے کی نگرانی کر رہی تھی۔ لڑکوں کی نیند کی حالت کی مسکراہٹ دیکھ کر یہ خوش ہوجاتی تھی۔ مگر ان کی مصیبت اور رنج کے خیال سے پھر اس پر رنج والم کی حالت طاری ہوتی تھی۔ یہ ان کے کھیلنے کھانے کے دن تھے۔ کرم کی لیلا بہتر ہے۔ سنسار کی گتی پربل ہے *

یہ عمر اور یہ حالت اور اس پر یہ غم ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

دیر تک اس نے نیند کا مقابلہ کیا۔ پلک سے پلک جھپکنے نہیں دیا۔ مگر بیچاری کب تک جاگتی رہتی! آخر نیند نے غلبہ پالیا اور وہ بھی زمین پر لیٹ رہی۔ اور سو گئی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ آخر یہ اپنے مدت العمر کے ملازم کا گھر ہے۔ اس کو خود نمک کا پاس ہوگا۔ تھوڑی دیر کے لئے سو رہنے میں نقصان ہی کیا ہے؟" یہ سوچ سمجھ کر وہ بھی پڑ رہی۔ مگر افسوس! دنیا میں ہم اکثر ایسی ہی جگہ مارے جاتے ہیں جہاں اعتبار ہوتا ہے!

آدھی رات کے وقت جب تھکے ماندے مسافر گہری نیند میں سرشار تھے۔ مکار برہمن انگوٹھے کے بل آہستہ آہستہ اس کوٹھری میں داخل ہوا۔ سب خوب سوئے ہوئے تھے۔ ضعیفہ اور اس کے پوتے خراٹے لے رہے تھے۔ زیورات کا بقچہ بھی اس کے سر سے الگ کھسک گیا تھا۔ اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ منہ مانگی مراد مل گئی!

آہستہ آہستہ پاس آکر چوروں کی طرح اس نے بقچہ پہ ہاتھ مارا اور اس کو اپنے مکان کے کسی گوشہ میں دفن کر کے چلانا شروع کیا۔ چور! چور! چور! ہم تو لٹ گئے۔ کہیں کے نہیں رہے۔"

شور و غل کی آواز سنکر مائی گوجری کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سب سے پہلے بقچہ کی طرف نگاہ کی۔ وہ کہاں تھا؟ اس کو نوکر پہ شبہ ہوا۔ اور اس نے خیال کیا ہو نہ ہو۔ یہ شور و غل بیشبہ ہی سے خالی نہیں ہے۔ اس بے ایمان نے خود چورا لیا ہے۔ اور اس نیت سے کہ کوئی اس پر شبہ نہ کرے۔ چور چور چلا اٹھا ہے۔ نوکر کو پاس بلا کر اس سے کہا "میرا زیور لاؤ۔ اور کوئی نہیں لے گیا ہے۔" یہ سنکر اس کی آنکھیں لال پیلی ہو گئیں۔ موذی جانتا تھا۔ مائی شبہ کریگی وہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ اس نے غصہ کے لہجہ میں کہا "میں چور ہوں! اچھا دیکھو۔ اس تہمت کا کیا مزہ چکھاتا ہوں۔ میں نے اسی واسطے اپنے گھر میں ٹھہرایا تھا۔ کہ مجھے چور بناؤ۔" مائی گوجری جو مصیبت کی زندگی کا پورا تجربہ کر چکی تھی۔ سمجھ گئی کہ نمکحرام کی نیت میں فتور ہے۔ اور النشور جانے وہ کیا رنگ لائیگا۔ بات کو ٹال کر اس نے کہا "خیر جو کچھ ہونا تھا ہوا کرتار کی موج! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہے میں نے سمجھا۔ احتیاطاً تم نے کہیں رکھ دیا ہوگا۔ اس کو چور لیگئے لیجانے دو۔ دن برے ہیں۔ کسی کا کیا اختیار ہے۔" برہمن نے دیکھا اس کی دھمکی اثر سے خالی نہیں رہی اور بلا کسی قسم کا جواب دیئے

ہوئے وہ کوٹھری سے چلا گیا۔ اور اپنے دل میں ان کے سزا دلانے کا منصوبہ سوچنے لگا تاکہ آیندہ کے لئے نہ تو کوئی اُس سے مال مسروقہ لے سکے اور نہ کسی کو تہمت لگانے کی جرات ہو۔

صبح کے وقت پو پھٹتے ہی ملعون برہمن پاس کے گاؤں میں گیا۔ اور دو ذی رسوخ مسلمانوں کو جو حقیقی بھائی اور سکھوں کے نام سے جلنے والے تھے۔ مائی گوجری اور معصوم لڑکوں کے آنے کی رپورٹ کر دی۔ پھر کیا تھا۔ مسلمانوں کو گوبند سنگھ سے نفرت و خصوصت تھی۔ یہ خوشخبری سُنکر ان کی باچھیں کھُل گئیں۔ وہ موذی برہمن کے ساتھ ساتھ اسی وقت چلے آئے۔ اور ابھی تک نیند میں سونے والے معصوموں کی مشکیں باندھ کر گرفتار کر لیا۔ مائی نے اپنے نونہالوں کی حالت کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے۔ وہیں ہوش و حواس جاتے رہے اور ان کی آیندہ قسمت کے فیصلہ کا خیال کرتے ہی اس کا جی چھوٹ گیا۔ استقلال و ہمت کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور گوبند سنگھ کی ماں دیکھتے دیکھتے زمین پر گر کر بیہوش ہو گئی۔ سنگدل مسلمانوں نے اس کی طرف نگاہ تک نہیں کی۔ اور بچوں کو متعدد آدمیوں کی حفاظت میں ویگر سرہند کے صوبیدار ناظم کے پاس بھیجدیا۔

اس وقت سرہند کی نظامت کا تعلق وزیر خاں نامی ایک پٹھان سے تھا۔ گوبند سنگھ کی حرکات کی اس کو سخت شکایت تھی۔ وہ دل سے چاہتا تھا۔ کسی طرح ان کے زک دینے

یا گرفتار کرنے کا موقعہ ملے۔ تاکہ دہلی کے دربار میں سرخروئی حاصل ہو۔ اور منصب بڑھے۔ وہ مدت سے اسی فکر میں لگ رہا تھا۔ مگر گوبند سنگھ سے شیر کا ہاتھ آنا آسان کام نہ تھا۔ جس وقت اس نے ہر دو نابالغوں کے گرفتار ہونے کی خبر سنی۔ وہ دل میں خوش ہوا۔ کہ اگر گوبند سنگھ نہیں تو ان کے لڑکے ہی سہی۔ یہ شخص حد درجہ کا ناپاک۔ بزدل اور سیاہ باطن تھا۔ انسانیت کے وہ جوہر جس کی ہر فرد بشر سے امید ہوتی ہے۔ اس سے مطلق چھو نہیں گئی تھی۔ جب کسی قوم کے بگڑنے کے دن آتے ہیں اس میں آپ ہی آپ ایسے عیب داخل ہو جاتے ہیں۔ جو اس کو تحت الثریٰ تک پہنچائے بغیر نہیں رہتے۔ اور نگ زیب کے ظلم و بدعت کی بنیاد پر جو عمارت بنائی گئی تھی۔ اس پر بقول "ہر کہ آمد بر آں مزید کرد" تمام مسلمان امیر اُمرا۔ افسر و ملازم دو چار دس اینٹیں رکھتے جاتے تھے۔ مذہبی تعصب کے جذبہ میں جو بدعتیں ہو رہی تھیں۔ ان کے کہنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تمام ملک میں حشر بپا تھا۔ انسانی حقوق کو کون کہے۔ کسی کی جان و آبرو تک کی محفوظیت کی امید نہیں تھی۔ آسمان پر مظلوم مصیبت زدوں کی آہ کا دھواں بلند ہو رہا تھا۔ ان ظالموں کے گروہ میں وزیر خاں کو بھی شمار کرنا چاہیئے۔ اس میں ایک بات اور بھی تھی۔ کہ ناحق شناس بزدل بھی تھا۔ سنگھ کے بچوں کو پابزنجیر کرا کر اس نے قید خانہ میں بھجوا دیا

اور چوبیس گھنٹہ تک بے آب و دانہ رکھا۔ اس عرصہ میں سوچتا رہا کہ ان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔

چوبیس گھنٹے کے بعد قیدی ناظم کی عدالت میں پیش کئے گئے۔ یہ عدالت تھی یا شیطان کی بے انصافی کا گھر تھا! بھوکے پیاسے شیر بچے زنجیروں سے جکڑے ہوئے وزیر خاں کے سامنے لائے گئے۔ ان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون بھر آیا۔ یا پرماتما! وہ کیسا لعنتی اور نامبارک وقت رہا ہوگا۔ جب بچوں کی سادگی و معصومیت کا نظارہ بھی ظالموں کے سخت دلوں کو متاثر کرنے میں ناکامیاب ہوتا تھا! ان لڑکوں میں سے زور آور سنگھ مشکل سے بارہ برس کا تھا۔ فتح سنگھ کی عمر آٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ مگر شیر مردی کا وہ جلال جو گورو کے سکھوں کو دوسروں سے تمیز کراتا رہتا ہے۔ ان کے چہرہ سے نمایاں تھا۔ بے خوفی اور بے باکی ان کی گھٹی میں تھی۔ نانک کی پاک روح کا اثر جو سلسلہ بہ سلسلہ اپنی اصلی لطافت کے ساتھ اس خوفناک وقت کے حالات و تعلقات سے ملکر نشوو نما پارہا تھا۔ ان کی چمکتی ہوئی پیشانی پر آب و تاب کے ساتھ نظر آتا تھا۔

بیرحم نے ان سے مخاطب ہوکر کہا "لڑکو! تم خدا اور بادشاہ وقت دونوں کے باغی ہو۔ بغاوت میں تمہاری پیدائش ہوئی بغاوت میں تم تربیت پارہے ہو۔ موت تمہاری سزا ہے۔

قانون و شرع دونوں کا فتویٰ ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔ اپنے باپ کے ساتھ گرفتار ہوئے ہوتے تو اسی وقت شمشیر سے تمہارا سر اوتار دیا جاتا۔ اب میں تم کو ایک موقعہ دیتا ہوں ایک طرف یقینی موت اور دوسری طرف زندگی ہے۔ اگر زندگی چاہتے ہو اور جان پیاری ہے تو اسلام کو قبول کرو۔ اور اگر نہیں تو قتل کے لئے تیار ہو!! اس حکم کو سُنکر چند آدمی وہاں ایسے بھی تھے۔ جن کے دل کانپ اُٹھے۔ بعضوں نے تو سمجھ لیا تھا کہ جان پیاری ہے۔ بھلا بچے کب مرنا قبول کرینگے۔ مگر وہ غلطی پر تھے۔ یہ بچے ایسے ویسے نہیں تھے۔ یہ گورو تیغ بہادر کے پوتے اور گورو گوبند سنگھ کے لڑکے تھے۔ بزرگوں کے آئین کی معراج نگاہ کے سامنے تھی شیر مردی کے اوصاف جو نسلاً بعد نسلاً ان میں منتقل ہوکر آئے تھے۔ دب نہیں گئے تھے۔ بالعوض اس کے کہ وہ اس حکم کو سُنکر خوف سے کانپنے لگتے۔ ان کے چہرے غصہ سے لال ہو گئے تھوڑی دیر سکوت تھا۔ پھر زور آور سنگھ نے متانت اور تمکنت کے ساتھ جواب دیا:-

کون ایسا ہے نانک کی جو آگاہ نہیں ہے۔ گمراہ ہے وہ ان سے جسے راہ نہیں ہے
گوبند سا دنیا میں کوئی شاہ نہیں ہے۔ گر تیغ تلے بہتر ولی اللہ نہیں ہے
کچھ اصل کو بھی اپنے بھلا جانتا ہے تو؟
ہم کو نہیں اچھی طرح پہچانتا ہے تو؟

ہم شیروں میں ہیں شیر دلیر و نمیں دلاور - کیا تاب بھلا کوئی جو ہو اپنے برابر
رتبہ میں فضیلت میں نہیں کوئی بھی ہمسر - ہم نسل و شرافت میں ہیں ہر ایک میں برتر
سب لوگوں پہ دنیا میں شرف اپنا عیاں ہے
ہم سا بھلا بتلادے کوئی اور کہاں ہے

کیا ہمکو ڈراتا ہے نہیں موت کا کچھ ڈر - بیدینی کو ہم موت سے بھی سمجھے ہیں بدتر
گر جی میں یہی ہے تو ہمیں قتل ابھی کر - چلنے کے نہیں دہرم کے ہم راہ سے مڑ کر
ہم جانتے ہیں خوب یہ آفت کی گھڑی ہے
تو کہتا ہے کیا - دیکھتے ہیں موت کھڑی ہے

معصوم ہیں بیگنہ ہیں بیجرم و خطا ہیں - وارث کوئی سر پہ نہیں پابند بلا ہیں
لڑکے ہیں ستمکش ہیں غریب الغربا ہیں - پر بھول نہ جا - دنیا میں منظور خدا ہیں
جیتے ہوئے گر جی سے گذر جائینگے دونوں
بیدین نہیں ہو وینگے - مر جائینگے دونوں

ہم کو نہیں جان پیاری مگر دہرم ہے پیارا - پروا نہیں گر زخموں سے تن چور ہو سارا
کیا موت سے نقصان بھلا ہوگا ہمارا - مارا بھی اگر تو نے تو کس چیز کو مارا
ہم زندۂ جاوید ہیں لافانی و دائم
روح اپنی نہیں مرتی سدا رہتی ہے قائم

لوگوں کو سنگھ بچوں کی گرج سُنکر حیرت ہوئی - یہ عمر یہ مستقل مزاجی یہ سِن اور یہ خیال کی بلند پروازی! مگر کیوں نہ ہو - آخر نانک نرنکاری کے نام لیوا - اور گورو تیغ بہادر کی اولاد تھے - بالعوض اس کے کہ ناظم اس بیخوفی و بے باکی کے

نموے کو دیکھ کر متاثر ہو۔ اس کا دل غصہ کی آگ سے مشتعل ہو گیا۔ اس نے کہا " یہ کافر گردن زدنی ہیں۔ ان کو ابھی مقتل میں بھیجو " لڑکوں نے بے باکی سے یہ حکم سن لیا۔ نواب شیر محمد خاں رئیس مالیر کوٹلہ نے کہا " ان نابالغ لڑکوں کا کیا قصور ہے اگر شاہی رعب و داب کے برخلاف کوئی مجرم ہے تو وہ ان کا باپ ہو سکتا ہے۔ باپ کے عوض میں لڑکوں کو سزا دینا شرع محمدی کے بھی بالکل برخلاف ہے۔ شرع اجازت نہیں دیتی کہ ایسا اندھیر کیا جائے "۔ مگر سنگدل ناظم کے دل پہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ دو نوجوان مسلمان راجپوت وہاں کھڑے تھے۔ جن کے باپ کو گوبند سنگھ نے قتل کیا تھا نواب نے ان سے مخاطب ہو کر کہا " میں تم کو اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کا موقعہ دیتا ہوں۔ ان لڑکوں کو لے جاؤ۔ اور جس طرح چاہو۔ ان کا کام تمام کرو "۔ مگر وہ دلیر نوجوان پھر بھی راجپوت تھے۔ گو محمدی دین میں آ گئے تھے تاہم شجاع راجپوت بزرگوں کا خون پھر بھی ان میں موجود تھا۔ رگ حمیت جوش میں آئی۔ انہوں نے بے باکانہ مگر مودبانہ جواب دیا " درحالیکہ ہمارے باپ کو گوبند سنگھ نے لڑائی میں مارا تھا۔ ہم بھی اگر بدلہ لینگے تو لڑ کر لینگے۔ اس طرح بیگناہوں کو مارنا کبھی پسند نہیں کرینگے "۔ بیرحم ناظم نے کہا " چاہے جو کچھ ہو شرع کا فتویٰ ایسا ہے۔ میں ان لڑکوں کو اس طرح سزا دوں گا تاکہ

اوروں کو عبرت ہو۔ یہ دیواروں میں زندہ چن دیئے جائینگے اور اپنی گستاخانہ باتوں کی سزا پائینگے۔ زور آور سنگھ اور فتح سنگھ دونوں نے سنجیدگی سے اس آخری فیصلہ کو بھی سُن لیا۔ مگر ان کی تیوری تک نہیں بدلی۔

حاضرین میں جوش پیدا ہوا۔ ایک دو زبانوں نے حمایت و سفارش کرنے کی جرات بھی کی۔ مگر وہاں ایک دوسرا نمک حرام بے ایمان۔ ننگ قوم ہندو بیٹھا ہوا تھا۔ اس ملعون کا نام دیوان سچا نند تھا۔ جو ناظم کا سکرٹری تھا۔ اس نے زوردار لہجہ میں کہا "افعی کشتن و بچہ اش را نگاہداشتن کار خردمنداں نیست" یعنے سانپ کو مارنا اور سنپولوں کو بچا رکھنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ وقت پا کر یہ بھی سانپ کی طرح رنگ و روپ لائینگے۔ اس ریمارک نے رہا سہا ناظم کے غصہ کو اور مشتعل کر دیا۔ اس نے دوسری دفعہ پھر لڑکوں سے کہا "دین محمدی قبول کرو" اور پھر دوسری دفعہ بچوں نے جواب دیا۔

(۱) واہ گورو ہم کہتے ہیں۔ اور واہ گورو پہ ہونگے فدا
واہ گورو کا تن من ہے۔ اور واہ گورو پر ہیں شیدا

(۲) نہیں مرنیکا کچھ خوف ہمیں نہیں زیست کی کچھتے ہیں پروا
یہ دنیا جائے قیام نہیں۔ کیوں سر میں ہو دنیا کا سودا

(۳) سنسار یہ آگما پائی ہے۔ جو آج ہے کل نہیں اُس کا پتا
اک دن ہم سب سے بچھڑینگے۔ اکدن ہم سب سے ہونگے جدا

(۴) کیوں ناحق ہم کو ڈراتا ہے۔ ہم کو نہیں موت کا ذرا سلا
ہم "واہ گورو" کہے ہیں پیارے نہیں شیروں کو خوف کسی کا ذرا
(۵) تسلیم میں سر خم ہے اپنا۔ راضی ہیں جو ہو مرضی مولا
تو دیدہ کر تیار ہیں ہم۔ ہو "واہ گورو" کی ہم پہ دیا

ناظم غصہ سے باولا بن گیا "یہ سچ مچ سانپ کے بچے ہیں ان کو جلاد کے حوالے کرو۔ تاکہ زندہ درگور کئے جائیں" تیسری دفعہ پھر گوبند سنگھ کے دلیر اور اصلی شیر بچوں نے کہا "واہ گورو کی فتح۔ واہ گورو کی موج کچھ غم نہیں۔ نرنکار کی اگر ایسی ہی مرضی ہے تو ہم تیار ہیں"!

شہر پناہ کی دیوار کا ایک حصہ گرا دیا گیا۔ نانک کے آخری ورثہ پانے والے ایک گز کے فاصلے پر کھڑے کئے گئے۔ چنائی کا کام شروع کیا گیا۔ ناظم خود بھی اس منظر کے دیکھنے کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ جب پاؤں اینٹوں سے چن دیئے گئے ظالم ملعون نے پھر پوچھا۔ کیا اب اسلام قبول کرنے پر تیار ہو؟ اور پھر بہادر شیر بچوں نے بلکر جواب دیا۔

کر بند زباں دور ہو اے ظالم سفاک — جل جائے زباں تیری یہ سر پہ تیرے خاک
کیا بکتا ہے ہر بار یہ کیا لفظ ہیں ناپاک — ہم کو نہیں کچھ موت کا ہے خوف نہ ہی باک

جاں دینا زمانے میں ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

چنائی کا کام جو ناظم کے اشارہ سے ایک دو لمحہ کے لئے بند کیا

گیا تھا۔ اب پھر جاری ہوا۔ دیوار گھٹنوں تک پہنچی۔ پھر کمر تک آئی۔ موذی نے آخری دفعہ پھر ان سے وہی درخواست کی ان سمجھ کمبخت لڑکو! اب بھی کہا مان جاؤ جان بچالو" اسوقت فتح سنگھ قریب قریب بیہوش ہوگیا تھا اس میں جواب دینے کی طاقت کہاں رہی تھی۔ بڑا ہوش میں تھا۔ اس نے چھوٹے کی طرف نگاہ کیا۔ اس کے چہرہ پر عرق آگیا تھا۔ آخر اُسی نے آخری دفعہ اکیلے جواب دیا۔ ناپاک ملعون! اپنی شیطنت کا کام پورا کر۔ نانک نرنکاری کے شیر دہرم سے کبھی پتت نہیں ہوتے۔ یہ ظلم وستم کی حد ہے۔ اب ظالموں کی سزا کا وقت آنا شروع ہوگا۔ اور نرنکار تم سب کی جڑ اکھیڑ کر پھینک دیگا" ان سیدھے سادھے لفظوں میں پیشنگوئی تھی جس کا ظہور بعد کو ہوا۔ فتح سنگھ کے واہ گورو کی فتح کی صدا خالی نہیں گئی۔ زورآور سنگھ کے یہ زور دار الفاظ کہ تمہاری سزا کا وقت آگیا ہے حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے۔ بعد کو سنگھ اُٹھے اور ان معصوم شہیدوں کا انتقام لیا۔

دیوار بالکل چن دیگئی۔ دو پاک۔ مقدس۔ بزرگ شخصیتیں اس طرح زندہ درگور کر دیگئیں!

یہ صبح کا واقعہ تھا۔ ماتا گوجری نے دوپہر بعد اس واقعہ کو سُنا۔ چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔

(۱) دنیا کو نہ دیکھا کہ اجل آگئی بچو
ہے ہے یہ تمہیں کس کی نظر کھا گئی بچو
(۲) میں تم کو کھلانے کے لئے آتی ہوں بچو
ٹھہرو ذرا دم لے لو پہنچ جاتی ہوں بچو
(۳) تھم جاؤ۔ ذرا چوم کے منہ لے لوں بلائیں
سینہ سے لگا۔ دل سے تمہیں دوں میں دعائیں
(۴) اس طرح میری گود کو خالی نہ کرو تم
میں جیتی رہوں اور مصیبت سے مرو تم
(۵) ہے ہے نہیں سنتے ہو قدم گھر سے نکالا
کیا داغ دکھانے کے لئے تھا تمہیں پالا؟

ماتا گوجری کو پھر ہوش نہیں آیا۔ وہ بھی اسی دن اپنے پوتوں کے سوگ میں سورگ دھام کو سدھار گئی۔ اے آسمان! تیرا کلیجہ کیوں نہ پھٹ گیا۔ تو نے کس طرح ان ظلم کے واقعات کو دیکھا۔ سورج! تیری آنکھیں کیوں نہ پتھرا گئیں۔ تیرے دیکھتے دیکھتے معصوموں کے گلے پر اس طرح ظلم کی چھری پھیری گئی!

دنیا کی تواریخوں کے صفحات الٹ کر دیکھو۔ جتنا جی چاہے چھان بین کر مارو۔ مگر گورو گوبند سنگھ کے دلیر بچوں کی بے نظیر بہادری کی مثال شاذ کہیں ملیگی۔

انگریزی کتابوں میں ایک مستقل مزاج لڑکے کا ذکر آیا ہے جو باپ سے اپنی جگہ پر قایم رہنے کا حکم پا کر جلتے ہوئے جہاز

کے تختہ پر تادم مرگ قائم رہا۔ باپ مر چکا تھا۔ آگ کی لپیٹ سے جھلس کر وہ بہادر چلاتا ہے۔ کہ باپ ہم کو اب جگہ چھوڑنے کی اجازت دو۔ مگر باپ کہاں تھا؟ آخر بیرحم آگ نے اس کو جلاکر خاک کر دیا۔ اور بہادر لڑکا وہاں کھڑا کھڑا جل کر راکھ ہوگیا اس کو اس واقعہ سے کچھ نسبت ہے۔ مگر پھر بھی فوقیت ان کمسن شہیدوں ہی کو ہے۔

برسوں رہیگا چرخ میں گر آسمان پیر
لیکن نظر نہ آئیگا ان کا کہیں نشان

جس وقت گورو گوبند سنگھ کو خبر ملی۔ وہ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھ سے آنسو یا زبان سے آہ کا لفظ نہیں نکلا آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے۔ ان کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

(۱) جا کے پہنچانا تم اب مظلوموں کی فریاد کو
مضطرب ہے ساری خلقت چاہتی ہے داد کو
(۲) باغ جنگل بن گئے۔ بستی بیاباں ہو گئی
صبر آئے کس طرح سے خاطرِ ناشاد کو

باب آٹھواں

گورو گوبند سنگھ کے چاروں لڑکوں کو اس طرح قومی محبت

* یہ بیان یعنی باب ساتواں ہم نے بجنسہ اپنے ویر ستاں نامی کتاب سے نقل کر دیا ہے۔ شید

کی بیدی پر بلدان کیا گیا۔ کون سنگدل ہوگا۔ جو اُن پر آنسو نہ بہائیگا۔ اور کون سچا آدمی ہوگا۔ جو اُن مردو شیطانوں پر اظہار نفرت نہ کریگا۔ جنہوں نے اس طرح معصوموں کی ننھی جانوں کو عذاب کے پھندے میں پھنسا دیا۔ اب گوبند سنگھ کا حال سنئے۔

رات اندھیری تھی۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ تاہم دلیر اور جانباز گوبند سنگھ اپنے قید کی جگہ سے ہمت کر کے باہر نکلے۔ اور ننگے پاؤں کسی سمت کو راہی ہوئے۔ پاؤں جھاڑیوں اور نوکیلے کانٹوں سے چھلنی بنگئے۔ صبح تک تو یوں ہی چلا کئے۔ جب دشمنوں کو خبر ملی۔ تعاقب شروع کیا۔

جب صبح کا ستارہ نمودار ہوا۔ دو گوجر رمضان اور کالو نے جنگل میں ان کو پہچان لیا۔ اور ان کے گرفتار کرانے کی نیت سے تمام جنگل کو اپنے شور سے گونج دیا۔ گرو نے ان کو کچھ روپیہ دینا چاہا۔ مگر وہ پھر بھی خاموش نہیں ہوئے تب مجبور ہو کر تلوار سے ان کی زبان کو ہمیشہ کے لئے چپ کرا دیا۔ اور مفرور آگے کو بڑھے۔ ایک جگہ گھنے جنگل میں مٹی کے ڈھیلوں کی تکیہ رکھ کر لیٹ رہے۔ تھکے ماندے تھے۔ نیند آگئی۔ سو رہے۔ رات بھی اسی جگہ اسی حالت میں گذاری کھانا پینا کچھ میسر نہیں ہوا۔ رات کے پچھلے حصہ میں ماچھی واڑہ

کے ایک باغ میں جاکر چھپ رہے۔ وہاں ایک جگہ پر ان کی یادگار میں چرن کمل کے نام سے ایک مکان بنا ہوا ہے۔

اتفاق سے غنی خاں اور نبی خاں دو پٹھان بھائی جو گھوڑوں کے سوداگر تھے۔ وہاں موجود تھے۔ دونوں نے پہچان لیا اور باوجود مسلمان ہونے کے گورو کے اگلے احسانوں کو یاد کر کے بہلول پور تک اپنی حفاظت میں ان کو پہونچا دیا۔ تین سکھ جو چمکور میں زندہ بچے تھے۔ مسلمانوں کی وضع بنائے ہوئے گورو کی تلاش میں وہاں پہونچے۔ شاہی فوج بھی تعاقب کرتی ہوئی آنکلی۔ گورو نے گلابہ سنگھ نامی ایک سکھ کے گھر پناہ لی مگر جان کے خوف سے اس نے بھی آخر میں ساتھ نہیں دیا۔ مگر اتنا کیا کہ ان کو بہلول پور کے قاضی پیر محمد کے گھر پہونچا آیا۔ یہ گورو صاحب کا ہم سبق تھا۔ شرط محبت بجالایا۔ اور ان کو گھر میں پناہ دی۔ یہاں مجبور ہوکر گورو صاحب نے اسیٔ کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھایا۔ تاکہ کسی کو ان کے ہندو ہونے کا شک دل میں نہ گذرے۔

قاضی اور دونوں پٹھانوں میں دیر تک ان کی نسبت مشورہ ہوا کیا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ گورو مسلمانوں کی وضع اختیار کریں اور وہ ان کو پیر جی مشہور کر کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پہونچا آویں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ گوبند سنگھ نے نیلی پوشاک پہن لی۔ پٹھان اور قاضی نے ان کو چارپائی

پر بٹھاکر" اوچ کا پیر" مشہور کرتے ہوئے مالوہ کی طرف لیگئے
اور ان کی جان بچادی - دیکھئے جس بات کی امید کسی ہندو
سے نہیں تھی اس کا ظہور مسلمانوں سے ہوا - بزدل کھتری
یا برہمن سے اس وقت ایسے سلوک کی کبھی خواہش نہیں
کی جاسکتی تھی -

مالوہ میں پہونچکر موضع گھنگھرا میں جھنڈا استری نے
ان کے لئے کچھ ہتھیار خریدے اور وہاں سے موضع ہیر میں
مہنت کرپال داس کے ڈیرے تک پہونچادیا - مگر مہنت
بزدل تھا - بادشاہ کے خوف سے ان کو اپنے گھر میں جگہ
نہیں دی - گورو صاحب وہاں سے رائے کلہ رئیس رائے
کوٹ کے گھر جا پہونچے وہ بھی مسلمان تھا - گورو صاحب
کو تواضع و مدارات کے ساتھ ملا - اور ان کو گھوڑے اور
ہتھیار نذر کئے -

اسی جگہ گورو صاحب کو دونوں چھوٹے صاحبزادوں
کے شہید ہونے کی خبر ملی - جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں -
شانتی و استقلال کے ساتھ آپ نے اس ہیبت ناک واقعہ
کے حالات سُنے کہنے لگے" جو ہونا تھا ہوگیا - لیکن ایک دن آویگا
جب خالصہ سرہند کی ایک ایک اینٹ کو بجادینگے - یہ پیشین
گوئی اپنے وقت پر پوری ہوئی - جس کا ذکر اس کتاب کے
دوسرے حصہ میں آویگا

اور تسنخو پورہ - دہنولہ - نانگرہ سے گذرتے ہوئے گورو صاحب سمت ۱۷۶۱ بکرمی میں دنبہ پہونچے - چند روز آرام کرنیکے بعد اورنگ زیب کو ایک خط لکھا جس کا ظفر نامہ نام ہے - بادشاہ نے اس کے جواب میں قسمیں کھائیں - دربار میں بلا بھیجا - آپ نے جواب دیا "مجھ کو تمہارے قول و فعل پر اعتبار نہیں - جس کا دین و ایمان درست نہیں اس کی قسم و فعل کا کیا اعتبار"! ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ "سختیوں سے و ظلم سے اب بھی باز آؤ ورنہ اس کا انجام بُرا ہوگا اور سکھ بری طرح سے تمہاری بیخکنی میں حصہ لیتے رہینگے"!!

دنبہ سے وہ مختلف مقامات سے گذرتے ہوئے موضع ڈیلوان میں سوڈہی کول صاحب پرتھوی چند کی اولاد سے ملے - یہ بڑے آؤ بھگت سے پیش آئے - مگر نیلے کپڑے اتار دینے کی رائے دی - گوبند سنگھ نے اُن کو اسی وقت جلا دیا - یہاں وہ تمام سکھ ان سے آکر ملے - جنہوں نے آنند پور میں گورو کا ساتھ چھوڑا تھا - اور پھر رفتہ رفتہ بہت آدمی ان کی طرف رجوع ہونے لگے کیونکہ عوام کے دلوں میں اُن کی اور ان کے دھرم کی محبت بہت کچھ قایم ہوگئی تھی -

جب وہ ڈیلوان میں تھے اورنگ زیب کے حکم کی تعمیل میں سرہند کے صوبہ نے پھر ان کے تعاقب کا انتظام کیا - گوبند سنگھ نے بھی تھوڑی سی جمعیت اکٹھا کر لی - اور صحرا کھندرانہ میں

مورچہ بنا کر صوبہ کا انتظار کرنے لگے۔ یہ ماگھ سمت ۱۷۶۲ کی پہلی تاریخ کو وہاں پہونچا۔ سکھ پھر بڑی مردانگی سے لڑے ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مسلمان ایسے حیران ہوئے کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ جنگل میں پانی کی قلت کی وجہ سے مجبور ہو کر آخر وہ واپس گئے۔ اور فتح گورو صاحب کی رہی۔

اس لڑائی میں بھی ناحق شناس اور ناسپاس ہندو نے بالعوض گورو کی مدد کرنے کے مسلمانوں ہی کا ساتھ دیا راے کپورا جو ہندوؤں کا سرغنہ تھا ان کے برخلاف لڑنے آیا تھا۔ دنیا میں ہندوؤں سے زیادہ کوئی ناسپاس و ناداں قوم نہیں اور مزہ یہ کہ جو ان کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے ہیں یہ انہیں کی بری طرح خبر لیتے ہیں۔

جب مسلمان بھاگ گئے۔ گورو نے زخمی سکھوں کے پاس جا جا کر تسلیاں دیں اور برابر کہتے رہتے "شیر مردو۔ کچھ پرواہ نہیں۔ تم تلوار کی راہ سورگ کو جا رہے ہو" جہاں سنگھ میں کچھ جان باقی تھی۔ جب گورو صاحب نے منہ پہ پانی چھڑکا اس نے آنکھیں کھول دیں اور شکریہ کے لہجہ میں کمزور آواز میں کہنے لگا "آپ میرے فرقہ کو معاف کریں جو آپ کی فرمانبرداری سے منکر ہوئے تھے اور ان کو پھر اپنا سکھ بنا لیجئے" گوبند سنگھ نے منظور کر لیا اور وہ تسلی سے مرا۔

لڑائی کے بعد گورو صاحب آگے بڑھے کسی ہندو نے ان

کو اپنے گاؤں میں جگہ نہیں دی۔ نہ کچھ کھانے پینے کو دیا۔ جب وہ گاؤں کے قریب سے گذرتے ہندوؤں کے چہرہ کا رنگ سوکھ جاتا۔ وزیر پور و جنگل برابر کے چند آدمی جو پہلے ان کے یہاں نوکر تھے اپنی تنخواہ کا تقاضا کرنے لگے۔ ان کے پاس کیا دھرا تھا۔ جو دیتے۔ پھر بھی سکھوں نے دے دلا کر ان کا مطالبہ بے باق کرادیا۔ سفر میں کئی کئی دن تمام سکھ فاقہ کشی کرتے تھے۔ راہ میں ایک براہمن کو جو مسلمان ہو گیا تھا پاہل دیکر سکھ بنایا اور اجمیر سنگھ نام رکھا۔ دمدمہ میں کچھ دنوں قیام کیا جہاں ان کی بیویاں و دوسرے لوگ دہلی سے آکر ملے اور نگ زیب نے پھر ان کو خط بھیجا تھا۔ مگر انہوں نے توجہ نہیں کی۔ بے رخی سے کہلا بھیجا کہ "تم پر خدا کا قہر نازل ہوگا سنا نک پنتھ کو اب تم سے نہ کچھ خوف ہے نہ کسی قسم کی امید ہے"

باب نواں

کہتے ہیں دمدمہ میں قیام کر کے گورو صاحب نے آدگرنتھ کی از سر نو نقل کرائی اور اس میں اپنے باپ کے کلام اندراج کیے اور دسویں گرنتھ و وچترناٹک کی بھی تکمیل کی۔ اپدیش کا سلسلہ بھی یہاں برابر جاری رہا۔ اس کے بعد آپ راجپوتانہ گئے۔ دادو پنتھیوں کے مہنت جیت رام سے ملاقات کی اور انکی

ظاہری ویراگ کو غلط ٹھہرا کر سچے اور اصلی ویراگ کا پتہ بتایا۔

ادے پور میں جا کر انہوں نے وہاں اپنے مشن کی ترقی کی صورت نکالنی چاہی مگر راجپوت مار کھاتے کھاتے کمزور ہو گئے تھے کسی میں ہمت باقی نہیں رہی تھی جو ان کی مدد کرتا۔

راجپوتانہ سے دکن گئے۔ مگر مرہٹوں سے بھی جب کوئی کام نہیں نکلا سمت ۱۷۶۲ میں پشکر کا میلہ دیکھنے کے بعد اجمیر آئے۔ ان کی یادگار میں اب تک وہاں گوبند گھاٹ کے نام سے ایک گھاٹ موجود ہے۔ جس وقت آپ قصبہ پھگور میں تھے اورنگ زیب کے مرنے کی خبر ملی۔

اس کے کچھ تھوڑے ہی دنوں بعد بہادر شاہ بادشاہ نے اپنے دو ہندو دیوان گورو گوبند سنگھ کے پاس بنظر دور اندیشی وطلب مدد کے بھیجے۔ گورو صاحب نے مدد کا وعدہ کر لیا اور آپ بادشاہ کے پاس گئے۔ اس نے ان کی تعظیم کی اور اس لڑائی میں جو آگرہ کے قریب اعظم شاہ اور بہادر کے درمیان ہوئی تھی گوبند سنگھ معہ خالصہ فوج کے شامل تھے اور اعظم شاہ انہیں کے تیر سے مارا گیا گورو صاحب کچھ دنوں دہلی میں مقیم تھے۔ انہوں نے چاہا کہ صوبہ داران سرہند و لاہور معہ پہاڑی راجاؤں کے جنکی وجہ سے انکی اولاد ماری گئی تھی۔ حوالہ کر دیئے جائیں مگر بادشاہ برابر حیلہ و حوالہ ہی کرتا رہا گورو صاحب بعد کو بادشاہ کے ساتھ دکن گئے۔ مگر ساتھ ہی اپنے طور پر بھائی بندا کو سرہند بھیجا تاکہ دشمنوں سے لڑکوں کا بدلہ لے ... سکھ

بھی اس مہم میں شریک تھے۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ گوبند سنگھ اس کے ساتھ مرہٹوں سے لڑیں مگر ان کو ہندوؤں کے ساتھ لڑائی کرنے سے ہمیشہ گریز تھا۔ اس لئے وہ اس سے علیحدہ ہو کر ادھر ادھر گھومتے پھرتے رہے۔

گورو صاحب نے دکن میں ناڈیر کے اطراف میں گوداوری ندی کے کنارے کچھ دنوں قیام کیا اس مقام کا نام اب اچل نگر ہے وہاں اکثر سکھ ان کے ساتھ رہنے لگے گرنتھ صاحب کی کتھا اور بھجن کیرتن یہ روزانہ شغل کے کاروبار تھے سیر وشکار کی تفریح بھی مد نظر رہتی تھی اسی جگہ ان کو خبر ملی کہ بندا نے سرہند کو بالکل برباد کر دیا اور دشمنوں کو قتل کر کے صاحبزادوں کے خون کا بدلہ لیا۔ مگر اس خبر سے ان کو کچھ خوشی نہیں ہوئی۔

جب بادشاہ دکن سے واپس آیا ان کو اپنے ساتھ دہلی لانا چاہا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اور بے عہد بیوفا کہہ کر اس کے ساتھ دینے سے ہمیشہ کے لئے پہلو تہی کی۔

بادشاہ گوبند سنگھ سے بہت ڈرا کرتا تھا اسلئے جب اس نے سرہند میں بندا کے کارنامے سنے اس کے کان اور بھی کھڑے ہوئے اس نے گل خاں نامی ایک پٹھان کے لڑکے کو جو پیندہ خاں کی اولاد میں سے تھا۔ انعام و اکرام کا لالچ دیکر ان کے قتل کیلئے آمادہ کیا۔ یہ شخص گورو صاحب کی خدمت میں کچھ دن رہا۔ آخر موقع پا کر سوتے وقت ان کے پیٹ میں کٹارہ بھونک دی اور اس طرح اس چمکنے والے

سورج کے نور کو موت کی تاریکی نے ہمیشہ کیلئے دبا دیا۔ جو ہندوؤں کو روشنی۔ حرارت اور زندگی بخشنے آیا تھا۔

گاؤ اور برہمن کی فریاد سُنکر تیغ بہادر نے جان بوجھ کر اپنا گلا کٹایا۔ گوبند سنگھ اور ان کے چار ہونہار لڑکوں نے انہیں کی خاطر اپنے سر نذر کئے۔ دیش بھگتی اور جاتی بھگتی کی ویدی پر اس قسم کی بے نظیر قربانیاں اور جگہ مشکل سے ملینگی۔ دیدہ و دانستہ اس ہمت و دلیری کے ساتھ گلے کٹانا اور جیتے جی اپنے ارادہ پر استقلال اور مستعدی سے قایم رہنا نرنکاری نانک کے خاندان کا خاصہ تھا۔

کٹار سے زخمی ہونے پر گورو صاحب نے قاتل کی جان بخشی کی اور موت کو قریب سمجھ کر پانچ پیسے اور ایک ناریل گورو گرنتھ صاحب کے سامنے رکھدیا جس کے معنے یہ ہیں کہ آج سے نانک کے بنس کی گوروائی کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ سکھوں کو صرف گرنتھ صاحب ہی کے مطالعہ سے روحانی تسلی کی امید رکھنی چاہیئے۔ اور اب تک ایسا ہی ہو رہا ہے۔

گورو گوبند سنگھ کی پاک مقدس زندگی کے اس طرح خاتمہ ہو جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ خالصہ دھرم کی طاقت بھی مرگئی۔ ان بہادروں کے خون کی بوندوں سے بعد کو زیادہ طاقتور سنگھ پیدا ہوئے جنہوں نے گورو کے مشن کے سلسلہ کو کچھ عرصہ تک جاری رکھا۔ پنجاب میں اپنی سلطنت قایم کی۔ اور دنیا میں ایک ایسی طاقتور نسل کی بنیاد ڈالی جو ابتک کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہکر گوروؤں کی بندگی کی یاد دہانی کرتی رہتی ہے۔

ان کے مختصر کارنامے پنجابی سورما کے حصہ دوم میں ملینگے۔

قیمتی اور انمول رتن

از تصانیف بابو شیو برت لال ورمن ایم۔ اے ایڈیٹر سادھو لاہور۔ ہر کتاب موتیوں کے ساتھ تولنے قابل ہے

تواریخی کتابیں

- راماین دو جلد ۸ کانڈ — ۳ر
- مجلد — ۳ر
- مہابھارت اٹھارہ پرب — ۳ر
- مجلد — ۳ر
- ×ہماری ماتائیں — ۶ر
- سچی دیویاں — ۴ر
- ×سچی استریاں — ۴ر
- ستی برتانت — ۷ر
- عورت کے حقوق ہندو عورات — ۲ر
- راجستھان — ۶ر
- ویر برتانت — ۸ر
- ×راجستھان کی بیرنیاں — ۴ر
- بھگت برتانت ۱۲ حصے — ۴ر
- بھارت کی شجاع عالمستریاں — ۸ر
- سیواجی اور اورنگزیب کی لڑکی کی شادی — ۲ر
- راناگوہ ونو شیر دل کی پوتی کی شادی — ۲ر
- چندر گپت و سکندر اعظم کی پوتی کی شادی — ۱ر
- حیرت انگیز واقعات — ۱ر
- پنجابی سورما (دو حصے) — ۱ر

- بدھ دیو کی سوانح عمری — ۱ر

فلاسفی

- راج یوگ ” ” — ۴ر
- یوگ فلاسفی — ۱ر
- سانکھیہ فلاسفی — ۲ر
- سادھو کی صدا — ۲ر
- آریہ درشن و یونانی فلاسفی — ۱ر
- اپنشد انکل ” — ۱۲ر
- اپنشد سار — ۱ر
- موت و اس کے بعد کی حقیقت — ۳ر
- میتری و یاگیہ ولکیہ کا سمواد — ۱ر
- کلیان دہرم — ۸ر
- بدھ دہرم کا عظیم فلسفہ — ۸ر

اخلاقی

- معدن التہذیب — ۱ر
- تماکو — ۱ر
- کامیابی کی کنجی — ۱ر
- صحت و دولت حاصل کرنیکا — ۱ر

مذہبی

- پارسی مذہب کا مخرج ویدک دہرم ہے — ۸ر
- عیسائی دہرم کا مخرج بدھ دہرم ہے — ۱ر
- مختلف ہندو پنتھوں کے تذکرے — ۱ر
- وام مارگ کا کچا چٹھا — ۳ر
- کبیر صاحب اور ان کی تعلیم — ۲ر
- فقہ ہنود و اسلام میں موافق — ۱ر
- ژند اور پاژند کا اردو ترجمہ — ۱ر

علمی

- آرامیں علم تحریر کا رواج — ۱ر
- سنسکرت زبان کی عظمت — ۲ر

متفرقات

- جاپان اور اسکی صنعت — ۱۵ر
- دلچسپ کہانیاں — ۱ر
- سادھو دو جلد — ۸ر
- جن پر یہ نشان ہے وہ ہندی میں بھی ہیں۔

گنیہا لال منیجر بھارت لٹریچر کمپنی لمیٹڈ لاہور